ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر

اور بیشک ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا ہے کوئی ہے جو نصیحت پکڑے

الحمد للہ کہ

تفسیر قرآن

پارہ وما من دابۃ (۱۲)

مؤلفہ

شائق احمد عثمانی

بھاگلپوری

قیمت فی جلد [illegible] (۸؍)

دلی پرنٹنگ ورکس دہلی میں باہتمام [illegible] چھپی

۱۹۵۱ء

بار اوّل ۱۰۰۰

تمہید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُولِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ اَجمَعِینَ

سب سے پہلے میں معزز ناظرین سے اس کی معافی مانگتا ہوں کہ حسب اعلان تفسیر قرآن کی دوسری جلد اب تک شائع نہ ہو سکا۔ اس تاخیر کی سب سے بڑی وجہ کاغذ کی گرانی روز افزوں ہے ورنہ اب تک تفسیر کا ایک بڑا حصہ شائع ہو چکا ہوتا تاہم پہلی جلد کے ناظرین کے مسلسل تقاضوں سے متاثر ہو کر میں نے خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے بالفعل انتیسویں پارہ کی تفسیر چھپوالی ہے جو قدر دانوں کے ہاتھوں میں ہے۔

پہلی جلد جس عام قدر کی نگاہ سے دیکھی گئی اور عموماً ہر طبقہ کی طرف سے جس پسندیدگی کا اظہار کیا گیا اور اسلامی اخبار اور رسالوں کے فاضل ایڈیٹروں نے اس پر عمدہ رائیں ظاہر فرما کر جس پر زور آواز میں اسے خیر مقدم کہا ان سب کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں ان حوصلہ افزائیوں نے میرے اس ارادے کو اور بھی مصمم اور راسخ بنا دیا کہ جس طرح ہو اس سلسلۂ تفسیر کو مکمل کر دیا جائے۔

گو کاغذ گراں ہے اور ابھی اس کی ارزانی کی کوئی امید نہیں، تاہم اگر
دو ہزار مستقل خریدار اس سلسلۂ تفسیر کے ہو جائیں، تو نہایت آسانی سے
یکے بعد دیگرے تمام جلدیں چھپتی جائیں، جن میں سے کچھ تیار ہیں، اور
کچھ زیر تالیف ہیں، اسلامیہ ہائی اسکولوں کے منتظمین اگر صیغۂ دینیات
میں اس تفسیر کو داخل نصاب کر دیں تو یہ تعداد کوئی زیادہ نہیں ہے،
زندہ دلان پنجاب سے مجھے امید ہے کہ وہ میری اس تجویز پر
غور فرمائیں اگر آپ مفید سمجھیں تو کم از کم تجربہ ہی کے لیے کچھ دنوں تک کے
لیے اسے داخل درس کر دیں،

دینیات کی تعلیم کا مقصد اخلاقی اور روحانی تربیت ہے اس لئے
سب سے زیادہ ضرورت اس صیغہ میں اس کی ہے کہ قرآن مجید کی
با معنی تعلیم کا انتظام کیا جائے اسلامیہ اسکولوں میں یہ صیغہ یعنی
دینیات اپنے اختیار میں ہے اگر اس کا انتظام نہ ہو تو اور [illegible] ہو سکتا ہے
سخت حیرت ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے سینکڑوں طرح کی دینیات
کی کتابیں لکھی جاتی ہیں، ہزاروں اخلاقی افسانے تصنیف کئے جاتے
ہیں، اور ان کے پڑھانے پر زور دیا جاتا ہے مگر قرآن مجید جو انہی
مقاصد کے لئے خدا کے یہاں سے اُتارا گیا ہے، اُسے صرف خوبصورت
جزدان میں بند کرکے طاق پر رکھ دئے جانے کے لئے چھوڑ دیا جائے،
میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر مسلمان کیوں قرآن کی با معنی تعلیم سے اس قدر
سرد مہری برت رہے ہیں؟ ہمارے اس مذہبی جذبہ پر صد حیف کہ ہم قرآن
مجید کو چھوڑ کر ساری دنیا کی کتابوں اور افسانوں میں اخلاقی تعلیم
ڈھونڈھتے ہیں اور اسی طرح روز بروز قرآن کی با معنی تعلیم کی اہمیت کھوتے جاتے

ہوں سے لگ رہے ہیں فبای حدیث بعدہ یومنون،

واللہ اگر آج سے اس کا انتظام کیا جائے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کو قرآن مجید کی بامعنی تعلیم اہتمام سے دی جائے تو دس بیس میں وہ نتیجے نکلیں جو موجودہ طرز تعلیم سے سیکڑوں برس میں بھی نہ نکلیں گے،

یہ سب سے زیادہ تعجب خیز امر ہے کہ ہر مسلمان یہی کہتا ہے جو ہمیں لکھا ہوا ہے مگر عمل در آمد اس پر بہت نہیں ہوتا اس سے بڑھکر ہماری اور کیا بدبختی ہو سکتی ہے

یہ تفسیر قرآن اپنی چند خصوصیتوں کی وجہ سے اس سلسلہ میں نہایت مفید ثابت ہوئی ہے،

(۱) ترجمہ بامحاورہ ہے اور تفسیر نہایت عام فہم سلیس روزمرہ کی زبان میں ہے

(۲) تمام لفظی مباحثات اور غیر ضروری مناقشات بالکل قلم زد کر دیے گئے ہیں، اور سارا زور اسی پر صرف کیا گیا ہے کہ قرآن کی اصل تعلیم اور اس کا اصل مقصد بالکل صاف اور واضح اور سلیس اردو میں بیان کر دیا جائے

(۳) بنیادی اصول وعقائد کو خود قرآن مجید ہی کی پیش کی ہوئی دلیلوں سے اس طرح مدلل بیان کیا گیا ہے جس کے فلسفیانہ ہونے کی وجہ سے ہر تعلیمیافتہ اور معقول پسند دماغ پسند کرے، اور جس کے عام فہم ہونے کی وجہ سے ہر اردو خواں آسانی سے سمجھ سکے، اور اسے یہ بھی نہ معلوم ہو کہ یہ فلسفیانہ دلیلیں ہیں،

(۴) طرز بیان نہایت دلچسپ ہے اور کوئی سورہ شروع کی جائے تو بغیر ختم کیے ہوئے رکھنے کو جی نہیں چاہتا، اور رسالہ معارف اعظم گڈھ نمبر ۴ جلد ۲ کے الفاظ میں زبان بھی صاف اور شستہ

اور بہ نہج جدید ہے"

یہ چند خصوصیات ہیں جن کی بنا پر میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ تفسیر دینیات کے کورس میں داخل کردی جائے تو یقیناً نہایت عمدہ نتائج مترتب ہوں

میرا فرض کہنا ہے اب قوم کے اربابِ حل وعقد اس پر غور کریں،

یہ تمہید ناتمام رہجائیگی اگر میں اپنے محترم اور نہایت ہی کرم فرما دوست جناب **ملنگ احمد بادشاہ** صاحب بی۔ اے ملک التجار مدراس کا شکریہ نہ ادا کروں کہ اس سلسلۂ تفسیر کی بنیاد رکھنے میں انھوں نے نہایت ہی بیش بہا امداد و تقویت سے میری ہمت افزائی فرمائی ہے خدا نے ان کے دل میں خدمت دین کا جو جذبہ ودیعت فرمایا ہے اس کی نظیر کمیاب ہے جزاہ اللہ خیرا!

ساتھ ہی اس کے میرے نہایت ہی مہربان اور محترم مخلص جناب **میر سراج الدین صاحب** جج چیف کورٹ ریاست **بہاولپور** پنجاب بھی میرے دلی شکریہ کے مستحق ہیں کہ ان کا شغف فہم قرآن مجید اس سلسلۂ تفسیر کی ابتدا کرنے کے لئے ایک پرزور اور حوصلہ افزا محرک بنا۔ اٰتَاہُ اللّٰہُ حَسَنَۃً وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

شائق احمد العثمانی

حق منزل۔ باڑھ۔ ضلع پٹنہ

۱۳۳۷ھ ہجری

سورۂ ملک

مکی - ۳۰ آیتیں

اس سورت میں مذہب کے اہم بنیادی اصول اور عقیدوں کو ثابت کیا گیا ہے، سب سے پہلے خدا کی ہستی پر کئی طرح کی دلیلیں دی ہیں، اس کے بعد مجازات (جزا و سزا) کی حقیقت کھولی گئی ہے، اور برے انجام کی تصویر کو زیادہ روشن کیا گیا ہے پھر خدا کی قدرت پر زور دیکر ترہیب (ڈرانے) کا پہلو اختیار کیا گیا ہے اور اس طرح خدا کی قدرتوں کو مختلف طرح پر بیان کیا گیا ہے جس سے خود کئی مستقل دلیلیں خدا کے وجود پر قائم ہو گئی ہیں، اور اس کے ساتھ ساتھ اجمالی طور سے گذشتہ اقوام کے انجام کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، تاکہ طبیعت پوری طرح متاثر ہو کر نصیحت قبول کرنے پر آمادہ ہو جائے، خلاصہ یہ کہ اس سورت کا موضوع الوہیت (خدا کی ہستی) اور جزا و سزا کو ثابت کرنا ہے، کہ یہی دو اعلیٰ اصول مذہب کے ہیں، اور بغیر ان دونوں عقیدوں کے کوئی انسان با اخلاق بلکہ انسان کامل نہیں بن سکتا،

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱) مناظر قدرت سے خدا کی ہستی کا ثبوت

(۱) تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ

برکت والا ہے جس کے ہاتھ میں حکومت ہے، اور وہ

عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ،

ہر چیز پر قادر ہے،

جس دنیا میں تم رہتے ہو، جس زمین پر تم بستے ہو، جس آب وہوا میں تم پرورش پاتے ہو، اور جس سورج اور چاند کی روشنی اور حرارت سے تم اپنی زندگی کے بڑے بڑے کام نکالتے ہو، جن جمادات اور نباتات اور حیوانات سے تم طرح طرح کی خدمتیں لیتے ہو کبھی تم نے اس مجموعۂ عالم پر غور کیا ہے، کبھی اس شمسی نظام کا بھی تمنے مطالعہ کیا ہے؟ کبھی تم نے یہ بھی سوچا ہے کہ یہ چاند اور سورج یہ ستارے جو کروروں کی تعداد میں تمھیں نظر آتے ہیں، اور کروروں سے بھی زیادہ ایسے ہیں جنھیں تمھاری کمزور قوتِ بینائی دریافت نہیں کر سکتی، ان کی مختلف حرکتیں کس طرح اس عمدہ انتظام کے ساتھ ہوتی رہتی ہیں، کوئی کسی طرف حرکت کرتا ہے، کوئی کسی طرف ایک آفتاب ہی کو دیکھو جس کے گرد اس قدر سیارے چکر لگاتے رہتے ہیں، چاند زمین کے گرد چکر لگاتا رہتا ہے، اور ہر ایک اپنی اپنی مقررہ حرکت مقرر وقت میں پوری کر دیتے ہیں، نہ اس میں کبھی بدنظمی واقع ہوتی ہے، نہ کبھی جلدی یا دیر کی غلطی پائی جاتی ہے، جس کے لیے جو وقت، جو سمت اور جو مقدار حرکت کی مقرر ہے، ٹھیک اسی وقت میں، اسی سمت میں، اسی مقدار کے موافق حرکت کرتا ہے، اس قدر بڑے بڑے عظیم الشان سیارے کہ اگر آپس میں ٹکرا جائیں تو قیامت برپا ہو جائے،

کبھی تم نے اس پر بھی غور کیا ہے کہ تم جو اناج زندہ رہنے کیلئے ...

وہ اس سے اپنی غذا حاصل کرتے ہو، وہ کس طرح پیدا ہوتا ہے اسکے پیدا ہونے کے لئے کون کون سے ایسے ضروری سامان ہیں جو تمہارے قبضۂ قدرت سے باہر ہیں، تم صرف اتنا کر سکتے ہو کہ بیج زمین میں ڈال دو، پھر اس کو بارش پہونچانا، اور زمین کے اندر روئیدگی کی قوت بخشنا، تمہاری محدود قوت سے بالاتر ہے، تو کیا تم نے کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ وہ پانی جس کے بغیر تم ایک دن بھی دنیا میں زندہ نہیں رہ سکتے ہو، اس طرح مہیا کیا جاتا ہے،

پھر کیا تم نے کبھی اس پر غور کیا کہ تم کیا ہو، اور کیا تھے، اور کس طرح یہاں تک پہونچ گئے، کیا تم مٹی کے ذرات، نہ تھے جو نباتات کی غذا بن کر اناج کی صورت میں آئے، پھر اناج سے انسان کے بدن میں داخل ہو کر خون اور گوشت کا سرخ لباس تم نے پہنا، اور پھر ایک قطرۂ ناپاک بن کر انسان ہی کے ایک مخصوص اور معین عضو میں تمہیں ایک مدت تک کے لئے رکھا گیا، گویا وہ انسان بنانے کی ایک مشین تھی جس میں تم ایک قطرہ سے بڑھتے بڑھتے اور ترقی کرتے کرتے تھوڑی ہی مدت میں ایک پورے انسان بن کر اس دنیا میں جلوہ افروز ہو گئے،

کیا ان باتوں سے ایک سمجھدار اور سلیم الفطرت انسان آسانی سے یہ نہیں سمجھ سکتا، کہ اس کارخانے میں، اس سلسلہ جمادات وحیوانات و نباتات میں پھر خود انسان ہی کی پیدائش اور اس کے نشو ونما، اور اس کی زندگی کی ساری ضروریات کے مہیا ہونے میں اس دنیا کے اندر جو اعلیٰ انتظامات ہوتے رہتے ہیں، اُن میں اعلیٰ درجہ کی حکمت اور تدبیر اعلیٰ درجہ کی رحمت وکرم، اور انتہائی قوت اور قدرت

کا پتہ لگتا ہے،

کیسی حکمت و تدبیر جو تمھاری پرورش اور تمہارے نشو ونما کے لئے اس عمدہ انتظام کے ساتھ سیاروں کو چلاتی ہے کہ وہ کبھی ٹکرا کر تمھیں فنا نہیں کرتے ایسے اچھے طریقہ سے تمھارے لئے پانی کا انتظام کرتی ہے کہ سمندر میں حرارت پہنچا کر وہاں سے بخارات اٹھاتی ہے اور پھر اس کو ٹھنڈک پہنچا کر بارش کی صورت میں تم پہ برساتی ہے، پھر وہ بھی اس طرح کہ جس قدر تمھارے لئے ضروری ہی وہ رہ جاتا ہے، اور ضرورت سے زائد دریاؤں کے راستے سے اسی سمندر میں گر جاتا ہے ۲ اس کے علاوہ اس دنیا کی ہر چیز بلکہ ہر ذرہ حکمتوں کا ایک ایک سمندر ہے، جسکی حد تک نہ تم پہنچ سکتے ہو، اور نہ تمھاری محدود قوت عقلی اس کی حقیقت کا پتہ لگا سکتی ہے،

کیسی رحمت اکہ بغیر تمھارے استحقاق کے تمھیں دنیا میں لاکر، ایسے وقت میں کہ تم آپ اپنا کوئی کام نہیں کر سکتے، سب سے پہلے تمہاری غذا کے لئے ایک خوشگوار اور لطیف دودھ کا انتظام کرتی ہے، جسکے مختلف اجزا کو تو تم انیسویں صدی کے سائنس اور علوم کی قوت سے علیحدہ علیحدہ کر کے دیکھ سکتے ہو مگر وہی اجزا اگر تمھیں دئے جاتے ہیں تو پھر کسی طرح اس کو مرکب کر کے دودھ نہیں بنا سکتے، اس کے علاوہ دنیا کا ہر ذرہ تمہارے لئے بلکہ تمام جاندار کے لئے ایک ایک مستقل رحمت کا خزانہ ہے،

کیسی قوت اور قدرت، کیسا ملکوت اور جبروت اکہ اس فضا سے غیر متناہی کے اندر، ان عظیم الشان اجسام کو جن کی عظیم الشانی اور

جن کے طول عرض عمق اور جن کی وسعت کا تمہاری آنکھ احاطہ نہیں کر سکتی ایسے ایسے لاکھوں نہیں کروروں اجسام کو اس فضا میں تھامے ہوئے ہے اور ایسے عمدہ انتظام میں جکڑے ہوئے ہے، جسکی گرفت سے اس نظام کا ایک ذرہ بھی جنبش نہیں کر سکتا، یہ سورج جو ہم سے کروروں میل دور ہے، جو ہمارے مسکونہ زمین سے کئی لاکھ گنا بڑا ہے، اسی عظیم الشان قدرت کے آگے سرنگوں ہے، یہ لہراتا ہوا سمندر تڑپ رہا ہے، اضطراب میں ہے، بیقرار ہے مگر اس کی کیا ہستی کہ اپنے منہ میں جھاگ لا کر زمین والوں پر چڑھ آئے، اس کا پُر رعب تلاطم، جو دیکھنے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب ساری زمین کو نگل جائے گا، کیا مجال کہ اپنے مقررہ حد سے آگے بڑھ جائے، اس کی موجیں بہت کچھ کر سکتی ہیں مگر اس عظیم الشان جبروت کے آگے وہ بھی سر تسلیم خم کیے ہوئے ہے، یہ سر بفلک پہاڑ جو دست بستہ اور خاموش نظر آتے ہیں، یہ ہوا جو کبھی اپنی تیزی میں آکر ملک کے ملک اور قوم کے قوم کو ہلاک کر دیتی ہے یہ ابر و باراں یہ طوفان، سب اسی کبریا کے دربار میں جبین نیاز جھکے ہوئے ہیں، کہ وہ جب چاہے، اور جسطرح چاہے، ان سے کام لے تو کیا یہ حکمت و تدبیر یہ رحمت و کرم، یہ قوت و قدرت ایک حکیم و مدبر، رحیم و کریم قادر و توانا ہستی کی خبر نہیں دیتے، کیا ان باتوں سے صاف یہ نظر نہیں آتا، کہ یہ صفتیں جس ذات کے اندر ہیں وہ یقیناً مادہ اور اس کی حرکت نہیں بلکہ وہ وہی ذات ہے جسے اللہ کہتے ہیں، تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ جسکے ہاتھ میں اس دنیا کی حکومت ہے، درحقیقت وہ خدا بہت برکت والا ہے

اور وہی واحد یکتا ذات ہے کہ یہ سارا عالم اس کی ہر چھوٹی بڑی ہستی، اس کا ایک ایک عظیم الشان جسم اور ہر ہر ذرہ اس کی قدرت کے ہاتھوں میں ہے، اور اسی کی عظمت و جلال، اسی کی کبریا و جبروت کے دربار میں سرنگوں ہے،

(۲) اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ

وہ جسنے موت اور حیات کو پیدا کیا تاکہ وہ آزمائے کہ تم میں سے

اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ،

کون کون عمل میں اچھا ہے، اور وہ زبردست اور بخشنے والا ہے،

تم اگر اس عالم پر، اس کے نظام پر، اور اس دنیا کی تمام چھوٹی بڑی ہستیوں پر غور کروگے تو تم ضرور اس نتیجہ پر پہنچو گے کہ گو اس عالم میں سینکڑوں مستقل اور الگ الگ عالم ہیں، مگر تمہارا تعلق اس عالم کے بڑے اور چھوٹے اجسام سے ہے ۔۔۔ اگر ہے تو یہی کہ تم اس دنیا کے ہر چھوٹے اور بڑے اجسام سے نفع اٹھاتے ہو، اور تم کسی کو نفع نہیں پہونچاتے، اس لئے یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ یہ سارا عالم تمہارے ہی نفع کے لئے بنایا گیا ہے، جب یہ تمام عالم تمہارے لئے ہے تو اب تمہیں یہ دیکھنا چاہئے کہ تم کس لئے ہو، یہ تو ہو نہیں سکتا کہ تمہاری اس عظیم الشان ہستی اور اس اہم خلقت کا کوئی اعلیٰ مقصد نہ ہو کیونکہ تمہارا خالق ایک حکیم و مدبر ہے تو ممکن نہیں کہ اس کا پیدا کیا ہوا ایک ذرہ اور اس کا بنایا ہوا ایک جسم بھی بے غرض یا بے حکمت یا بے مقصد و بے نہایت ہو، بلکہ خالق کی حکمت کا تو یہ تقاضا ہے کہ مخلوق جس قدر افضل اور اعلیٰ اور اہم اور عظیم الشان ہوگی، اس کا

مقصد اور غایت بھی ویسا ہی اہم اور اعلیٰ اور عظیم الشان ہوگا، پس جب ساری دنیا انسان کے لئے ہے تو ضرور انسان خدا کے لئے ہونا چاہیئے یعنی اس کی زندگی کا مقصد اعلیٰ صرف اس قادر و توانا اس کبریا و جبروت والے آقا کی تسبیح و تقدیس، اس کے آگے سر تسلیم خم کرنا اور اس کے درگاہ عظمت میں جبین نیاز ٹیک دینا ہے انسان کا یہی کمال ہے، اور اسکی زندگی کی کامیابی اور فلاح اور بہبودی کا یہی مطلب ہے کہ وہ اپنی ساری زندگی اسی قادر و توانا کی یاد میں گذارد ہاں چونکہ انسان بنایا گیا ہے چونکہ وہ مدنی الطبع ہے، اس لئے اس کو اپنی زندگی بسر کرنے کے لئے ضرورت ہے، کہ انسان کی آبادی میں رہے سب کے ساتھ ملکر اپنی زندگی کی ساری ضروریات آسانی کے ساتھ مہیا کرے، اور جب وہ اسطرح رہنے پر مجبور ہے، تو ضرور ہے کہ اس کے لئے لوگوں کے ساتھ مل کر رہنے کے قوانین مقرر کئے جائیں یہی قوانین ہیں، جن سے انسان اپنی تہذیب و معاشرت تمدن و سیاست کو اعلیٰ اور عمدہ پیمانہ پر مکمل کر سکتا ہے اور اسی تمدن اور اجتماعی زندگی کی وجہ سے انسان کا دوسرا اہم اور اعلیٰ فرض یہ ہے کہ مخلوق کے ساتھ نرمی اور محبت اور ہمدردی کا برتاؤ کرے کیونکہ جب ہر انسان سمجھے گا کہ یہ میرا فرض ہے تو کم از کم وہ مخلوق کو ناحق ستانا یا ایذا پہونچانے سے پرہیز کریگا، اور جب وہ ایسا کریگا تو یقیناً دنیا کے امن کو اس سے بڑی تقویت پہونچے گی، اور پھر انسان کو اپنے پہلے اعلیٰ فرض کے پورے کرنے میں اطمینان و سکون نصیب ہوگا مذہب نے جو مالی یا بدنی عبادتیں مقرر کی ہیں، یا جو اخلاقی اور معاشرتی

تمدنی و سیاسی قوانین اور احکام مقرر کئے ہیں، وہ سب انہی دونوں مقصدوں کو پورا کرنے کے لئے ہیں،

تو دراصل انسان کی زندگی صرف اس لئے ہے کہ وہ عمدہ طریقے کے ساتھ اپنے اس اعلیٰ مقصد کو پورا کرے، اور جو جو قوتیں اسے خدا نے دی ہیں انھیں اچھے طریقے پر استعمال کرے، اور ان قوتوں سے اسی طرح کام لے جس طرح خدا نے ہدایت دی ہے، کیونکہ اگر وہ اپنی فطری قوتوں کو ذرا بھی بے جا صرف کریگا یا ایک آدھ انچ بھی وہ فطری راہ سے ہٹے گا تو اصل مقصد میں یقیناً خلل واقع ہو جائے گا، اسی لئے جتنے ایسے کام ہیں کہ ان سے دنیا کے عمدہ نظم و نسق میں ہرج واقع ہو، یا جو کام اس اعلیٰ فطرتی انتظام میں خلل انداز ہوں، وہ سب برے ہیں اور ان ہی کو مذہب نے حرام یا گناہ قرار دیا ہے، اور جو کام ایسے ہیں کہ ان سے دنیا کے فطرتی نظم و نسق میں مدد ملے، وہ سب اچھے ہیں اور ان ہی کو عمل صالح کہا جاتا ہے، پس دنیاوی زندگی کا مقصد صرف یہی ہے کہ ان عمدہ کاموں کے ذریعہ سے انسان اپنے فطرتی کمال تک ترقی کرے، اور جہانتک بڑھنے کی اس میں استعداد ہے، ان عمدہ کاموں سے اپنی انسانیت کو تقویت پہنچکر وہاں تک پہنچے، — اس کے بعد پھر موت ہے، اور وہ اس لئے ہے کہ اس زندگی میں جو شخص باوجود، مختلف آب و ہوا مختلف جماعت و گروہ کے گوناگوں خیالات اور مختلف خارجی اثرات سے متاثر ہونے کے بھی یہاں کے امتحان میں کامیاب ہوا، اور اپنی زندگی کے مقصد کو نہ بھولا، اسے وہاں اس کامیابی کا عمدہ

پھل ہے، اور جو یہاں رہ کر زندگی کو قائم رکھنے کے اسباب اور وسیلوں میں اس طرح غرق ہو گیا کہ اصل مقصد کو فراموش کر بیٹھا اور ناکامیاب رہا، اس کو اس کی غفلت اور زیادتی اور قانون شکنی کی سزا دی جائے، کبھی کوئی انسان مر کر یا زندگی میں یا کسی حالت میں اس خدائے علیم و قادر کی دسترس اور گرفت سے باہر نہیں ہو سکتا وہ کسی وقت اور کسی حالت اور کسی آن میں اس خدا کی حکومت اور جبروت سے علیحدہ نہیں ہو سکتا، وہ جب چاہیگا، اور جس طرح چاہے اس زندگی کے اعمال کی جزا یا سزا دیگا، البتہ اس کی شان غفاری قہاری پر غالب ہے اس کی رحمت اس کے غضب سے زیادہ ہے

تدبیر و حکمت سے خدا کی ہستی کا ثبوت

(۳) اَلَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا، مَا تَرٰی

وہ جس نے اوپر نیچے سات آسمان پیدا کئے، تو خدا

فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ

رحمان کے بنانے میں کوئی کسر نہ دیکھے گا، ایک نظر دوڑا

تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ (۴) ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ

کیا تو کوئی بدنظمی دیکھتا ہے، پھر دوبارہ نظر دوڑا، تیری نظر

یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌ

ذلیل ہو کر اور تھک کر واپس ہو جائیگی ۔۔۔

اس عالم شہادت پر غور کر چکے اور اس مجموعۂ کارخانۂ عالم پر ایک اجمالی نظر ڈال چکے تو اب ایک خاص مخلوق کو دیکھو، اور اس عالم کی کروروں غیر متناہی، بے حد، اور ان گنت اجسام اور ذرات میں

صرف آسمانوں کی دنیا کا مطالعہ کرو، اور ان سیارات پر، ان کی عظیم الشان اجسام پر، ان کے خارج از شمار تعداد پر پھر ان کی گوناگوں حرکتوں پر، اور پھر ان حرکتوں کے مختلف آثار و نتائج پر غور کرو، اور اس کے عمدہ اور کامیاب نظم و نسق کو تعجب کی نظروں سے دیکھ کر انسانی انتظام سے اس کا مقابلہ کرو، دنیا کے عمدہ اور منتخب اور ترقی یافتہ دماغوں نے اپنے اپنے عہد میں جو اختراع اور ایجاد کیئے ہیں، یا علم اور عقل کی ترقی نے اعلیٰ ترین فلسفی کارنامے دکھا کر دنیا کو محو حیرت بنا دیا ہے، ان کاموں کو دیکھو اور مثال کیلئے موجودہ زمانہ کے علوم جدیدہ کی بدولت جو، ریل، تار، ڈاک، ہوائی جہاز وغیرہ وغیرہ عالم وجود میں آئے ہیں، ان کاموں کا اور ان کے اعلیٰ ترین انتظامات کا ان سیاروں کی دنیا کے نظم و نسق سے مقابلہ کرو، تو تم کو حیرت ہوگی، جب دیکھو گے کہ یہ انسانی انتظامات باوجود وہ نہایت ترقی یافتہ دماغوں کے طے کردہ ہیں ہمیشہ نہیں تو کبھی کبھی ضرور ناکام رہ جاتے ہیں، ریل ٹکرا جاتی ہے، اور سب سے زیادہ وقت کی پابندی کے ساتھ چلنے والی ریل جسے ڈاک گاڑی کہا جاتا ہے، وہ بھی بسا اوقات اپنے مقررہ وقت سے ٹل جاتی ہے، تار کا سلسلہ ذراسی آندھی یا ابر و باران سے خراب ہو جاتا ہے، غرض یہ کہ انسانی کوئی انتظام ایسا نہیں جو ہمیشہ مقرر کردہ اصول اور قانون پر ٹھیک اترے، اور انسان کا تجویز کردہ انتظام کس طرح برابر مقررہ اصول و قانون یا مقررہ اوقات پر ٹھیک اتر سکتا ہے، جبکہ خود انسان کی حرکت و سکون، اس کی رفتار و گفتار، اس کے اعمال و

افعال اس کی صحت و مرض اور انتہا یہ کہ اس کی ہستی و نیستی خود اس کے انتظام اور اس کے قانون اور اس کی قوت اور قدرت کے احاطہ سے بالکل باہر اور بالاتر ہے۔

تو پھر ان آسمانوں کی دنیا کا عمدہ انتظام اور ان عظیم الشان اور غیر متناہی سیارات کے کارخانہ کا یہ بہترین نظم و نسق جہیں کوئی کسر، کوئی کمی، کوئی خلل نظر نہیں آتا جس میں مقررہ قانون اور مقررہ اوقات، اور مقررہ حرکات کے اندر کوئی فرق یا کوئی تقدم و تاخر یا کوئی تفاوت نہیں واقع ہوتا تم بار بار اس طرف دیکھو، تم خوب غور کر کرکے، دوربین لگا لگا کر نظر ڈالو تمہاری نظر ماندہ پڑ جائیگی تمہاری آنکھیں دکھ جائینگی، مگر اس انتظام میں تم ذرہ برابر بھی نقصان یا کمی یا خلل یا کوئی کسر نہیں دکھا سکوگے۔ تو کیا یہ کبھی غلط نہ ہونے والا انتظام زوروں کی آواز میں پکار کر اس بات پر شہادت نہیں دے رہا ہے کہ یہ انتظام ایسی عقل کا طے کیا ہوا ہے جس کے سامنے انسان کی ترقی یافتہ عقلیں، اور انسان کے بہترین اور چیدہ دماغ کی اتنی بھی حقیقت نہیں جتنی ایک قطرہ کی حقیقت ایک عظیم الشان لہراتے ہوئے سمندر کے سامنے ہے، یہی وہ معرکہ ہے جہاں منکرین خدا کے بازو ٹوٹ جاتے ہیں، اور یہی وہ خدائی برق ہے جہاں خدا کو نہ ماننے والوں کے خرمن علم و عقل جل کر خاک سیاہ ہو جاتے ہیں اور یہی وہ زمین ہے، جہاں ان کے پاؤں متزلزل ہو جاتے ہیں، اور بے اختیار زبان سے نکل جاتا ہے کہ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ۔

رحمت خدا کی ہستی کا ثبوت

(۵) وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ،

اور بے شک ہم نے قریب ترین آسمان کو چراغوں سے زینت دی

وہ ہماری (خدا ہی کی) ذات ہے جس نے قریب ترین آسمان کو چراغوں سے زینت دی ہے گو وہ چراغ اور ان کی حقیقت، تم پر محجوب ہے، گو اس کے جسم و جثہ کی اصلی کیفیت پر تمہاری کوتاہ بین نظر یا المعرو قوت عقل احاطہ نہیں پاسکتی، اور گو ان چراغوں کے کثیر اور بے تعداد آثار اور نتائج منافع اور فوائد کی حد تک تم نہیں پہنچ سکتے ہو، تاہم کم از کم ان ہستیوں کا اتنا ظاہر اور کھلا نفع ہر انسان کو معلوم ہے کہ وہ رات کی تاریکی میں خوبصورت قندیلوں کی جگہ کام آتے ہیں، یہ نفع فی نفسہ بہت بڑا نفع ہے جس کی بدولت نہ صرف روشنی پہنچتی ہے، بلکہ عظیم الشان اور لکھو کھا میل لمبے چوڑے سمندروں میں جہاز رانی جو ہوتی ہے وہ بھی ان ہی ستاروں کے ذریعہ ہوتی ہے، آج قطب نما وغیرہ نو ایجاد چیزیں ہیں جن سے جہاز رانی میں بڑی مدد ملتی ہے مگر جب سے دنیا کی عمر ہے اور جب سے دنیا میں جہاز رانی کا سلسلہ شروع ہوا ہے یہی آسمانی چراغ قطب نما کا بھی کام دیتے تھے اور آج بھی یہ آسمانی قطب نما اس نو ایجاد قطب نما سے ہزار درجہ عمدہ اور صحیح راہ کی طرف ہدایت کرتے ہیں، یہ قطب نما بعض اوقات بگڑ بھی جاتا ہے مگر وہ آسمانی راہ نما نہ معلوم کب سے اور نہ معلوم کب تک اسی طرح راہنمائی کے

رہیں گے جس طرح آجتک کرتے آرہے ہیں، بظاہر کو ستاروں کی اس خدمت کی کوئی اہمیت ذہن میں نہیں آتی مگر جہازرانی اور اس کے بیشمار عظیم الشان فوائد اور خصوصاً موجودہ عہد ترقی کے اندر حکومت اور تجارت ملک جو گہرا تعلق ہے اس پر غور کرو اور پھر دیکھو کہ دنیا کی تجارت میں جہازرانی کا کس قدر ہاتھ ہے تو تم کو جہازرانی کی اہمیت پوری طرح معلوم ہوگی، آج یورپ اور ایشیا اور امریکہ اور افریقہ کی دوری جو کلکتہ اور بمبئی اور دہلی اور لاہور کی مسافت سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی، وہ صرف موجودہ زمانہ کی ترقی یافتہ جہازرانی کی بدولت ہے،

یہ ان خاموش ستاروں کی وہ ظاہر خدمت ہے جسے ہر انسان آسانی سے سمجھتا ہے، اس سے آگے بڑھکر یہ کہ دنیا کے مختلف موسم رات دن، سردی گرمی، ابر و بارش، وغیرہ پر ان ستاروں کا کیا اثر ہے، غلہ اور نباتات بلکہ خود حیوان اور انسان پر براہ راست یا بالواسطہ ان ستاروں کی حرکتوں کا کیا اثر پڑتا ہے اگر اس پر غور کرنا چاہو تو لاکھوں انسان کی زندگیاں ختم ہو جا سکتی ہیں مگر یہ سلسلہ تحقیق کبھی ختم نہیں ہو سکتا، تو دراصل دنیا کا یہ کارخانہ ایک دریائے رحمت ہے، نباتات کے حق، حیوان اور خود انسان کے حق میں تو کیا یہ ہستیاں جو قوت قدرت حکمت و تدبیر اور رحمت و کرم سے لبریز ہیں اسی ایک رحیم و رحمان خدا کی خبر دے رہی ہیں، جس نے ہم کو اور تم کو بلکہ ساری کائنات کو بلا کسی استحقاق کے دنیا میں موجود کیا اور پھر ساری ضرورتوں کو بلا وجہ مہیا کر دینے کے لئے دنیا میں ذرائع بات

کر دیئے ہیں، اور جو ہماری ہر طرح کی غلطیوں، نافرمانیوں، بداعمالیوں اور سرکشیوں کو دیکھتا ہے، مگر ہماری زندگی کی ضروریات کے دروازے کو اپنی بے حد بے پایاں رحمت وکرم کی وجہ سے ہم پر بند نہیں کرتا،

وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ

اور بنائے ہم نے ان کو شیطانوں کے لیے روک کا ذریعہ

مگر ہاں جس طرح ایک رحیم اور منصف حاکم کے رحم وانصاف کا تقاضا ہے کہ مظلوم کو خوش کرے اور ظالم و سرکش کو سزائیں دے اسی طرح اس رحمان اور رحیم مطلق کی رحمت بھی اگر اچھے لوگوں کو اور نیکوکاروں کو انعام اور بخشش سے نوازتی ہے، تو اس کے ساتھ ہی سرکش اور ظالم انسان کو عذاب و مصیبت میں مبتلا کرتی ہے کہ یہی رحمت وکرم کا تقاضا ہے، رحمت کے یہ معنی نہیں کہ ظالم اور سرکش کے ساتھ عمدہ سلوک کر کے ان کو جری اور ڈھیٹھ بنا دیا جائے جس سے وہ مطمئن ہو کر کمزوروں کو ستائیں۔

نکوئی با بداں کردن چناں ست کہ بدکردن بجائے نیک مرداں

اگر ایک طرف وہ رحیم مطلق اپنے بندوں کو ان ستاروں سے روشنی پہونچاتا ہے تو دوسری طرف شیاطین اور شریر مخلوق کو ان ہی ستاروں سے روکتا ہے اور بسا اوقات شہاب سے یعنی وہ ٹوٹنے والے ستارے جو عموماً رات میں گرتے ہوئے نظر آتے ہیں ان سے انھیں سزائیں دیتا ہے، اور جب یہ شیاطین آسمان یعنی روحانیات کی دنیا کی طرف قدم بڑھانا چاہتے ہیں تو یہی ستارے ان کے لیے رکاوٹ ہو جاتے ہیں،

باقی رہی یہ بات کہ یہ ستارے کس طرح رکاوٹ ہوجاتے ہیں یا کہ گرنے والے ستارے کیونکر ان کے لئے باعث سزا ہوتے ہیں، اس کو نہ سمجھنے کی ضرورت ہے نہ ہم اپنی محدود قوت عقلیہ سے طے کرسکتے ہیں، مثلاً ہم اپنی عقل سے اتنا ضرور طے کرسکتے ہیں کہ خدا موجود ہے، خدا کی ضرورت ہے، جنت اور دوزخ موجود ہے قیامت ضرور ہوگی، وغیرہ وغیرہ مگر خدا کی حقیقت جنت اور دوزخ کی مفصل حالت، یا قیامت کی پوری کیفیت ہم نہیں معلوم کرسکتے کیونکہ ان چیزوں کے وجود کو ہم صرف عقلی دلیلوں سے مجبور ہوکر مانتے ہیں، اسلئے جہانتک ضرورت ہے، وہیں تک ہم ثابت کرسکتے ہیں، دنیا کا کارخانہ بغیر ایک خدا کے مانے ہوئے درست نہیں ہوسکتا اس لیے ایک خالق کا وجود ضروری ہے، اسی طرح خدا کے صفات بھی صرف عقلی ضرورت کی وجہ سے ثابت کی جاتی ہیں، اس سے آگے اس کے وجود کی حقیقت یا اسکی کیفیت نہ تو انسانی عقل میں سما سکتی ہے اور نہ اسکی کوئی ضرورت ہے، یہ باتیں ظاہری حواس کے قلمرو سے باہر ہیں، البتہ جو چیزیں حواس ظاہری کے سرحد میں ہیں، ان کے اندر یہ ممکن ہے کہ جتنی کیفیتیں ہم کو آج معلوم ہیں کل اس سے زیادہ معلوم ہوجائیں، یہ ممکن ہے کہ کوئی ایسا دوربین ایجاد ہوجائے جس سے کروڑ میل دور کی چیزیں صاف نظر آنے لگیں تو آسانی کے ساتھ آفتاب کے جسم کی مفصل حالت اور اسکی حقیقت ہمکو معلوم ہوسکتی ہے،

اسی طرح شیطان، فرشتہ وغیرہ کی ہستی کا پتہ ہم کو

عقلی دلیلوں سے ملتا ہے، اب ان کی مفصل حقیقت اور ساری کیفیت
چونکہ اس کے معلوم ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اس لیئے کوئی دلیل
بھی اس پر قائم نہیں ہو سکتی نہ ان کی مفصل حالتوں اور کیفیتوں کو
مذہب کے عقائد اور اصول سے کوئی تعلق ہے، اگر اس قسم کا کوئی ذکر
قرآن میں آجائے تو ہم اس کو اس کے ظاہری معنوں میں تسلیم
کر لینگے، اور صرف اس وجہ سے کہ ہماری عقل اس کی حقیقت نہیں
سمجھ سکتی، ہم اس کے وجود سے انکار کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتے
ہاں اگر کسی مستقل عقیدہ یا کسی مذہبی اصول کا دعوی پیش کیا جائے
تو وہ بلا دلیل نہ قابل تسلیم ہے، اور نہ اس پر کوئی عقل انسانی
مجبور کی جا سکتی ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن نے کوئی عقیدہ یا کوئی
مذہبی اصول اس غیر معقول طریقہ سے پیش نہیں کیا،

شیطان کی مجمل حقیقت

شیطان عموماً ہر اس قوت کا نام ہے جو انسان کو اس کے
فطری کمال تک پہنچنے کے راستے میں رکاوٹ پیدا کرے، خواہ وہ
انسان ہو یا حیوان یا کوئی اور مخلوق، اور خصوصیت کے ساتھ
شیطان اس ذی عقل کو کہتے ہیں، جو ہمارے ظاہر حواس کی
پہنچ سے بالا ہے اور محض شر و فتنہ سے پر ہے، اس کا وجود اسطرح
ثابت ہوتا ہے کہ دنیا کے اندر ہر چیز کے لئے ایک خاص جگہ اور
خاص طبعی مکان ہے، ہوا، آگ، پانی، مٹی، ہر ایک کے لیئے الگ
الگ مکان ہے، ہوا کے مکان میں صرف ہوا ہی ہے، پانی کا مکان

میں صرف ہوا ہی ہے، پانی کے مکان میں صرف پانی، اور مٹی کی جگہ صرف مٹی، ان چیزوں میں سے اگر ایک دوسرے کے مکان میں لے جائی جاوے تو وہ اس کا اصلی وطن نہ ہوگا، اور نہ وہ خود اپنی حرکت سے جا سکیگی بلکہ اس کو قسری حرکت کہا جائےگا، اور وہ ہمیشہ اپنے اصلی وطن واپس آجانا چاہیگی، ہوا کی جگہ پانی کے اوپر اور مٹی کی جگہ پانی کے نیچے ہے، اگر پانی یا مٹی کو ہوا پر پھینکو تو جب تک بیرونی قوت کا اثر رہے گا وہ ہوا پر رہیگی اور جہاں وہ بیرونی قوت زائل ہوگی، فوراً وہاں سے واپس آجائے گی ہوا کو بہ زور پانی کے اندر داخل کرو باہر نکل آئے گی، اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہر چیز کا وطن اور طبعی مکان الگ الگ ہے، آگ اور پانی کو ایک ساتھ دیکھو تو سمجھ لو کہ یا تو دونوں یا ان دو میں سے ایک ضرور اپنے اصلی وطن سے ہٹا کر لایا گیا ہے، حیوانی جسم کے اندر مختلف آثار دیکھ کر ہم یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ یہ جسم ہوا، پانی، مٹی، آگ وغیرہ کا مجموعہ ہے۔ تو اب ظاہر ہے کہ یہ مختلف چیزیں جو ایک جسم میں مجتمع ہیں۔ یقیناً یہ جسم ان سب کا اصلی وطن اور طبعی مکان نہیں، بلکہ یہ عارضی مقام ہے، اور یہ مختلف چیزیں اپنے اپنے وطن سے لاکر یہاں اکٹھا کر دی گئی ہیں، اور جب یہ جسم فنا ہوگا تو سارے اجزا اپنے اپنے اصلی مقام میں چلے جائنگے، اب اس طرح انسان کے اخلاق و اعمال پر غور کرو اسکی مختلف جسمانی کیفیت کی طرح مختلف روحانی کیفیت بھی نظر آئیگی، نیکی اور بدی دونوں ایک انسان کے اندر مجتمع پاؤ گے، بھلائی اور برائی دونوں کا مجموعہ تم ایک انسان کو دیکھو گے جس سے تم کو یقیناً اس نتیجہ پر پہونچنا پڑیگا کہ انسان بھلائی اور برائی دونوں کا اصلی وطن نہیں، کیونکہ ایک جگہ ایک ہی چیز کا طبعی مکان ہو سکتا ہے

اس لئے ضرورت ہے بھلائی اور برائی کا دو وطن الگ الگ ہو، بھلائی کی طبعی مکان میں برائی ذرہ برابر نہ ہوگی، اور برائی کے اصلی مکان میں بھلائی ذرہ برابر نہ ہوگی، اس لئے ہم کو مجبور ہو کر دو ایسی مخلوق کو تسلیم کرنا پڑے گا جن میں سے ایک صرف نیک ہی نیک ہو جسے قرآن ملائکہ یعنی فرشتہ کہتا ہے اور دوسری صرف بری ہی بری ہوگی۔ جسے قرآن شیاطین کہکر پکارتا ہے، انسان ان دونوں کا معجون مرکب ہے، اور یہی وجہ ہے کہ وہ اگر باوجود اس کے اپنی زندگی کامیابی کے ساتھ گذارے تو اس کے لئے نہایت شاندار انجام ہے۔

جنت اور دوزخ کا بھی یہی فلسفہ ہے، اور ہم انسان ہی کی اندر آرام اور تکلیف، رنج و راحت دونوں متضاد کیفیتوں کو اکٹھا دیکھ کر اس فیصلہ پر مجبور ہو جاتے ہیں، آرام اور تکلیف کا الگ الگ دو اصلی وطن مستقل ہے جہاں سے یہ دونوں لائے گئے ہیں، اور دنیا کے اندر ایک ہستی اور ایک مقام میں مجتمع کر دئے گئے ہیں، یہ ایک نہایت ظاہر اور صاف دلیل ہے اور اس پر جب قدر غور کیا جائے، زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔

وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ

اور ان کے لئے ہم نے دہکتی ہوئی آگ کا عذاب مقرر کر رکھا ہے۔

اور صرف یہی نہیں کہ جب وہ ساہر روحانیات کی طرف قدم بڑھانا چاہتے ہیں تو انھیں روک دیا جاتا ہے، بلکہ ان کے لئے ایک دائمی عذاب ہے اور ان کی انتہا دوزخ کی طرف ہوگی جہاں ان کی سرکشی اور ان کا تمرد و طغیان دہکتی ہوئی آگ کی صورت میں ان کی تواضع کے لئے موجود ہوگا۔

(۶) وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ؕ

اور جن لوگوں نے اپنے رب کا انکار کیا ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے

وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (۷) اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا

اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ جب یہ اس میں ڈالے جائینگے تو اس کے لیے ایک

شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ (۸) تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ

چیخ سنینگے اور وہ جوش مارتا ہوگا۔ قریب ہوگا کہ غصہ سے پھٹ جاوے

كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ

جب اس میں کوئی جماعت ڈالی جاویگی تو اسکے چوکیدار انسے پوچھینگے کیا تمہارے

یہ سزا اور یہ عذاب کچھ شیطان ہی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ موت اور حیات کے پیدا کرنے کا مقصد یہی ہے کہ اچھے اور برے کا اچھا اور برا انجام ہو، اور جتنے لوگ ایسے ہیں کہ انھوں نے اپنی زندگی میں خدا کو نہ پہچانا یا پہچان کر اس کے نافرمان اور ناشکرے بنے رہے، اور اس کے حقوق جو ان پر تھے پورے نہ کیے یعنی اپنے فرائض سے غافل رہے ان سب کا ٹھکانا نہایت برا ہوگا، انہیں آخرکار جہنم میں داخل ہونا پڑے گا جب وہ اس میں ڈالے جائینگے، تو وہ اس جہنم کے اندر ایک شور و غوغا اور ایک جوش اس کی آگ میں پائینگے، اس کی بھڑکتی ہوئی آگ اور دہکتا ہوا شعلہ دیکھ کر یہ محسوس کرینگے کہ جہنم مارے غصے اور غضب کے پھٹ پڑیگی جب کوئی جماعت اس جہنم میں ڈالی جائیگی تو اس جہنم کے اوپر جو فرشتے مامور ہونگے وہ ان لوگوں سے پوچھینگے کہ کیا تمہارے پاس دنیا میں خدا کی طرف سے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ کیا تمہارے پاس کوئی نصیحت کرنے والا اور اس زندگی کے اچھے اور برے انجام کی خبر دینے والا

خدا کی طرف سے نہیں بھیجا گیا تھا ؟"

(۹) قَالُوْا بَلٰی قَدْ جَآءَنَا نَذِیْرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا

وہ کہینگے کیوں نہیں ہمارے پاس ڈرانے والا ضرور آیا تھا پھر ہم نے جھٹلایا

مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ كَبِیْرٍ

اور کہا کہ اللہ نے کوئی چیز نہیں اتاری تم تو محض ایک بڑی گمراہی میں ہو،

(۱۰) وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِیْٓ

اور کہینگے کہ اگر ہم سنتے ہوتے اور عقل رکھتے ہوتے تو ہم دوزخیوں میں

اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ (۱۱) فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ

نہ ہوتے ، تو وہ اپنے گناہ کا اقرار کرینگے

فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ،،،،،،،

پس لعنت ہے دوزخ والوں پر ،،،

وہ لوگ کہینگے کہ ہاں ڈرانے والا تو ضرور آیا تھا مگر ہم نے اپنی سرکشی اور تمرد کی وجہ سے انھیں جھٹلایا اور ان سے کہا کہ خدا نے کچھ نازل نہیں کیا ہے، تم لوگ خود گمراہ ہو اور پیغمبری کا دعویٰ کرتے ہو، اے کاش! دنیاوی زندگی میں ہم اپنے کانوں سے ان پیغمبروں کی باتیں سنتے اور مانتے، اے کاش! ہم اپنی عقل سے غور کرکے ان کی باتوں کی قدر و قیمت پہچانتے، اور اس پر عمل کرتے تو آج یہ روز بد دیکھنا نہ پڑتا اور نہ جہنم میں جانا پڑتا بہر حال جس طرح دنیا میں پیغمبروں کو بھیج کر ان پر حجت پوری کر دی گئی، اسی طرح قیامت کے دن جہنم میں داخل کئے جانے کے وقت بھی ان پر حجت پوری کر دی جائیگی اور صاف طور سے ان سے اقرار کرالیا جائیگا کہ وہ بے شک

مجرم ہیں، اور گنہگار ہیں، تاکہ کسی طرح کا عذر نہ باقی رہے۔ تو ایسے اقراری مجرموں پر جن کا ٹھکانا دوزخ ہے، افسوس ہے اور صد افسوس۔"

(۱۲) اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ لَهُمْ

بے شک جو لوگ غائبانہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں

مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِیْرٌ

انکے لئے مغفرت اور بڑا اجر ہے،

جس نے موت اور حیات کے سلسلہ کا مقصد پہچان کر اس دنیا میں عمل و محنت میں زندگی گذار کر، اور باوجود اس دنیا کے ہزاروں خارجی موانع اور مخالف اثرات کے اس اپنی زندگی کے اصل مقصد کو ہاتھ سے نہ دیا اور کسی حال میں خدا کو دل سے نہ بھولا ہمیشہ برے انجام اور خدا کے مقرر کردہ عذاب سے خائف و لرزاں رہا صرف لوگوں کو دکھانے کیلئے نہیں بلکہ تنہائی میں، پردہ میں، اور صیغۂ راز میں بھی اس کو خدا کا ویسا ہی دھیان رہا جیسا ایک انسان کو رہنا چاہیئے، تو اس کے اس خلوص، اس سچائی اور مقصد شناسی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کی اس کامیاب زندگی کا ضرور ایک شاندار عمدہ نتیجہ خدا کے یہاں ہوگا۔ کیونکہ بہت لوگ ہیں جو انسان کے ڈر سے مجمع میں خدا کا خوف اور اس کی یاد ظاہر کرتے ہیں، لیکن دراصل وہ خدا سے نہیں ڈرتے بلکہ خدا کی پیدا کی ہوئی مخلوق سے ڈرتے ہیں، جو اس لئے نہیں کہ ان سے ڈرا جائے (علم خداوندی سے قیامت کا ثبوت)

(۱۳) وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ

"اور خواہ تم اپنی بات چھپاؤ یا آشکارا کرو ،،،،

إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ

وہ تو سینوں کے اندر کی باتوں کی خبر رکھتا ہے

مگر اسے وہ لوگو جو اس ریاکاری میں مبتلا ہو، اور جن کو اچھے کاموں پر آمادہ کرنے والا یا برے کاموں سے روکنے والا صرف انسان کی تعریف اور مذمت کا خیال ہو، جو اپنے دل میں خوف رکھتا ہو مگر خدا کا نہیں بلکہ انسان کا اور جو ظاہر میں نہایت نیک ہو مگر پوشیدگی میں نہایت برا، ایسے لوگ نہایت کم بخت ہیں اور وہ سخت غلطی میں مبتلا ہیں اور نہایت ٹیڑھی راہ چل رہے ہیں، ان پر واضح رہے کہ خدا جس طرح تمھاری ظاہری اور کھلی باتوں کو جانتا ہے، اسی طرح تمھاری پوشیدہ اور صیغۂ راز کی بھی ساری باتیں اس پر برابر ظاہر ہیں، تمھارے کام اور تمھاری باتیں تو الگ ہیں، تمھارے دلوں میں جو باتیں گذرتی ہیں اور جن امور کا تم کو صرف خیال آتا ہے، عملی صورت میں تم اب تک اسے نہیں لائے، ان قلبی حرکات کا بھی خدا کو پورا پورا علم ہے، اسلئے تمکو چاہئے کہ جسطرح مجمع میں اور ظاہر میں اپنے کو نیک بنائے رہتے ہو، باطن میں اور پوشیدگی میں بھی ویسے ہی نیک بنے رہو، اور ڈرو صرف اس خدا سے جس کے قبضہ میں تمھارا اچھا یا برا انجام ہے، کیونکہ اسکو حق پہونچتا ہے کہ اس سے ڈرا جائے، جس کے قبضہ میں تمھارا وجود تمھارا عدم تمھارے زندگی کی ساری ضروریات، تمھاری کامیابی اور تمھاری ناکامیابی اور انتہا یہ کہ تمھارا اچھا یا برا انجام ہو۔

أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۝

کیا جسنے پیدا کیا وہ نہیں جانتا ہے حالانکہ وہ لطیف ہے وہ خبیر ہے۔

جس کو اس میں شبہ ہو کہ خدا چھپی اور ظاہری باتوں کو کس طرح جانتا ہے
کھلی باتیں تو خیر ظاہر ہیں ہی، جو باتیں کہ مخفی ہیں ایک شخص کرتا ہے اور
دوسرے شخص تک کو خبر نہیں ہوتی اس کا علم خدا کو کس طرح ہوتا ہے
تو ایسے شخص کو چاہئے کہ پہلے خدا کی صفات پر غور کرے، اور دیکھے کہ
اس سے اور خدا سے کس قسم کا تعلق ہے، خدا کو اس سے صرف ایک
دنیاوی محافظ یا نگران یا حاکم کا ایسا ہی تعلق نہیں جنہیں صرف ان ہی
باتوں کا علم ہو سکتا ہے جنہیں وہ خود دیکھیں یا سنیں، یا دوسروں کے
ذریعہ سے انہیں خبر ملے، اور جو کام اس طرح کئے جائیں کہ کوئی انسان
اس پر مطلع نہ ہو سکے ایسے کاموں کی خبر دنیاوی حاکموں کو نہیں ہو سکتی
یا جو خیالات دل میں پوشیدہ ہیں جو ارادے اب تک احاطۂ عمل میں
نہیں آئے ایسی باتوں پر آگاہ ہونا دنیاوی نگرانیوں کی قدرت کے احاطہ
سے بہت باہر ہے یہی وجہ ہے کہ سینکڑوں مجرم ایسے ہیں جو خلاف قانون
سلطنت سینکڑوں جرم پردہ میں اور پوشیدگی میں کرتے ہیں، یا
سینکڑوں ایسے ہیں جو نہ صرف قانون کے خلاف بلکہ انسانیت کے خلاف
خیالات اور ارادے دل میں رکھتے ہیں، مگر دنیاوی حکومت کے اشخاص ایسے
مجرموں کا سراغ لگا سکتے ہیں اور نہ ان کو گرفتار کر کے سزا دے سکتے ہیں،
مگر ایسے بد باطن انسان کو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ خدا کو تعلق انسان کا ایسا
بیرونی اور سطحی نہیں ہے، جو تعلق اس کی روح کو اس کے بدن سے ہے
خدا کا تعلق اس سے اس سے بھی زیادہ گہرا ہے، خدا صرف اس کا محافظ
اس پر نگراں، اس پر حاکم حقیقی ہی نہیں بلکہ وہی خدا اس کا خالق ہے یعنی
پیدا کرنے والا ہے، صرف بنانے والا نہیں جو اجزا کو لے کر مرکب کر دیا کرتے ہیں،

کیونکہ ایسے بنانے والے کو مرکب کے حالات سے کیا واقفیت ہو سکتی ہے،
خود اجزا کے اندرونی حالات سے آگاہی نہیں ہوتی خدا چونکہ ان اجزا کا بھی
پیدا کرنے والا ہے، جس سے اس نے انسان کو بنایا ہے، اس لئے انسان
کے ذرہ ذرہ کے مفصل اور مکمل حالات سے پوری آگاہی رکھتا ہے کیونکہ
جب تک کسی چیز کا علم نہ ہو اس کو عمل میں لانا محال ہے، خدا نے جب
انسان کو اور جن چیزوں سے انسان بنا ہے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے اسلئے
ضرور ہے کہ ان چیزوں کا مفصل اور مکمل علم اس کو ہو یہی وجہ ہے کہ
انسان کے اعمال واقوال تو الگ ہیں اس کے دل کے ارادے اور دماغ
کے خیالات سے بھی وہ پوری طرح واقفیت رکھتا ہے، کیونکہ وہ خدا لطیف
ہے اس کا علم اور اس کی قدرت مخلوق کے ذرہ ذرہ میں سرایت کئے
ہوئے ہے، دنیاوی نگرانوں کی طرح اسکی نگرانی اور حفاظت کا دائرہ صرف
جسم کے بیرونی سطح پر محدود نہیں، اس لئے انسان کو چاہئے کہ خدا کے علم پر
غور کرکے اپنے ظاہر و باطن کو پاک وصاف رکھے، برے کام جو تنہائی میں
کئے جائیں، یا برے ارادے اور برے خیالات جن پر دنیاوی حکومت
بوجہ اپنی کم علمی کے نہ گرفت کرسکتی ہے نہ سزا دے سکتی ہے، خدا سے کچھ
بھی مخفی اور پوشیدہ نہیں تم چھپ کر جو کام کرتے ہو تم اپنے دل میں جو خیالات
پکاتے ہو خدا پر وہ اسی طرح روشن ہیں جس طرح تمھارے وہ کام جو تم مجمع میں کرتے ہو
اگر انسان کو انسان بننے کی ضرورت ہے اور اگر یہ بات صحیح ہے کہ صرف
دنیاوی حکومت کی گرفت انسان کے قول کو، اس کے عمل کو اور اس کے
دل و دماغ کو پاک وصاف بنانے کے لئے کافی نہیں، اس کے ظاہر
باطن کو یکساں با اخلاق نہیں بنا سکتی تو پھر کون ہے جو مذہب کی طرح

سے انکار کر سکتا ہے،

کیا منکرین خدا (اتھیسٹ) کا فلسفہ ایک انسان کو مکمل انسان یعنی انسانی قانون کا پابند بنا سکتا ہے؟ اگر ایسا ہے تو وہ آئیں اور دنیا کے سب سے بڑے منکر خدا کی زندگی دنیا پر پیش کریں ہم بھی دنیا کے سب سے پہلے مذہب کے معلم یا سب سے بڑے مذہب کے معلم کی زندگی پیش کرتے ہیں پھر دنیا کے لوگوں کا فیصلہ پوچھیں کہ قانون انسانیت کے لحاظ سے ان دونوں میں کون انسان کامل کہلانے کا مستحق ہے،

(۲) خدا کی قدرت و حکمت سے قیامت کا ثبوت

بُرے لوگوں کے انجام کے بعد اچھے لوگوں کے انجام کا ذکر کر کے خدا کے علم محیط سے اس بات پر دلیل دی گئی کہ اسے اپنے بندوں کے ہر ہر حرکت و سکون کا تفصیلی علم ہے، اور اس علم کا تقاضا ہے کہ وہ ذات جو عادل اور منصف مالک الملکوت ہے کسی انسانی ہستی کے کسی ذرۂ عمل کو رائگان نہ ہونے دے، بلکہ ہر متنفس کو اس کے نیک و بد اعمال و اقوال کے برابر اس سے نیک و بد نتیجہ دے، تو اب آئندہ آیت میں اس کی قدرت اور حکمت کے، اس کی رحمت و کرم کے چند کرشمے دکھا کر یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ ضرور انسان کو موت کے بعد اس کی طرف جانا پڑیگا اور ساتھ ہی اسکے ڈرایا گیا ہے کہ اے غافل انسانو! صرف آخرت ہی کا عذاب ایسا نہیں جس سے تم کو خائف و لرزاں ہو کر اپنے اصلاح کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے بلکہ تم اپنی اس زندگی کو بھی خدا کے عذاب کی دسترس سے محفوظ اور مامون نہ سمجھ بیٹھو، اس کی کیا ضمانت ہے کہ وہ رحیم و منصف خدا تمہاری بدکرداریوں کی پاداش

تمہی ہم کوشش اور جدوجہد فلسفہ کی ذریعہ ان ہیں کی ہم تحقیق کریں کہ کیا بیان کیا اس سلسلہ علل و
اسباب کو ڈھونڈ نکالنا یافت کرسکی ۔ ان ساری قدرتی ضروریات کا بروقت
فراہم ہو جانا اسی خدائے قادر کی غیر متناہی بخشش و کرم کے
... دریا کی ایک لہر ہے ۔ ساری پیش نظر کائنات کو الگ رکھو صرف
اس کرۂ زمین کو دیکھو جس پر تم چلتے ہو جس پر تم رہ کر اپنی زندگی کے
ساری ضروریات بہم پہونچاتے ہو ۔ اس کو خدا نے تمہارے لئے کس طرح
مسخر کر دیا ہے ۔ تم جس طرح چاہو اس کے ساتھ پیش آؤ ۔ اس کو کھودو
اس میں مکان بناؤ اور سب سے بڑی بات یہ کہ ہر سال تھوڑے سے دانے
تم اس میں ڈال دو اور ایک وافر مقدار غلوں کی اس سے حاصل کر لو
گویا یہ زمین تمہارے لئے غلہ بنانے کی ایک مشین ہے جس کے کل اور
پرزہ سے تم واقف نہیں ہو اور نہ تم اس سے واقف ہو کہ کس طرح
تخم سے ایک پودہ اور پودے سے درخت اگاتی ہے اور درخت
کو اسکے حد کمال تک پہونچا کر اس میں پھول اور پھل لگاتی ہے ۔ تم صرف
اس سے کام لینا جانتے ہو اور وہ کام دیئے جاتی ہے نہ کبھی اس طرح بگڑتی ہے
کہ بیکار ہو جائے ۔ سینکڑوں اور ہزاروں سال گذر جاتے ہیں مگر وہ
تمہاری ایجاد کردہ مشینوں کی طرح نہ مرمت طلب ہوتی ہے نہ گھس کر
از کار رفتہ ہوتی ہے ۔ اور نہ تم اس کی مرمت کیا کر سکو گے کہ اس کی وہ غذا
جسے تم پانی کہتے ہو اس کا بہم پہونچانا بھی تمہارے حد اختیار میں نہیں ہے
پھر ذرا ... کو سمجھئے ... اور دماغ کو اطمینان کے ساتھ غور کرنے دو کہ
وہ خدا ... اور ... دیگر عالم ہم تمہاری پیدائش اور تمہاری ...
... پرورش کا اس ... طریقہ سے انتظام کرتا ہے کس طرح
تمہاری ... عمر کا مقصد بالکل ...

اور نیست ہونے کے لئے چھوڑ دیگا، اس کی یہ حکمت و تدبیر
تمہاری جسمانی پرورش کے ساز و سامان میں نظر آتی ہے صاف باواز
بلند پکار رہی ہے کہ یہ تمہاری ہستی معدوم نہیں ہو سکتی، ضرور تم مرنے کے
بعد اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور اسی کے دربار عدل انصاف میں
تمھیں اپنا آخری اور دائمی فیصلہ سننے کے لئے جمع ہونا پڑیگا،
تو تم اس زندگی کے ساز و سامان میں پڑو اور اس کے دیے ہوئے رزق
میں سے خوب کھاؤ اور خوبصورت دنیا میں منہمک ہو پر اس خدا سے
ذوالجلال سے سرکشی کرنے کی جرأت نہ کرو، اور نہ اس سے رشتہ توڑ کر
اس کے مقرر کردہ عذاب و ثواب سے غافل ہو اور نہ دنیا کی کسی قوت کے
بھروسہ پر اس کی گرفت کے احاطہ سے اپنے تئیں باہر سمجھو،

(۲) ءَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يَخْسِفَ بِكُمُ

کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے جو آسمان میں ہے کہ تمھارے

الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ،

ساتھ زمین کو دھنسا دے اور وہ یکبارگی جنبش کرنے لگے،

اگر تم اپنی اصلاح نہ کرو گے، اور اپنی انسانیت کی اہمیت محسوس کر کے
اپنی فطرتی ذمہ واریوں کو پورا کرنے کی کوشش نہ کرو گے، اور خدائے
قادر کے بتائے ہوئے فطرتی فرائض کو ادا نہ کرو گے تو اس کی کیا ضمانت
ہے کہ وہ تمہیں اس زندگی میں لطف اٹھانے کے لئے چھوڑ دیگا،
کیا وہ زمین جو اس خدا کے دست قدرت کا ہی ایک کرشمہ ناچیز ہے
وہ زمین جسے تمھارے لئے اسی خدا نے پیدا کیا ہے اور جسے تمہارے
لئے اسی نے مسخر کر دیا ہے، اور جو اسی کے حکم سے آج تک

مقررہ خدمتیں انجام دے رہی ہے ۔ اس کے کسی حکم سے سرتابی کی جراءت کر سکتی ہے ؟ کیا یہ آسمان اور یہ بڑے بڑے پہاڑ اور یہ ذخار سمندر جو اپنی اپنی عظیم الشان ہستیوں کے وجود میں اس کے ایک حکم کے شرمندۂ احسان ہیں کسی حالت میں اس کے ارادے کے خلاف حرکت کرنے کی قدرت اپنے اندر رکھتے ہیں ؟ ہرگز نہیں ، پس اگر وہ چاہے تو ایک حکم کے ساتھ اپنی اس زمین کو جس میں تم رہ کر اس سے سرکشی کرتے ہو الٹ دے اور اس کی ساری آبادی کو تہ و بالا کر دے ، پس تم اس زمین میں مغرور نہ ہو ، اور اس کی مقررہ خدمتوں سے فائدہ اٹھا کر اس پر مطمئن نہ ہو جاؤ کہ جب تم جس طرح چاہو گے اس سے کام لو گے ، کیونکہ جس خدا نے اس میں یہ خوبیاں رکھی ہیں وہ آسانی سے جس وقت چاہے اور جس طرح چاہے اسے بدل سکتا ہے ، اور صرف زمین ہی نہیں بلکہ ساری دنیا اسی کے حکم سے اپنے مقررہ کام انجام دے رہی ہے ، اور وہ ہر وقت جب چاہے اسے روک سکتا ہے

(۲) اَمْ اَمِنْتُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یُّرْسِلَ

یا جو آسمان پر ہے اس سے تم بے خوف ہو گئے کہ وہ

عَلَیْکُمْ حَاصِبًا ، فَسَتَعْلَمُوْنَ کَیْفَ نَذِیْرِ

تم پر پتھر برسائے ، پھر تم جان لو گے کہ میرا ڈرانا کیسا ہوتا ہے

یا اس کا تم کس طرح اطمینان ہے کہ وہ آسمان کے اوپر سے تم پر پتھر برسائے ، کیا تم نے پہاڑوں کی آتش فشانی نہیں دیکھی ، کیا تم نہیں جانتے ہو کہ جب پہاڑ آتش فشاں ہو جاتا ہے تو کس قدر

بڑے بڑے پتھر اس سے پھٹ کر توپ کے گولے کی طرح چاروں طرف بہتے ہیں جو سینکڑوں میل آس پاس کی آبادی کو بالکل تباہ اور برباد کر دیتے ہیں، تم اس امر کو ہر وقت پیش نظر رکھو کہ اس دنیا کی ہر ایک عظیم الشان ہستی اور ہر ہر چھوٹے ذرے صرف اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور اسی کے حکم سے موجود ہیں اور اسی کے حکم سے اپنے مقررہ کام کر رہے ہیں اور وہ قادر مطلق وہ مختار کل جس وقت جس طرح جس سے جو چاہے کام لے سکتا ہے، آسمان ہوں یا زمین، آفتاب ہو یا مہتاب، ہوا ہو یا آگ، سمندر ہو یا پہاڑ، دنیا کی کوئی مخلوق کسی وقت یا کسی آن اور کسی لمحہ میں اس کے احاطہ علم و قدرت اور اس کے دسترس سے باہر نہیں، وہ کسی وقت کسی چیز سے غافل نہیں کوئی آن ایسا نہیں کہ دنیا کے عظیم الشان اجسام سے لیکر ایک تنکا تک بھی کوئی اس کی نگرانی سے باہر ہو جائے، جب دنیا اور مافیہا اس کی قدرت اور اختیار اور اس کے علم کے آگے مسخر ہیں تو سمجھو کہ کون چیز ایسی ہے جو اس کے ارادہ یا حکم سے سرتابی کر سکتی ہے؟ کوئی نہیں تو اس کی کیا ضمانت ہے کہ وہ تمھاری بدکرداریوں کو حد سے بڑھتا ہوا دیکھتے ہوئے اور تمھارا وجود دنیا کے لئے مضر سمجھتے ہوئے اپنے پہاڑوں میں سے کسی ایک کو حکم نہ دیگا کہ وہ تم پر آگ اور پتھر برسا کر تمھیں نیست و نابود کر دے اس وقت تم کو اندازہ ہوگا کہ خدا کے قادر نے تمھیں پہلے ہی ....

[illegible]

[illegible]

بنا سکتے ہو، کچھ نہیں کرتے، اور ان دھمکیوں کو بے پروائی کے ساتھ
تمسخر اور استہزا کے قدموں سے ٹھکرا دیتے ہو، اور جب وہ خوفناک
وقت آجاویگا جو ہمیشہ ایسے وقت میں ایسی قوموں پر آتا رہا ہے تو اس وقت
حسرت افسوس کرتے بیٹھو گے، حالانکہ وہ وقت صرف تمہارے رونے
اور سزا پانے کا ہوگا، پس مبارک ہیں وہ ہستیاں جو پہلے سے اپنے
انجام کو سوچ کر اس خداوند کی طرف جھک جائیں، اور وہ کریں جس کے
لیے وہ پیدا ہوئے ہیں، اور وہ نہ کریں جو ان کی زندگی کے اصل
منشا کے مخالف اور ان کی فطری راہ ترقی میں ایک روک ہو،

جزء اعظم اجمالی تاریخی شہادت

وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ (

اور بیشک جو لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے بھی

فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ

جھٹلایا تو میرا عذاب کیسا ہوا؟

دنیا کی تاریخ تمہارے سامنے ہے، اور پچھلی قوموں کے حالات
تمہیں معلوم ہیں کہ جن قوموں نے خدا کے برگزیدہ پیغمبروں کو اور
ان کی پاک تعلیم کو جھٹلایا اور اپنی انسانیت کو پس پشت ڈال کر
حیوانیت اختیار کی، اور بداخلاقیوں کی گندگیوں میں پڑ کر اپنے تئیں
انھوں نے نجس و پلید بنا دیا، اور سرکشی و بدعملی میں وہ اس
حد تک پہنچ گئیں کہ ان کا دنیا میں رہنا دنیا کے لئے ضرر
رساں تھا اور کسی طرح مفید نہ رہا، اور وہ اس مریض اور زہریلے
عضو کے مانند ہو گئیں جس کو اگر کاٹ کر علیحدہ بدن سے نہ کر دیا جائے

تو سارے بدن میں وہ اپنے زہریلے جراثیم کو پھیلا کر تمام بدن کی ہلاکت کا باعث ہو، تو خدا نے انھیں کس طرح تباہ اور ہلاک کر دیا۔ کیا دنیا کی سینکڑوں بڑی بڑی قومیں زمین میں نہیں دھنسا دی گئیں؟ کیا اس روئے زمین کی بہتیری زبردست اور قوی قومیں پہاڑوں کی آتش فشانی سے نہیں ہلاک کر دی گئیں؟ کیا فرعون مصر کی اس قدر زور آور اور متمول اور دنیاوی حیثیت و وجہ کے لحاظ سے نہایت سربرآوردہ قوم غرق نہیں کر دی گئی؟ اور کیا عرب ہی کی پرانی قوموں عاد و ثمود کی تباہی کی ہیبتناک افسانے تمہارے کانوں تک نہیں پہنچے؟ پھر تم ایک لمحہ کے لیے انسان بنکر اپنی قوت فکر سے کام لو، اور سوچو کہ تم بھی دنیا کی قوموں میں سے ایک ہو، کیا وجہ ہے کہ جب سینکڑوں مجرم قومیں اس طرح ہلاک کی جا چکی ہیں تو تم باوجود ان جیسے مجرم یا ان سے بھی زیادہ مجرم ہونے کے زمین پر بسنے کے لیے چھوڑ دیے جاؤ گے اور تمہیں اس قسم کی سزاؤں سے تباہ اور برباد کیا جائیگا؟ اے کاش تم سوچو اور دیکھو کہ ہمارا (خدا کا) عذاب کیسا ہوتا ہے،

(۷) اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَھُمْ صٰٓفّٰتٍ

کیا انہوں نے اپنے اوپر پرندوں کو نہیں دیکھا؟ جو پر پھیلائے ہوتے ہیں

وَّیَقْبِضْنَ مَا یُمْسِکُھُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ

اور روک لیتے ہیں ان کو وہ رحمٰن ہی تھامے رہتا ہے

اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍۢ بَصِیْرٌ

کیونکہ وہ ہر چیز پر نگراں ہے

اگر دنیا کی اندر مخلوقات کی بناوٹ پر غور کرو ان کے اندر جو جو
مضمون نظر آتے ہیں انھیں دیکھو اور خدا کی صنعت کے کرشموں کی طرف
توجہ کے ساتھ نظر ڈالو، تو تم آسانی سے اس نتیجہ پر پہنچو گے کہ برتر خالق
نے ان گنت اور حد حساب سے باہر ایسی ایسی مخلوقات پیدا کی ہیں
جن میں سے صرف ایک کو لیکر اس کی بناوٹ کی حکمتوں اور مصلحتوں پر
غور کیا جائے تو یقیناً غور کرنے والے کی زندگی ختم ہو جائے گی ان حکمتوں
اور مصلحتوں پر نہ کافی طریقہ سے غور ہو سکے اور نہ انھیں کوئی بیان کر سکے
اس کا علم کس قدر وسیع اور غیر محدود اور محیط اور مفصل ہوگا دنیا کی
ان تمام عظیم الشان مخلوقات کو چھوڑو کہ ان کی تمام حکمتوں اور مصلحتوں کو
تم نہ اب تک سمجھے ہو اور نہ سمجھ سکو گے تم ایسی چیزوں کو دیکھو جو تمہاری
نگاہ میں نہایت ادنیٰ اور معمولی چیزیں ہیں پرندوں کی بناوٹ کو دیکھو
ان کے اڑنے پر غور کرو کہ باوجودیکہ وہ بھی تمہاری طرح عناصر سے
مرکب ہیں ان کا جسم بھی تمہاری طرح خاکی ہے جس کو زمین کی کشش
یا دوسرے لفظوں میں مرکز کی کشش اوپر اڑنے نہیں دیتی اور تم
ہوا کی سی ہلکی اور وزنی جسم رکھتے ہو اگر تم ایک چھٹانک کے ڈھیلے کو بھی
پورے زوروں سے پھینکو تو یہ مرکزی کشش اسے بھی اوپر نہ رہنے دیگی
جب تک تمہاری پلک جھپکے گی ادھر وہ دھم سے زمین پر آ رہے گا، پھر وہ
جسم خاکی جسے تم پرندہ کہا کرتے ہو ان کی خلقت کو دیکھو کہ خدا نے
ان کے پروں کی بناوٹ اس طرح کی رکھی ہے کہ وہ منٹوں نہیں بلکہ گھنٹوں
اس فضا کے اندر چکر لگاتے رہتے ہیں اور مرکزی کشش انھیں بھی
ڈھیلے کی طرح گرا نہیں سکتی [illegible]

اور ماننا پڑتا ہے کہ انسانی عقل نے علم میں آج وہ کمال حاصل کیا ہے جو
اب تک کسی زمانے میں نصیب نہیں ہوا تھا مگر تاہم بھی نہیں بلکہ سینکڑوں
انسان دنیا میں ایسے بستے ہیں جو باوجود عقل رکھنے کے اس کے فلسفہ
کو نہیں سمجھ سکتے ہیں اور نہ آسانی کے ساتھ سمجھ سکتے ہیں، تو گو وہ
اسی اصول کے ساتھ بنائے گئے ہیں جو اصول ابھی تک تم اپنے لئے
اس قسم کا کوئی پر نہیں ایجاد کر سکے جسے لگا کر تم بھی اس اصول پر
اڑ سکو، اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اصول جو پرندوں میں واقعی
موجود ہے اس کی حد تک تمہاری عقل نہیں پہونچی ہے، اور نہ کسی
زمانے میں پہنچ سکتی ہے، کیونکہ بالفرض اگر آئندہ زمانہ میں تم نے کوئی
پر انسان کے لئے ایجاد کر بھی لیا [illegible] طرح کا ہوگا جیسا کہ ہوائی جہاز
کے پنکھے ہیں، جو اگر ہر وقت حرکت کرتا رہے تو وہ جہاز اڑ سکتا ہے اور
اگر ذرا بھی ان پروں کی (پنکھوں کی) حرکت موقوف ہو جائے تو وہ
فوراً زمین پر آ رہے۔ مگر خدائی بناوٹ جو پرندوں میں ہے اس کی
حالت یہ ہے کہ وہ پرندے اڑنے کی حالت میں کبھی اپنے پروں کو
پھیلائے ہوئے رہتے ہیں، اور کبھی سمیٹ بھی لیتے ہیں کبھی چلاتے ہیں
اور کبھی روک لیتے ہیں، اور باوجود اس کے مرکز کی کشش انہیں ہمارے
ہوائی جہازوں کی طرح گرنے نہیں دیتی، تو اب انصاف طلب بات ہے کہ جس
ایجاد میں آج بھی باوجود کمال کے بہت سے نقصانات گنے جاتے
ہیں تو جس عالم و حکیم نے ایسی ایسی پر حکمت مخلوقات پیدا کی ہیں،
اس کا علم کس قدر محیط اور غیر متناہی ہوگا، بیشک وہ قادر مطلق،
وہ خالق لازوال، انتہائی اور غیر متناہی علوم کے ساتھ موصوف ہے

اور اس کے علوم کے مقابلے میں نہ صرف اعلیٰ سے اعلیٰ انسانی دماغ کے علوم بلکہ ساری دنیا پر بسنے والوں کے دماغوں کی مجموعی علوم کی اتنی حقیقت بھی نہیں جتنی ایک قطرہ کی حقیقت دنیا کے سمندر کے مقابلے میں ہے اور جب اس کے علم کے کمال کی یہ حالت ہے تو بھلا یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ رحیم اور انصاف ور ہو کر مخلوق کے ذرہ ذرہ عمل کا مفصل علم رکھتے ہوئے انھیں بغیر جزا سزا کے یوں ہی چھوڑ دے اور ان کے مرنے کے بعد ان کی زندگی کا بالکل خاتمہ کر دے، کیا دنیا کا کوئی منصف اور مہربان حاکم اپنی رعایا کے قانون شکن اعمال و افعال کو دیکھ کر ایسے چشم پوشی کر سکتا ہے یا اگر وہ چشم پوشی کرے تو وہ اپنے فرائض کا پورا کرنے والا سمجھا جا سکتا ہے، ہرگز نہیں تو پھر حیف ہے اس انسان کی عقل پر جو خدا پر ایمان رکھتا ہو اس کو منصف و رحیم مانتا ہو، اس کے علم کو مفصل اور غیر متناہی تسلیم کرتا ہو اور پھر قیامت اور آئندہ زندگی کی ضرورت نہ سمجھے،

جس طرح خدا نے یہاں پرندوں کی صنعت عجیبہ سے اپنے علم پر استدلال کیا ہے، اسی طرح سورہ نحل میں بھی ایک جگہ قیامت کو اپنے علم و قدرت سے ثابت کرتے ہوئے پرندوں کی صنعت عجیبہ کو پیش کیا ہے،

کیا انہوں نے پرندوں کی طرف نہیں دیکھا جو آسمان میں مسخر ہیں انہیں اللہ ہی تھامے رہتا ہے بے شک ایمان رکھنے والے لوگوں کے لئے اس میں ضرور نشانیاں ہیں ،،،	اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (نحل رکوع ۱۱)

(د) اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ

یا ایسا کون ہے جو تمہارے لئے لشکر ہو کر

لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؟

اس رحمان کے سوا تمہاری مدد کرے ؟

اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ ،

کافر محض دھوکے میں ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اگر اس قدر کھلی باتیں بھی تمہیں اپنے فرائض کی طرف متوجہ
نہ کریں، اور قیامت کے ہولناک جزا و سزا کا خیال تمہاری اس
سرکشی اور تمرد کے زور کو نہ کم کرے، اور تمہاری نافرمانیوں اور بغاوتوں
کا سلسلہ تو ایسے تو آخر وہ کون سی قوت ہے، جس پر بھروسہ کر کے تم اس
خداوند آگے سے بے خوف ہو، وہ تمہارا کون پشت پناہ ہے جس کی
حمایت کے بھروسے نے تمہیں اس کے عذاب کی ہولناکیوں سے بے خبری
بنا دیا ہے اس خداوند خدائے رحمان کے سوا اور کون سی درگاہ
ہے جس کی مدد کی امید پر تمہیں نہ اپنے برے انجام کا کچھ خوف ہے اور نہ
تم اپنی بد اخلاقیوں کے مہلک نتائج سے کچھ ڈر رکھتے ہو کیا اگر اسی طرح
جس طرح کہ اس کا حکم اور انصاف ہمیشہ سے بد اخلاق قوموں کو
تباہ کرتا رہا ہے، اور جس طرح اس کی یہ مستمر سنت ہے کہ جب کوئی
قوم اپنی انسانیت کو کھو دیتی ہے تو وہ اس پر آسمان سے عذاب
بھیج کر اس کو بالکل نیست و نابود کر دیتا ہے اور جس طرح وہ
روز جزا ایسے تمام برے انسانوں کو دائمی رنج و قلق کے جہنم میں
اوندھے منہ ڈھکیل دے گا، اے بد اخلاق انسانو اگر تمہیں وہ

دنیا میں اُسی طرح تباہ کر دے اور آسمان کے اوپر سے یا زمین کے نیچے سے کوئی عذاب تم پر بھیجے اور قیامت کے دن تمہیں جہنم میں بھیجے جانے کا فیصلہ سنا دے تو تمہارے پاس کون لشکر ہے جو اس کے اُس دن کے فیصلے سے بچا سکے ؟ یا کون سی فوج ہے جو تمہاری حمایت کر کے تمہیں بچا لے ؟ کیا تمہارے یہ دنیاوی تعلقات کچھ کام آسکتے ہیں ؟ کیا تمہاری دنیاوی سطوت اور ثروت یا تمہاری یہ قوت اور تمہارا یہ مال اُس کے فیصلہ کے مقابلہ میں ایک ذرہ برابر بھی تمہیں نفع پہونچا سکتا ہے ؟ ہرگز نہیں اور ہرگز نہیں، یہ محض ایک دھوکہ ہے جس میں تم پڑے ہوئے ہو، اور محض ایک باطل خیال ہے جس نے تمہارے دماغوں میں گھر کر رکھا ہے،

(۲) اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ اِنْ

یا کون ایسا ہے جو تمہیں رزق دے اگر وہ

اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ

اپنا رزق روک لے ؟ بلکہ وہ سرکشی اور گریز کرنے پر اڑے ہوئے ہیں

کیا وہ خداوند خدا لے قادر و توانا اگر تمہاری بداعمالیوں سے ناراض ہو کر تم سب پر کوئی اور آسمانی بلا نازل کرے اگر وہ تمہاری نافرمانیوں سے ناخوش ہو کر تمہارا رزق روک لے اور اپنی زمین کو حکم دے کہ وہ تمہارے لئے کوئی غذا نہ پیدا کرے یا اپنے آسمان کو فرمان بھیجے کہ وہ تم پر بارش نہ برسائے، یا اپنے دریاؤں کو کہے کہ تم سب خشک ہو جاؤ، یا اور کسی طریقہ سے وہ تمہاری ساری دنیاوی معیشت کے اسباب و ذرائع کو تباہ اور برباد کر دے تو تمہارا

کون حامی اور مددگار ہے جو ایسے وقت میں تمہارے کام آئے یا تمہارے پاس کون سی قوت ہے جو اس حالت میں تمہارے لئے کسی رزق کا سامان کر سکے؟ کوئی نہیں، جس طرح وہ خدا اس پر قادر ہے کہ تمہاری زندگی کی ضروریات خصوصاً تمہارا رزق جو تمہیں بڑی آسانی سے مل رہا ہے تم سے روک دے، پھر جب تمہارا خداوند ایسا قادر مطلق ہے کہ تمہیں ہر طرح سے سزا دے سکتا ہے، اور تم اس قدر عاجز اور کمزور ہو کہ کسی حالت میں اس کی قدرت کے احاطہ سے باہر نہیں اور اپنی کسی ضرورت میں اس کے فضل و کرم سے مستغنی نہیں تو پھر ایسا کیوں نہیں ہوتا ہے کہ تم اس کی کبریائی و جبروت کے دربار میں اپنا سر رکھ دیتے ہو، اور ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ تم اپنی تمام قوت عمل اُسی کی رضامندی کے حوالہ کر دیتے ہو، اور پھر جب تمہارا خداوند ایسا رحیم و کریم کہ وہ تمہاری ان سرکشیوں اور نافرمانیوں کے باوجود تم سے درگذر فرماتا ہے، اور اپنی رحمت و کرم سے رزق کا دروازہ تم پر بند نہیں کرتا تو کیوں تم اپنی ساری زندگی اس کے شکر ادا کرنے میں نہیں صرف کر دیتے ہو اور کیوں تمہارے دل اُس کی نافرمانی اور احسان فراموشی کی طرف توجہ کرنے کے لیئے اپنے اندر جرأت رکھتے ہیں؟ واقعی تم سخت سرکش اور ستم دلوگ ہو اور باوجود اس قدر سمجھا دیئے جانے کے بھی اپنی اُسی بدمعاشی اور حق سے گریز کرنے پر ہی اڑے ہوئے ہو،

پس جب خدا تمہارا خالق ہے اور جب اس کا علم کامل ہے اور جزا سزا عقلاً اور نقلاً ضروری ہے تو پھر تم کس قدر غلطی میں ہو جو

اپنے انجام سے بے خوف ہو، اور تم کس قدر ٹیڑھے راستے پر چل رہے ہو
اگر تم بداخلاقیوں میں مبتلا ہو۔ اس دنیا میں فرمانبرداری اور اطاعت
اسی کی بھلائی ہے جس کو ضرر پہنچانے کی طاقت ہو یا اس کی جانب سے
نفع کی امید ہو۔ یہی دفع مضرت اور جلب نفع یہی دو وجوہ ہیں جن کی
بنا پر کوئی کسی دوسرے کی اطاعت کرتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی دیکھو تو سب سے
بڑھ کر اطاعت اور انتہائی فرمانبرداری خدا کی کرنی چاہیے کہ وہ اگر تمہیں ضرر
پہنچانا چاہے تو کوئی طاقت نہیں ہے جو تمہیں ذرا بھی نفع پہنچا سکے
یا اگر وہ تمہارا رزق موقوف کر دے تو کوئی ایسا نہیں ہے جو تمہیں ایک
ذرہ کے برابر بھی کوئی چیز تمہیں دے سکے۔ ان ظاہر اور کھلی باتوں
کے باوجود جو تم اس کے آگے سر نہیں جھکاتے بلکہ دیتے تم خود سوچو کہ تمہارے لئے کس قدر

( ) أَفَمَن يَمْشِي مُكِبًّا عَلَىٰ وَجْهِهِ أَهْدَىٰ

تو کیا وہ شخص اپنے منہ کے بل اوندھا ہو کر چلتا ہے

أَمَّن يَمْشِي سَوِيًّا عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ

وہ زیادہ راہ پر ہے یا وہ شخص جو سیدھا کھڑا ہو کر سیدھی راہ پر چلتا ہے

پس جب قدر ظاہر ہو چکی، اور سارے نشیب و فراز اس طرح کھول کھول
کر بتا دئے گئے تو اب تم خود فیصلہ کر لو کہ تمہارے لئے سیدھا اور کامیابی
کا راستہ پکڑ لینا بہتر ہے یا بداخلاقیوں میں مبتلا رہنا، اپنے
ہاتھ کو ہیں پشت ڈال دینا، خداوند خدائے قادر و توانا کی درگاہ
سے سرکشی کرنا اور اس کی نعمتوں کی ناشکری کرنا، یا پیغمبر کی
اطاعت کر اس کی اتباع کرنا اور اپنے فرائض کو پورا کرنا، اور
اپنی ساری خواہشیں اس خدائے قادر کی مرضی کے حوالے کر دینا؟

تم سوچو کہ جس راہ پر تم چل رہے ہو وہ تمہیں مقصد تک پہونچا دینے
والا ہے یا وہ راستہ جسے تم چھوڑے ہوئے ہو، اگر تم کو پپیتے
چاہئیں تو وہ تم کبھی کڑوے پھل کا بیج بو کر نہیں پا سکتے، اگر تمہارا
مقصد جانب مغرب ہے تو پورب طرف منہ کرکے تم عمر بھر چلو وہاں
نہیں پہونچ سکتے، پس تمہاری مثال بالکل اس شخص کی سی ہے
جو اوندھے منہ ہو کر سر کے بل چلتا ہو کہ وہ کبھی منزل مقصود تک
نہ پہونچے گا، بلکہ وہ پہونچے گا جو سیدھا ہو کر سیدھی راہ پر جا رہا ہے

انسانی ہستی سے اس کے فرائض کا ثبوت

قُلْ هُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ

تو کہہ دے اسی نے تم کو پیدا کیا ہے اور تمہارے لئے

السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ قَلِيلًا مَا

کان اور آنکھیں اور دل بنائے ہیں تم بہت کم

تَشْكُرُونَ

شکر کرتے ہو۔

جب اسی خدا نے تمہیں پیدا کیا ہے اور تمہارے سننے اور دیکھنے
کے لئے کان اور آنکھ اسی نے بنا دیے ہیں اور سوچنے سمجھنے اور
غور کرنے کے لئے دل اسی نے بخشا ہے، تو کیا اب تم یہ نہیں سوچتے
کہ تم کس مقصد کے لئے بنائے گئے ہو، کان تمہیں کیوں دیا گیا ہے؟
آنکھیں کس کام کے لئے تمہیں عطا ہوئیں اور دل کیا غرض سے؟ تم غور کرو کہ
اس دنیا کی مخلوقات کے درمیان تمہارا کیا مقام ہے؟ اور مخلوقات
سے تمہارا کس طرح کا تعلق ہے۔ تم غور کرو گے تو تم آسانی سے [illegible] سمجھ

کے انسان کا کوئی کام حکمت اور مقصد سے خالی نہیں ہوتا اور اگر ہوتا ہے تو اس کام کو لغو اور عبث اور اس کے کرنے والے کو بیوقوف اور بے عقل سمجھا جاتا ہے،

پس جب یہ یقینی ہے کہ انسان کا مقصد ضرور اہم ہے اور یہ بھی یقینی ہے کہ وہ خود دنیا کی تمام مخلوقات کا مخدوم ہے اور دنیا کی کسی چیز کو فائدہ نہیں پہونچاتا تو یہ بھی یقینی ماننا پڑتا ہے کہ وہ یقیناً خدا اور خود انسان کی خدمت کے لئے ہے،

یہی اس کی زندگی کا اہم مقصد ہے کہ وہ خدا کی تسبیح اور تقدیس کرے، اس کے جلال اور جبروت کا نام لیا کرے اور اس کی زندگی اور موت اور اس کی تمام حرکت و سکون اسی خدائے واحد کی رضامندی کے لیے ہو، اس کی مخلوق کیساتھ رحم اور محبت سے پیش آئے، یہی دو اس کے اعلیٰ فرائض ہیں، اور ان ہی کو عمدہ طریقہ سے پورے کرنے کا نام اسلام، یا دوسرے لفظوں میں انسانیت ہے،

مذہب کے تمام اصول اور فروع، تمام اعتقادیات اور اعمال اسی مقصد پورا کرنے کے لیے ہیں کہ (۱) خالق کے ساتھ عمدہ تعلق پیدا ہو اور (۲) مخلوق کے ساتھ عمدہ برتاؤ کیا جائے، اسکو پورا کرنے کی تجویزیں سوچے، اور خدا کے بتائے ہوئے طریقہ پر چل کر آسانی اور کامیابی کے ساتھ منزل مقصود تک پہونچ جانے کے لئے اپنی تمام ماتحت دیکھنے اور سننے وغیرہ کی قوتوں کو چلائے اور اسی کے لئے سننے کی قوت دی گئی جو اس لئے ہے کہ ہر صدائے حق پر لبیک کہے اور ہر راہ سے روکنے والی آواز پر لعنت بھیجے اور پھر بینائی کی قوت ہے تاکہ سیدھے راستے کو

ٹیڑھے راستے سے الگ کرے اور جو قدم رکھے اچھی طرح دیکھ بھال کر رکھے،

پس یہ دل جو تمہارے سینے کے اندر ہے اور یہ کان اور آنکھیں خاموش، مگر پرزور صداؤں سے تمہیں پکار پکار کر بتا رہے ہیں کہ تمہاری زندگی کا فرض یہی ہے کہ تم ان قوتوں کو صحیح راہ پر لے چلو اور نہ صرف ان ہی قوتوں کو بلکہ ان کے سوا اور جو نعمتیں اور جو قوتیں تمہیں خدا نے دی ہیں سب کا مقصد اور سب کا فرض یہی ہے کہ انہیں صحیح طریقہ سے صرف کرو اور افراط و تفریط یعنی زیادتی اور کمی سے بچو اگر تم نے ایسا کیا تب بیشک تم مسلم ہو یعنی انسان ہو اور خدا کی نعمتوں کے سچے شکر گذار بندے ہو اور اگر تم نے ان قوتوں کو غلط طریقہ سے استعمال کیا تو تم خدا کے ناشکر گذار بندے ہو اور تم جانور ہو بلکہ اس سے اور بھی زیادہ برے ہو کیونکہ پیغمبر خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) کے فرمان کے مطابق خدا کا شکر یہی ہے کہ ہاتھ سے، اچھا کام کیا جائے پاؤں سے اچھے کام کی طرف چلا جائے، کان اچھی بات کی طرف لگایا جائے، دل و دماغ سے اچھی باتیں سوچی جائیں، خلاصہ یہ کہ جو قوتیں خدا نے دی ہیں ان سے وہی کام لیئے جائیں جو خدا نے فرما دیئے ہیں یعنی جن کاموں کے لیئے یہ قوتیں دی گئی ہیں،

پر افسوس! بہتیرے کان ہیں جو سنتے ہیں پر بہرے ہیں اور بہتیری آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں پر اندھی ہیں اور بہتیرے دل ہیں جو حرکت کرتے ہیں پر حق کی خاطر ان کے اندر کوئی تڑپ نہیں تو در اصل وہی دل اندھے ہیں جن کی نابینائی نے انسان کی تمام ظاہری اور باطنی

قوتوں کو اندھا کر دیا ہے،

کیونکہ آنکھیں اندھی نہیں ہوا کرتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں کے اندر ہیں

فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ

اے کاش! تم خود اپنی ہستی اور اپنی جسمانی قوتوں پر غور کر کے اپنے فرائض کو سمجھو اور پھر انہیں پورا کرو۔ اے کاش! تم اپنی اس ناشکر زندگی کی خرابیوں کو سمجھو اور اُسے ایک شکر گزار اور حق شناس اور کامیاب زندگی سے بدل دو،

(۱) قُلْ هُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ

تو کہہ دے کہ اسی نے تم کو زمین میں پھیلایا ہے

وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ

اور تم اسی کی طرف اٹھائے جاؤ گے۔

ایسا نہ ہو کہ تم زمین کے اوپر اپنی ہستی کو مستقل اور اپنی قوتوں کو پائدار سمجھ کر اس خیال میں پڑ جاؤ کہ تم اب اس خداوند قادر کی معرفت سے مستغنی اور اس کی دسترس سے باہر ہو یا اس کی قوت اور احاطہ کی سرحد سے الگ ہو یا اس کی گرفت سے محفوظ ہو یا یہ کہ اب تمہیں اس سے کوئی معاملہ نہیں ہے یا آئندہ اب کبھی اس سے معاملہ نہیں پڑیگا۔ ہرگز نہیں اسی نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ اسی نے تمہیں روئے زمین پر بسنے کے لئے پھیلایا ہے، اور پھر ایک زمانہ آئیگا جب تم سب کو اسی کی طرف اکٹھا کیا جائیگا تاکہ اس زندگی کے جو اعمال ہیں ان کی جزا تم کو ملے اور یہ زندگی جو امتحان اور کام کرنے کا زمانہ ہے اس کے لئے اس کے نتیجے اور انجام ملنے کا وقت آئے،

تو جب خود تمہاری ہستی اور تمہارے قویٰ تمہیں بتا رہے ہیں کہ یہ
تمہارے فرائض ہیں اور یہ تمہاری زندگی کے اعلیٰ مقاصد ہیں اور
پھر جب تم کو مرنے کے بعد اسی خداوند قہار کی عظمت و جلال کے دربار
میں پیش ہونا ہے تو کیوں نہیں کچھ فکر فرماتے ہو اور سرکشیوں میں لطف
آتا ہے اور کس طرح تمہارے بد افعالیوں اور بد رنگیوں میں ترقی
اور اطمینان سے اور یہ کیا ہے کہ یہ اچھی بات اور ہر عمدہ نصیحت اور
ہر وہ آواز جو حق کے لئے بلند ہوتی ہے تمہارے دل نفرت اور انکار
کی آنکھوں سے اسے دیکھتے ہیں گویا کہ خدا سے ان کا کوئی رشتہ نہیں
یا اس کے قانون جزا و سزا سے وہ مستثنیٰ کر دئیے گئے ہیں یا گویا
انہیں اس قوم عظیم اور روز قیامت میں حاضر ہونے سے بری کر دیا
گیا ہے۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِنْ

اور وہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب ہوگا؟

كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ

تو کہہ دے کہ علم تو اللہ ہی کے

عِندَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝

پاس ہے اور میں تو صرف کھلا ڈرانے والا ہوں

سخت تعجب ہے کہ باوجود اس طرح کھول کھول کر سمجھا دینے
کے بھی یہ نا عاقبت اندیش انسان اپنی سرکشی سے باز نہیں آتے؟
اور ان کو جو ڈرانا چاہتے ہیں ڈرتے نہیں بلکہ ایک تمسخر کے انداز میں پوچھتے
ہیں کہ اچھا اگر واقعی قیامت آنے والی ہے تو کب آئے گی؟ اے پیغمبر!

تم کہہ دو کہ کب کا علم تو خدا کو ہے ہم اس کا زمانہ بتانے کے لئے نہیں آئے ہیں اور نہ اس کی ضرورت ہے، اگر تم اس زمانہ کو آنیوالا مانتے ہو تو کب کا پوچھنا بیکار ہے اور اس کے زمانہ کی تعیین کا سوال بے فائدہ اور عبث ہے اس کے آنے کا اگر تم کو خیال ہے تو اس خیال کا یہ نتیجہ ہونا چاہئے کہ تم ان تمام مہمل باتوں سے الگ ہو کر اس کی کوشش کرو کہ تمہاری زندگی کامیاب ہو اور تمہیں وہاں خوشی میسر ہو اس طرح کے بیہودہ فضول اور مہمل سوالات سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تمہارے دلوں میں اس خیال کی اہمیت کا کوئی اثر نہیں بلکہ تم دل خوش کن افسانوں کی طرح اسے بھی ایک فرضی لطیفہ سمجھ رہے ہو، میں محض ڈرانے کے لئے آیا ہوں میرا صرف یہ کام ہے کہ تمہیں تمہاری زندگی کے تمام نشیب و فراز بتادوں، مفصل طریقہ سے تمہیں سمجھا دوں کہ جزا و سزا کا زمانہ ضرور آنے والا ہے اب ماننا اور نہ ماننا تمہارا کام ہے

( ) فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ

توجب وہ اسے نزدیک دیکھ لینگے تو ان کافروں کے چہرے بگڑ

كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ

جائینگے اور کہا جائیگا کہ یہ وہی ہے جس کا تم تقاضا کیا کرتے تھے

پھر یاد رکھو کہ جب تمہاری یہ غفلت رنگ لائیگی اور جب وہ زمانہ آجائے گا جس کے وقت کا تم ہنس ہنس کر سوال کرتے ہو اور تمسخر کے ساتھ پوچھ پوچھ کر اس کی ہنسی اڑاتے ہو تو اس وقت تمہیں اپنے اس تمرد اور سرکشی کا مزا معلوم ہوگا اور اس وقت تمہارے دل سمجھینگے اور تمہاری آنکھیں دیکھ لینگی کہ جس حقیقت کا

تھیں انکار تھا وہ سامنے موجود ہے اور اس وقت منادی غیب تمہیں پکار کر کہیگا کہ اے غافل اور اے خدائے ذوالجلال سے سرکشی کرنے والے انسانو اپنے اس متمردانہ سوال کا جو تم پیغمبر سے کیا کرتے تھے اپنی آنکھوں سے جواب دیکھ لو یہی دن ہے جس سے تم کو پیغمبر ڈراتا تھا تو تم اکڑتے تھے اور یہی زمانہ ہے جس کا تم کو خوف دلایا جاتا تھا تو تم سرکشی اور تمرد سے پیش آتے تھے پس آج تمہارے لئے خوشی کی جگہ رنج والم، راحت کے عوض دائمی جہنم اور عزت کے بدلے میں ہمیشہ کی ذلت اور روسیاہی ہے،

( ) قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ

تو کہہ دے دیکھو تو سہی اگر مجھے اللہ ہلاک کردے اور میرے ساتھیوں کو

أَوْ رَحِمَنَا فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكَافِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ أَلِيْمٍ،

یا وہ ہم پر رحم کرے تو کون ہے جو کافروں کو دردناک عذاب سے پناہ دے

اے وہ لوگو! جو غصہ اور عداوت اور حسد اور کینہ کی وجہ سے میری تباہی اور بربادی کے منتظر ہو اور اے حق کے دشمنو! جو محض اشاعت حق کی وجہ سے میری ہر کامیابی کو غیظ وغضب کی آنکھوں سے دیکھتے ہو اور میری ہر تکلیف وپریشانی اور میری ہر ناکامی کو دل سے خیر مقدم کہتے ہو! تم کو چاہیئے تھا کہ میری ہر بات کو دل کے کانوں سے سنتے میری ہر نصیحت کو قبول کرتے مگر اس کے برعکس تم میری اور میرے ان ساتھ دینے والوں کی ہلاکت کے منتظر اور متمنی ہو تم یاد رکھو کہ تمہارا یہ انتظار کرنا کبھی ختم نہ ہوگا اور تمہاری یہ تمنا کبھی پوری ہونے کے لئے نہیں ہے، اور اگر بالفرض خدا ہمیں اور ہمارے ساتھیوں کو ہلاک کر بھی دے تو تمہارا

سورۂ قلم

مکّی ۵۲ آیتیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے شروع زمانہ کے حالات دیکھو، آنحضرت لوگوں کو حق کیطرف بلا رہے ہیں، بت پرستی کی برائی بیان کر رہے، جزا و سزا کیطرف توجہ دلا رہے ہیں، مشرکین یہ دیکھکر آپ کی آواز کو پست کر دینا چاہتے ہیں، آپ کو ستاتے ہیں، ڈراتے ہیں، دھمکاتے ہیں، کوئی کہتا ہے کہ حکومت کے لالچی ہیں، کوئی کہتا ہے کہ جادوگر ہیں، کوئی کہتا ہے کہ (نعوذ باللہ) انھیں جنون ہو گیا ہے، غرض جتنے منہ ہیں اتنے ہی باتیں ہیں، مگر مقصد سب کا یہی ہے کہ ان کی آواز کو ہمیشہ کے لئے روک دیا جائے، جب ڈرا کر، دھمکا کر، ستا کر عاجز ہو جاتے ہیں، تو حکومت کی لالچ دیتے ہیں، کہ تم ہمارے بتوں کو برا نہ کہو ہم تمھیں اپنا بادشاہ تسلیم کرنے کو تیار ہیں، تمھیں اپنا سردار بنائے دیتے ہیں، غرض دنیاوی مال و دولت، عزت و حشمت، ملک و حکومت جو کچھ چاہو ہم تمام قوم مل کر تمھیں سب دینے کو تیار ہیں +

ایک انسان کے لئے، جو انسان کی جماعت میں رہتا ہے، اس کے ساتھ ہر طرح کے دنیاوی تعلقات وابستہ ہیں، کھاتا ہے پیتا ہے لوگوں سے ملتا جلتا ہے، غرض یہ کہ دنیا کی اسی آب و ہوا میں وہ بھی پرورش پاتا ہے، جس میں ساری دنیا پرورش پاتی رہے ہے، یہ دو حالتیں، امتحان کے سب سے اونچی اور انتہائی حالتیں ہیں، ایک یہ کہ اسکو ممکن سے ممکن تکلیف اور ایذا

دی جائے دوسری یہ کہ عیش و عشرت، ملک و دولت غرض یہ کہ اس زندگی کی اعلیٰ ترین کامیابی کی لالچ دی جائے، اس حالت امتحان میں ثابت قدم رہنا اور اپنے مقصد پر اپنی ہستی اور ساری دنیاوی کامیابی کو قربان کر دینا، جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھا دیا، ایک بہت بڑا انسانی کارنامہ ہے، جسے صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو قرآن کے الفاظ میں **اولو العزم** کہے گئے ہیں +

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے شروع زمانہ میں جو سورتیں نازل ہوئی ہیں زیادہ تر ان میں ان ہی امور کا تذکرہ تم کو ملے گا +

(۱) پیغمبر کی تسلی اور تشفی، اسکی حوصلہ افزائی، اس کی مدح و ثناء دشمنوں کی ایذا رسانیوں پر صبر کرنے، مخالفوں کی پرواہ نہ کرنے، دشمنوں کی باتوں میں نہ آنے، اپنے مقصد ہدایت و ارشاد پر ثابت قدم رہنے کا حکم

(۲) حق کی مخالفت کرنے والوں، پیغمبر کی بات نہ ماننے والوں کو تہدید، برے انجام سے ڈرانا، اعمال کی جزا و سزا، اس زندگی کے فنا ہونے اور دوسری زندگی کے آنے کی طرف توجہ دلانا +

(۳) زندگی کے اصل مقاصد یعنی خدا کے ساتھ اور خدا کی مخلوق کے ساتھ عمدہ تعلقات پیدا کرنا +

اس سورت میں بھی ان ہی امور کا تذکرہ ہے۔ اس شروع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی و تشفی دی گئی ہے، پھر آپ کو مخالفین کی باتوں سے الگ رہنے کا حکم دیا گیا ہے، ان کے برے انجام کی مثال ایک باغ والوں کے قصے سے دی گئی ہے، اچھے اور برے کاموں کی جزا و سزا کے ضرور ہونے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، اور مدلل طریقے سے اسے ثابت کیا گیا ہے

اور مخالفین سے باضابطہ مدلل پیرایہ میں گفتگو کرکے ان کو دکھا دیا گیا ہے، کہ جو لوگ اس صحیح تعلیم کو قبول نہیں کرتے ہیں، اور برے انجام سے ڈر کر اپنی اصلاح کے لئے آمادہ نہیں ہوتے، وہ سخت غلطی پر ہیں،

(۱) نٓ ، وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ

قسم ہے قلم کی، اور اس کی جو وہ لوگ لکھتے ہیں،

(۲) مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ

تُو اپنے رب کے فضل سے کچھ دیوانہ نہیں

وہ قلم جس سے لوگ یہ قرآن لکھتے ہیں، اور خود وہ باتیں جو قلم سے لکھی جاتی ہیں، یعنی قرآن کی وہ آیتیں جو یہ لوگ تم سے سُن کر نقل کر لیتے ہیں، اس پر صاف گواہ ہیں کہ بفضل خدا تم کچھ دیوانہ نہیں ہو، ان باتوں کے اندر جو اخلاقی اور روحانی تعلیم ہے، وہ بآواز بلند پکار رہی ہے کہ تم مجنون نہیں ہو کیونکہ کوئی مجنون، صحیح اور مفید گفتگو نہیں کر سکتا چہ جائیکہ انسانی ترقی اور انسانی فطرت کو مکمل اور کامیاب بنانے کے ایسے کامیاب اصول اور اعلیٰ قانون بتا سکے جو قرآن میں موجود ہیں، پھر جو لوگ اپنی عداوت اور بغض کی وجہ سے تم پر جنون اور دیوانگی کا الزام لگاتے ہیں۔ اُن کے اس الزام کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے صرف تمہاری وہ تعلیم کافی ہے، جو خدا کی وحی سے تم لوگوں کو بتاتے ہو بالخصوص جاہلیت کے تاریک زمانہ میں جبکہ انسانیت دنیا کے انسان سے حرف غلط کیطرح مٹ چکی تھی، ایک ایسی عمدہ تعلیم اس کے معلم کی انتہائی قوت عقلیہ، اور انتہائی کمال انسانیت پر شاہد ہے،

(۵) وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ

اور بے شک تیرے لئے نہ ختم ہونے والا اجر ہے

اے پیغمبر! تم جو کام کر رہے ہو، انسانیت کی جس عظیم الشان خدمت کا تم نے بیڑا اٹھایا ہے، بنی نوع انسان کی اصلاح و ترقی کے لئے جس قدر، اور جس طرح تم نے اپنے ذاتی منافع، اپنی راحت اپنے عیش و آرام کو قربان کر دیا ہے، درحقیقت یہ کارنامہ دنیا کا ایک عظیم الشان کارنامہ ہے، اور جو کام تم کر رہے ہو بے شک یہ، دنیا کے سب سے بڑے انسان کا کام ہے، اس لئے اس بڑے کام کی جزا بھی تم کو ضرور اتنی ہی ملے گی، جو تمہارے اس کام کے شایاں ہو، دنیا کی اس سب سے بڑی ضرورت کا احساس جو تم نے کیا، اور اس کو پورا کرنے کے لئے جس طرح تم نے اپنی ساری زندگی، زندگی کی ہر حرکت اور سکون، اپنا دماغ، اپنی عقل، اپنی ہمت، اپنی کوشش اپنے سارے قوائے عملی، اور انتہا یہ کہ اس کام کو پورا کرنے کے لئے جو تم نے اپنی جان تک آزادی ہے ممکن نہیں کہ یہ ضائع ہو جائے، یا اس کا اجر کسی طرح محدود ہو۔

(۴) وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ

اور بے شک تو بڑے خلق پر ہے

بے شک تم، جو ان اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دیتے ہو، انسان کو اس کی زندگی کے اعلیٰ مقاصد کی طرف توجہ دلاتے ہو انسان کی انسانیت کو مکمل کرنے کے بہترین قوانین بتاتے ہو، اس سے صاف ظاہر ہے کہ تم خود انسانیت کے اعلیٰ مرتبۂ کمال پر ہو، تمہارے اخلاق خود بھی

نہایت شریف و جلیل القدر ہیں، مخالفین جو کچھ تمہارے متعلق کہتے ہیں، یا وہ جو تم پر جنون کا الزام لگاتے ہیں، یہ سب ان کی حاسدانہ شرارتیں ہیں، اور ایذا رسانیاں، تم اچھے ہو اور یقیناً بہترین راہ پر ہو، اور اس پر خود یہ قرآن گواہ ہے جو تمہاری زندگی کے مقصد، تمہاری حرکت و سکون، تمہارے دن رات کے مشغلے، کا ایک کھلا اور واضح نظام الاوقات یا پروگرام ہے۔

(۵) فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ (۶) بِأَييِّكُمُ
تو عن قریب تو دیکھ لیگا اور وہ بھی دیکھ لینگے، کہ تم میں سے
الْمَفْتُونُ (۷) إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ
کون دیوانہ ہے، بے شک تیرا رب خوب جانتا ہے
بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ
کہ کون اسکے راستے سے گمراہ ہے، اور وہ ہدایت یافتوں کو بھی خوب جانتا ہے

یہ مشرکین و کفار، یہ دشمنانِ دین، جو الزام لگائیں انہیں جو کچھ کہیں، انہیں کہنے دو، اللہ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ سیدھی راہ پر کون لوگ ہیں اور گمراہ کون ہیں، یہ ممکن نہیں کہ سیدھی راہ پہ چلنے والے اور گمراہ ہمیشہ یوں ہی رہ جائیں اور ان کو ان کا نتیجہ نہ ملے، یہ نہیں ہو سکتا کہ خدا دونوں کو ایک رنگ میں رکھے، اور سیدھے راستے پر چلنے والوں کو ان کا اچھا ثمرہ اور گمراہ کو اس کا برا نتیجہ نہ دکھائے، جب خدا کو ان دونوں کی حالتوں کا پورا علم ہے تو عن قریب ظاہر ہو کر رہیگا کہ تم میں اور ان مخالفین میں سے کون ٹھیک کہتا تھا اور کون دیوانہ و مجنون تھا، اور اے پیغمبر تم بھی دیکھ لوگے اور یہ لوگ بھی دیکھ لینگے کہ تم دونوں

میں سے کس کو جنون تھا، تم اطمینان رکھو، وہ زمانہ نہایت قریب ہے
جب ان کو ان کی مخالفت اور حق سے منہ موڑنے اور گمراہی پر اڑے رہنے
کا پورا نتیجہ مل جاویگا اور وہ اپنی آنکھوں سے اپنی تباہی و بربادی
اور تمہاری کامیابی اور تمہاری، حق کی آواز کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں
کامیابی کے ساتھ پھیلتے ہوئے دیکھ لینگے، اس وقت انھیں اندازہ ہوگا
کہ درحقیقت وہی دیوانے تھے اور جنون خود ان ہی کو تھا ÷

(۸) فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ (۹)

تو جھٹلانے والوں کی بات نہ مان

وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ

ان کی تمنا ہے کہ تو نرمی کرے تو وہ بھی نرمی کریں

اے پیغمبر! تم اپنے خیال میں پختگی کے ساتھ قایم رہو، یہ مخالفین
چاہتے ہیں کہ کسی طرح تمہیں اپنی باتوں پر لے آئیں یہ لوگ جو تمہیں جھٹلاتے
ہیں، کبھی تمہاری بات نہ مانینگے، وہ تم سے کہتے ہیں کہ ہمارے بتوں کو
برا نہ کہو تو ہم تمہارے اللہ کو مان لینگے، یا یہ کہ تم ہمارے بتوں کی پرستش
کرو تو ہم تمہارے اللہ کی پرستش کرینگے، اس قسم کی جو باتیں وہ تم سے
کہتے ہیں اس سے ان کا مقصد یہ ہے کسی طرح تم کو تمہارے خیال سے
ہٹادیں، یا اصلی مقصد میں ڈھیلا کردیں، وہ چاہتے ہیں کہ تم اپنی
باتوں میں کچھ سست ہو جاؤ، جس زور کے ساتھ کلمۂ حق کا اعلان کرتے ہو،
جس آزادی کے ساتھ، لوگوں کو حق کی طرف دعوت دیتے ہو اس کو کمزور کردو
تو وہ بھی اپنی مخالفت کا زور، اپنی خیالات کے موافق کم کردیں،
تو اے پیغمبر! ان کی ان باتوں کی طرف ذرا توجہ نہیں کرو جیسا نہاک

کے ساتھ اپنے کام میں لگے ہوئے ہو، لگے رہو، نہ ان کی مخالفت کی ذرہ برابر پروا کرو، اور نہ ان کی موافقت کی امید پر بھروسہ،

(۱۰) وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ (۱۱)

اور نہ بات مانو کسی قسم قسم کھانے والے ذلیل کی،

هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ (۱۲) مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ

جو طعنہ زن چغلی ادھر ادھر کھاتا پھرتا ہی ایسے کاموں سے روکتا ہے،

مُعْتَدٍ أَثِيمٍ (۱۳) عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ

زیادتی کرتا ہے، گنہگار ہے، گردن کش ہے، علاوہ ازیں بدنام ہی،

ایسے لوگوں کی بات کبھی نہ مانو، جو ذلیل ہیں، بات بات پر لمبی چوڑی قسم کھانیکو تیار، خواہ مخواہ دوسروں کے عیب نکالتے پھرتے ہیں، لوگوں کی چغلی کھانا منہ کا نوالہ ہے، کسی کو اچھا کام کرتے دیکھتے ہیں تو وہی روکتے ہیں، ہر کام میں حد سے تجاوز کر جاتے ہیں، دن رات گناہوں میں غرق، سرکشی گمگشیوں میں پڑی ہوئی ہے، ساری مخلوق میں بدنام ہیں، ایسے لوگ صورت تو انسان کی رکھتے ہیں، مگر انسانیت سے کوسوں دور ہیں، یہی لوگ انسانی شیطان ہیں، جن کے اندر بھلائی کی بو بھی نہیں، ساری بداخلاقیاں ان کے اندر موجود ہیں، خود جھوٹے، بات بات پر قسم کھا کھا کر اپنے آپ کو کمینہ اور ذلیل بنا چکے ہیں، عملی حالت بھی ان کی بدتر، انسانیت کے قوانین کو بالائے طاق رکھ کر بداخلاقیوں میں مبتلا ہیں، اس ذلت اور عملی حالت کے بدتر ہونے پر ہی بس نہیں، اس کے ساتھ ہی، یہ مخلوق خدا کی ایذا رسانی، لوگوں کی چغلخوری، لوگوں کی عیب جوئی کرتے ہیں جو ساری بداخلاقیوں میں بدترین خصلتیں ہیں، اس سے بھی

بڑھکر یہ کہ وہ ہر اچھے کام کے دشمن ہیں، خود نہیں کرتے اور دوسروں
کو بھی اچھا کام کرنے نہیں دیتے، ایسے سرکشوں، اور ایسے کمینوں سے،
بھلائی کی امید یا اچھے مشورے کی توقع رکھنا ہی غلط ہے، اس
لئے اے پیغمبر تم اپنے اُن مخالفین کی کسی بات کو نہ مانو، کیونکہ ان کی یہ
حالت صاف بتا رہی ہے کہ وہ انسانیت کی طبقہ سے بالکل گر چکے ہیں،

(۱۴) اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ

اس لئے کہ وہ مالدار اور صاحب اولاد ہے

(۱۵) اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا

جب ہماری آیتیں اُسے پڑھی جاتی ہیں

قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ

تو کہتا ہے کہ اگلوں کی کہانیاں ہیں،

چونکہ خدا نے انہیں مال اور اولاد دی ہے، دنیاوی مال و منال عیش و
راحت کے پورے سامان انہیں میسر ہیں، اسی کے بدلے میں یہ خدا کو
بھول بیٹھے ہیں، اپنی انسانیت کے فرائض کو پس پشت، ڈالے ہوئے اسی
دنیاوی عزت و دولت کے بھروسہ پر یہ اسقدر مغرور ہیں، اور اسی فانی
جائداد پر یہ اسقدر نازاں ہیں، کہ اپنے انجام کو فراموش کئے بیٹھے ہیں،
اپنے کاموں کی جزا و سزا سے غافل ہو گئے ہیں، اپنے اعمال کی ذمہ داری
کا احساس انہیں نہیں ہے، اور اپنے آپ کو یہاں تک آزاد اور خدا کی
پکڑ سے باہر سمجھے بیٹھے ہیں، کہ ساری بداخلاقیوں میں مبتلا ہیں،
مخلوق کی ایذا رسانی میں منہمک ہیں، اور جو جو کام انہیں نہ کرنا چاہئے تھا،
سب کچھ کر رہے ہیں۔ اور جو جو انھیں کرنا تھا، سب چھوڑے ہوئے ہیں

ان کو تو لازم تھا کہ خود اپنی حالت سے متنبہ ہوتے، خود اپنی غلطی محسوس کرتے اور خود اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہوتے، مگر غضب کی انتہا ہے کہ خود تو متنبہ کیا ہونگے، خدا کی طرف سے ایک خیر خواہ ناصح، ایک ہمدرد مصلح، ایک حق کی طرف بلانے والا، ایک بشیر و نذیر ان کے پاس آتا ہے، وہ نرمی کے پیرایہ میں، میٹھی گفتگو میں خوشامد کر کرکے انھیں سمجھاتا ہے، دلیل دے دے کر انھیں ان کی غلطیاں بتاتا ہے، برے انجام کا خوف دلا کر انھیں اچھے اخلاق، اچھے اعمال، اور عمدہ اور پاکیزہ خیالات کی طرف بلاتا ہے، خدا کے وہ کلمات انھیں سناتا ہے جن میں انسانیت کے فرائض، انسانی زندگی کو کامیاب بنانے کے قوانین، انسان کو خدا تک پہنچا دینے کا سیدھا راستہ، اس عمدہ نظم، اور اس معجز طرز بیان کے ساتھ بتائے گئے ہیں جو انسان کی ممکن قوت سے باہر، اور جو دنیا کے فصیح و بلیغ ترین خطیب و شاعر کی قدرت سے بالاتر ہیں، تو یہ سرکش اور شیطان صفت انسان کہتے ہیں کہ وہ یہ تو پرانے لوگوں کی کہانیاں ہیں، یہ تو قدیم زمانے کے افسانے ہیں،،

(۱۶) سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ (۱۷) اِنَّا

ہم عنقریب اس کی ناک پر داغ دینگے، ہم نے تو

بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَاۤ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ

ان کو آزمایا ہے جیسا ہم نے باغ والوں کو آزمایا

عنقریب یہ لوگ، ذلیل و رسوا ہو کر اپنے برے انجام کو پہنچینگے، ان کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکا لگ کر رہیگا، اور ان کی یہ بداعمالیاں رنگ لاکر رہنگی، اگر یہ مال و دولت ہیں ہیں، اگر انھیں دنیا وی راحت کے سامان

مہیا ہیں، اگر انھیں عزت اور فارغ البالی میسر ہے، تو اس کے بھروسے پر نہ رہیں، اس پر مغرور نہ ہوں، یہ نہ سمجھیں کہ ان برے اعمال کی سزا ٹل گئی، ہرگز نہیں، یہ ان کے امتحان کا وقت ہے، ہم دراصل ان کو ان نعمتوں سے آزما رہے ہیں، کہ وہ ان نعمتوں کی وجہ سے ہمیں (خدا کو) زیادہ یاد کرتے ہیں، ہماری زیادہ اطاعت کرتے ہیں، یا اُن نعمتوں پر مغرور ہو کر ہمیں بھول جاتے ہیں، اگر وہ اس امتحان میں کامیاب نکلے تو ان کے لئے دنیاوی راحت کے ساتھ آخرت میں بھی راحت و عیش ہے۔ اور اگر ناکامیاب ہوئے تو ان کی آخرت تو برباد ہو ہی گئی، یہ سارے دنیاوی ساز و سامان بھی چھین جائینگے، جس طرح ہم نے ایک باغ والوں کو آزمایا تھا:۔

إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ

جب انھوں نے قسم کھائی کہ ضرور صبح ہوتے اسکو کاٹ لینگے

(۱۸) وَلَا يَسْتَثْنُونَ (۱۹) فَطَافَ عَلَيْهَا

اور انھوں نے استثنا نہ کیا تو تیرے رب کی طرف سے

طَائِفٌ مِّن رَّبِّكَ وَهُمْ نَائِمُونَ (۲۰)

ایک آفت والا اُس پر آپہونچا حالانکہ وہ سوئے ہوئے تھے

فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ (۲۱) فَتَنَادَوْا

تو وہ باغ صبح کے وقت ایسا ہو گیا جیسے کٹا ہوا، پھر صبح ہوتے ہی

مُصْبِحِينَ (۲۲) أَنِ اغْدُوا عَلَىٰ

سبھوں نے ایک دوسرے کو پکارا کہ اگر تمکو کاٹنا ہے تو سویرے

حَرْثِكُمْ إِن كُنتُمْ صَارِمِينَ (۲۳)

اپنی کھیتی پر چلو

فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ (۲۴) اَنْ

پھر سب چلے باتیں کرتے چپکے ، کہ

لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ

آج کوئی محتاج ہرگز تمہارے پاس وہاں نہ آنے پائے ،

(۲۵) وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ (۲۶)

اور بخل کی نیت پر صبح کیوقت اپنے آپکو توانا سمجھتے ہوئے چل پڑے

فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْۤا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ (۲۷) بَلْ

جب انھوں نے باغ کو دیکھا تو بولے کہ ہم راہ بھول گئے ، نہیں

نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ (۲۸) قَالَ اَوْسَطُهُمْ

بلکہ ہم محروم ہو گئے ، اس سب میں جو بہتر شخص تھا بولا کہ کیا

اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ (۲۹) قَالُوْا

میں تم سے نہیں کہتا تھا کہ تم کیوں نہیں تسبیح کرتے ، بس سب

سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ (۳۰) فَاَقْبَلَ

کہنے لگے کہ ہم اپنے رب کی تسبیح کرتے ہیں بیشک ہم ظالم تھے ، پھر ایک

بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ (۳۱) قَالُوْا

دوسرے کو آپس میں ملامت کرنے لگا ، بولے کہ ہائے افسوس

يٰوَيْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ (۳۲) عَسٰى رَبُّنَاۤ اَنْ

بیشک ہم زیادتی پر تھے ، بہت ممکن ہے کہ ہمارا رب اسکے بدلہ

يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَاۤ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ

ہم اس سے بہتر باغ دے ہم تو اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہیں

ان باغ والوں کا قصہ یہ ہے کہ چند اشخاص ایک باغ کے مالک تھے

جب باغ کا پھل تیار ہونے کو آیا، تو ایک دن سب نے مشورہ کیا کہ کل صبح پھل کاٹ لینگے، اور اس طرح پختگی کے ساتھ بیان کیا کہ گویا آئندہ کے سارے حالات و واقعات ان ہی کے قبضے میں ہیں انہوں نے قسم کھائی کہ کل صبح ضرور پھل کاٹ ڈالینگے، اور یہ نہ سمجھے کہ آئندہ کی باتیں صرف خدا ہی کے اختیار میں ہیں، ان کے اختیار میں نہیں، ان لوگوں نے اپنی قوت اور اپنے ارادے پر اس قدر بھروسہ کیا کہ یہ خیال ظاہر کرتے وقت خدا کا تذکرہ تک نہ کیا، حالانکہ ہر انسان کو لازم ہے کہ جب آئندہ کسی کام کرنے کا ارادہ ظاہر کرے تو یہ ضرور کہہ دے کہ "اگر خدا نے چاہا تو یوں کرینگے" صبح ہوتے ہی ایک دوسرے کو بلانے گئے کہ رات کے ارادہ میں پختہ ہو تو چلو، باغ کا پھل کاٹ لائیں، سب چل کھڑے ہوئے، کھیت کاٹنے کے وقت عام طور پر یہ دستور ہے کہ غریب اور محتاج لوگ ایسے وقت میں آجاتے ہیں اور کھیت والے انھیں اپنی کوشش کے بار آور ہونے اور غلہ گھر لے جانے کی خوشی میں ان مسکینوں کو بھی کچھ دیدیتے ہیں، ان باغ والوں کے بخل اور سرکشی کی یہ حد تھی کہ جب سب مل کر باغ کی طرف چلے تو آہستہ آہستہ یہ مشورہ کرنے لگے کہ خبردار رہنا آج کوئی مسکین اور محتاج باغ تک نہ آنے پاوے، ورنہ ان کو کچھ نہ کچھ دینا ہوگا، بہر حال انسان کے دو اعلیٰ فرائض یعنی خدا سے صحیح تعلق پیدا کرنا اور خدا کی مخلوق کے ساتھ رحم و مہربانی کا برتاؤ کرنا، یہ باغ والے ان دونوں فرائض کو پس پشت ڈالے ہوئے تھے یہ لوگ تو اپنا یہ کچھ خیال پکا رہے تھے، وہاں معاملہ ہی دگرگوں ہو چکا تھا ان کی بد اخلاقیوں کے پاداش میں، خدا کے حکم سے آندھی اس زور کی آئی کہ راتوں رات

ہیں سارا باغ اور اسکے تمام درخت اور میوے تباہ اور برباد، اور ستیاناس ہو گئے، ایسا معلوم ہونے لگا کہ سارے درخت اور کھیت وغیرہ کاٹ لئے جا چکے، جب یہ لوگ قریب پہنچے تو، اس جگہ کو پہچان نہ سکے، اور کہنے لگے کہ ہم لوگ راستہ بھول گئے، یہ تو دوسری جگہ ہے" پھر جب کچھ غور کر کے دیکھا تو سمجھ گئے کہ اوہو، یہ تو ہمارا ہی تباہ برباد شدہ باغ ہے!! افسوس ہم لوگ بالکل بدقسمت رہ گئے!! ساری کھیتی اور میوے وغیرہ یوں تباہ اور برباد ہو گئے!! اب کیا تھا تنگ بتوں سے تو خدا یاد آیا۔ ان میں ایک صاحب جن میں اوروں کی بہ نسبت کچھ صلاحیت تھی، کہنے لگے کہ دیکھو میں تم لوگوں سے کہتا نہ تھا کہ خدا کی تسبیح و تقدیس کیوں نہیں کرتے، خدا کو یاد کیوں نہیں کرتے، یہ ساری تباہی اور بربادی اسی لئے آئی کہ ہم لوگ خدا کو بالکل بھولے بیٹھے تھے، اور اس کی تسبیح و تقدیس کو چھوڑے ہوئے تھے، یہ سن کر سب کو ندامت ہوئی، اور سب مل کر کہنے لگے کہ "اے ہمارے پروردگار! ہم تیری تسبیح اور تقدیس کرتے ہیں، بیشک ہم لوگوں نے ظلم کیا، ہم نے غلطی کی، ہم اپنے زندگی کے فرائض سے غافل رہے، اور ہم تیری قدرت اور اپنے انجام کو بھول گئے، پھر ایک دوسرے کو سمجھانے لگے اور اپنی اپنی غلطیوں کا احساس کرتے ہوئے آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ ہائے افسوس، ہم لوگ بڑی زیادتی میں مبتلا تھے ہم بداخلاقیوں میں حد سے گذر گئے تھے، ہم نے اپنی انسانیت کو بالائے طاق رکھ دیا تھا، خیر اب ہم اپنی اپنی غلطیوں اور گناہوں سے توبہ کرتے ہیں، اور اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرتے ہیں، وہ ہم کو اس سے زیادہ اور اس سے بہتر دیگا۔

(۳۳) كَذَٰلِكَ الْعَذَابُ ۖ وَلَعَذَابُ

اسی طرح عذاب ہوتا ہے، اور بیشک

الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ

آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے، کاش یہ جانیں۔

خدا کی طرف سے اسی طرح عذاب آتا ہے، اسکی کوئی معین یا محدود صورت نہیں جب کوئی قوم، کوئی جماعت، اپنے فرائض سے غافل ہو جاتی ہے اپنے اعمال کی ذمہ داری کا احساس اس سے جاتا رہتا ہے، بد اخلاقیوں کی برائی اس کے سمجھ میں نہیں آتی، اور رفتہ رفتہ انسانیت کا جوہر فنا ہوتے ہوتے جب وہ بالکل حیوان صفت اور درندہ خصلت ہو جاتی ہے تو پھر ایسی حالت میں، اس کی ان بد اعمالیوں کا انجام دنیاوی عذاب و مصیبت، ذلت و افلاس، مال و اولاد کی تباہی، اور دنیاوی اسباب معیشت کی بربادی کی صورت میں اسے آگھیرتا ہے، یہ تو صرف وہ عذاب اور وہ سزا ہے جو اس زندگی میں ملتا ہے، آئندہ آخرت کا عذاب اس سے کہیں زیادہ اور سخت اور بڑا ہے، اے کاش! لوگ کچھ غور کریں، کچھ سوچیں، کچھ اپنی عقل سے کام لیں کہ جب اچھے کام اور برے کام میں اچھے اور برے ہونے کا فرق ہے، تو کیونکر ممکن ہے کہ اچھے کام کرنے والے کو اچھا نتیجہ، اور برے کام کرنے والوں کو برا نتیجہ نہ ملے گا۔ یہ ظاہر حقیقت ہے، اور ایک موٹی بات ہے، مگر افسوس کہ بہت لوگ ہیں جو اس کھلی حقیقت کو بھی نہیں سمجھتے،

اے پیغمبر! جس طرح ہم نے ان باغ والوں کو کسوٹی پر کسا اور انھیں امتحان میں ڈالا، جس میں وہ ناکامیاب ثابت ہو کر اپنا برا

انجام پاکر متنبہ ہوئے، اور آخر ان کو اپنی غلطیوں کا احساس ہوا
ٹھیک اسی طرح تمہارے مخالفین بھی جو دنیاوی مال و دولت
و اس فانی زندگی کے فانی اسباب معیشت پر نازاں، اور مغرور
ہو رہے ہیں، خدا کو بھول بیٹھے ہیں، اور تم جو میرا پیغام انھیں سناتے ہو
میری طرف انہیں بلاتے ہو، تو تمہیں ستاتے ہیں، تمھاری آوازِ حق کو
دبانے کی کوششیں کرتے ہیں، انھیں بھی ہم دنیا میں یہ نعمتیں
دے کر آزما رہے ہیں، اور ان کا امتحان لے رہے ہیں، کہ لوگ دیکھ
لیں کہ آیا یہ لوگ ان نعمتوں کے بھروسہ پر ہمیں چھوڑ بیٹھے ہیں، تمہاری
نصیحتوں سے متأثر اور میرا پیغام حق سن کر بھی متنبہ ہوتے ہیں اور
اپنی اصلاح کی توجہ کرتے ہیں، یا بالکل ہی حد سے گذر چلے ہیں،
اور انسانیت کو بھی کھو بیٹھے ہیں، اور بغیر آسمانی عذاب اور سخت
سزا کے متنبہ نہیں ہونگے، اگر ایسا ہے تو انہیں ہوشیار رہنا چاہئے،

(۳۴) اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ

بے شک پرہیزگاروں کے لئے ان کے رب کے

النَّعِيْمِ

یہاں نعمتوں کی جنتیں ہیں

البتہ جو لوگ اپنے فرائض سمجھتے ہیں اور پورے کرتے ہیں، انسانیت
کے قانون کی پابندی کرتے ہیں، بداعمالیوں کی سزا اور خدا کے عذاب
ڈرتے ہیں، ان کے لئے خدا کے یہاں جنتیں دباغ ہیں، جن میں ہر طرح
کی نعمتیں ان کے لئے مہیا ہیں، انسانی زندگی کی راحت اور آرام کی
سارے سامان وہاں ایسے لوگوں کے لئے موجود ہیں، اور ان کے

اسے اچھے اعمال کی نہایت اچھی جزا انھیں ملنے والی ہے

جزا اور سزا پر خدا کے عدل کی شہادت

(۳۵) اَفَنَجۡعَلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ کَالۡمُجۡرِمِیۡنَ

توکیا ہم مسلمانوں کو مجرموں کے طرح کر دیں گے

(۳۶) مَا لَکُمۡ کَیۡفَ تَحۡکُمُوۡنَ ۚ

تم کو کیا ہو گیا ہے، کیسا حکم لگاتے ہو،

اسے بُرے اعمال میں منہمک ہونے والو! اور اسے اپنے فرائض کو پس پشت ڈال دینے والو! کیا تم اس خیال میں مست ہو کہ مرنے کے بعد اچھے اور بُرے سب یکساں ہو جائینگے؟ سب کا انجام ایک ہی سا ہوگا؟ نیکی اور بدی دونوں کی ایک ہی انتہا ہو جائیگی؟ ہرگز نہیں، تمہاری عقل کیا ہو گئی ہے؟ تمھیں ہو کیا گیا ہے؟ یہ تم کس طرح کی باتیں کرتے ہو؟ کچھ ہوش و حواس کی باتیں کرو، کچھ اپنی سمجھ سے کام لو، جب اچھے کام اچھے ہیں اور بُرے کام بُرے ہیں جب نیکی اور بدی دو الگ الگ حقیقتیں ہیں، جب خود اس دنیا میں، شب و روز تمہاری آنکھوں کے سامنے، اچھے کام کرنے والوں کو، قانون کی پابندی کرنے والوں کو، اچھی جزا دی جاتی ہے، انعام دیا جاتا ہے اُن کی عزت کیجاتی ہے، اور برے کام کرنے والوں کو، قانون شکن لوگوں کو ذلیل سمجھا جاتا ہے سزائیں دیجاتی ہیں، تو وہ خدا سے قادر و توانا، وہ دنیا اور آخرت کا شہنشاہ جس کی حکومت ہر طرح کی انسانی لغزشوں اور غلطیوں سے بالاتر ہے، جسکی سلطنت محض عدل و انصاف پر مبنی ہے، جسکی عدالت میں

عربی اور عجمی، متمدن اور وحشی، ترقی یافتہ اور متنزل، عالم و جاہل سب یکساں ہیں، جس کی جبروت کے دربار میں نہ کسی رنگ کا امتیاز باعث تفوق ہے، اور نہ کسی خاص قوم، یا خاص ملک کی خصوصیت قابل ترجیح کیونکر ممکن ہے کہ اس کا عدل، اور اس کا انصاف، اور پھر اس کی رحمت، اچھے کام کرنے والوں اور برے کام کرنے والوں دونوں کا انجام یکساں ہونے دے، اور اچھائی، اور برائی دونوں کی ایک انتہا کردے ظالم ظلم و سرکشی کی زندگی بسر کر کے مرجائے اور اسے سزا نہ ملے، یا مظلوم نیکی اور بیکسی کی زندگی گذار کر فنا ہو جائے اور اسے اس کا انعام نہ ملے۔ یا پھر اس کی پُر حکمت قدرت کے قوانین کس طرح پر گوارا کر سکتے ہیں کہ آم اور نیم دونوں ایک ہی طرح کے اور ایک ہی ذائقہ کے پھل لائیں؟

(۳۷) اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ (۳۸) اِنَّ

کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جسمیں تم یہ پڑھتے ہو کہ تمہارے

لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ؟ (۳۹) اَمْ لَكُمْ

لئے اس میں وہی ہوگا جو تم پسند کروگے، یا قیامت تک کے

اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

لئے ہم پر تمہاری قسمیں ہیں کہ جو تم فیصلہ کروگے وہی

اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ (۴۰) سَلْهُمْ

تمہارے لئے ہوگا، تو ان سے پوچھ

اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ (۴۱) اَمْ لَهُمْ

کہ ان میں سے کون اس کا ضامن ہے، یا ان کے

ثُمَّ کَانُوْا فَلْیَاْتُوْا بِشُرَکَآئِہِمْ
شرکاء ہیں، تو لائیں اپنے شرکاء کو

اِنْ کَانُوْا صٰدِقِیْنَ
اگر وہ سچے ہیں

آخر تم لوگ جو اپنے انجام کی طرف سے اس طرح بے پروا، اور برے کاموں کی سزا سے اسقدر بے خوف ہو، اس کی کیا وجہ ہے؟ کوئی بے سمجھ اور جاہل سے جاہل انسان بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اچھے اور برے کام کا اچھا اور برا نتیجہ نہیں ہوتا، یا اچھے اور برے کام، اچھے اور برے نہیں ہیں۔ جب یہ بات اسقدر واضح ہے تو پھر تم لوگوں کی یہ بے پروائی، یہ غرور و تکبر، یہ تمرد اور سرکشی، کس بنا پر ہے؟ تم جزا و سزا سے کس چیز کے بھروسہ پر بے خوف ہو؟ کس چیز نے تمہیں اپنے انجام کی طرف سے مطمئن کر دیا ہے، کیا تمہارے پاس خدا کی کوئی ایسی کتاب ہے جس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ تمہاری جزا و سزا کا معاملہ تمہاری پسند کے موافق طے ہوگا، اور اس زندگی کے اعمال و افعال کا نتیجہ تمہارے اختیار کے مطابق تمہیں ملیگا؟ یا یہ کہ ہم نے (خدا نے) تم سے اس بات کا معاہدہ کیا ہے کہ تمہارا انجام تمہارے ہی فیصلہ کے مطابق طے پائے گا، اور تمہارے کاموں کا بدلہ تمہارے ہی حکم کے مطابق تمہیں ملیگا؟ تو کیا ہمارے تمہارے درمیان اس قسم کا عہدنامہ قیامت تک کے لئے مرتب ہوا ہے؟ اے پیغمبر! ان سے پوچھو کہ تم لوگوں میں سے کون، کون حضرات اس خیالِ خام میں مبتلا ہیں، کون اس بات کی ضمانت لیتا ہے، اور کون کون لوگ اس باطل اور بیہودہ گمان میں پڑکر خوابِ غفلت کے مزے لے رہے ہیں،

یا یہ کہ ان کے دانست میں خدا کی خدائی میں کچھ اور حصہ دار ہیں جنکی مدد یا سفارش کے بھروسے پر وہ اس طرح کھل کھیلے ہیں؟ اگر واقعی انکا ایسا خیال ہے اور اس ...... خیال کے اندر وہ سچے ہیں تو ان سے کہو کہ ذرا خدا کی خدائی کے ان حصہ داروں کو بلا کرے تو آؤ، وہ ہیں کہ حضور ذرا انکی مقدس صورتیں تو دیکھی جائیں، ان بیہودہ، اور شدید لوگوں کو چاہئے کہ اب بھی متنبہ ہوں، اور اپنے ان لغو اور سراسر مہمل اور ناپاک خیالات کو خیرباد کہہ کر انسانیت کی راہ ڈھونڈھیں، ورنہ اپنے برے انجام کے منتظر رہیں

(۴۲) يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ

جس دن پنڈلی کھول دیجائیگی اور انھیں سجدہ

إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ (۴۳)

کے لیے بلایا جائے گا تو یہ نہیں کر سکیں گے

خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ

انکی نظریں جھکی ہونگی، اور ذلت انکو گھیرے

ذِلَّةٌ وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى

ہوگی، حالانکہ جب وہ تندرست تھے اسی وقت

السُّجُودِ وَهُمْ سَالِمُونَ

انکو سجدہ کیلئے بلایا جاتا تھا

آج انھیں، اچھے خیال کی طرف بلایا جاتا ہے تو یہ نہیں مانتے، انھیں اخلاق حسنہ کی دعوت دی جاتی ہے تو انکار کرتے ہیں، نماز پڑھنے زکوٰۃ دینے کا حکم دیا جاتا ہے تو اس کا الٹا یہ کہ نماز پڑھنے والوں کو ایذائیں دیتے ہیں،

تو جزا اور سزا کا عظیم الشان دن آئیگا، اس وقت یہ اپنی اس قانون انسانیت سے گری ہوئی زندگی پر افسوس کرینگے وہاں حکم ملیگا کہ خدا کو سجدہ کرو، تو یہ لوگ جنھیں دنیا میں خدا کو سجدہ کرنے سے انکار رہا بہت کوشش کرینگے مگر سجدہ نہ کر سکینگے، اس وقت ان کی آنکھوں سے خوف وہراس ٹپکے گا، چہرے پر ذلت چھائی ہوگی، یہی لوگ تھے جنھیں دنیا میں سجدہ کا حکم دیا گیا تھا مگر اپنی سرکشی اور شیطنت کیوجہ سے انھوں نے سجدہ نہیں کیا، حالانکہ اس وقت یہ تندرست اور بھلے چنگے تھے، کسی طرح کا کوئی عذر نہ تھا۔ اب جب وہ دیکھینگے کہ ہم سجدہ نہیں کر سکتے، تو انھیں حسرت ہوگی۔ ندامت ہوگی۔ افسوس اور رنج ہوگا کہ اپنی زندگی بیکار ضائع کردی، زندگی کے قیمتی دن عیش اور بیہودہ اور لغو باتوں اور غلط کاریوں میں ختم ہو گئے، اے کاش ہم سمجھتے، اور کچھ کام کرتے مگر یاد رہے کہ اس وقت کی حسرت، اس وقت کا افسوس اور رنج اور ندامت اور خجالت، محض بے سود، بے فائدہ اور بے نتیجہ ہوگی،

(۴۴) فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا

جو شخص اس بات کو جھٹلاتا ہے اس کو اور مجھکو چھوڑ

الْحَدِيْثِ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ

دے، عنقریب ہم ان کو ایسے طریقہ سے ڈھیل

مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ (۴۵) وَاُمْلِيْ

دینگے کہ وہ جانتے بھی نہیں، اور میں انھیں مہلت دونگا

لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ

کیونکہ میری تدبیر مضبوط ہوتی ہے

اے پیغمبر! جو لوگ اس بات کو جھٹلاتے ہیں، جو لوگ قرآن کی اس
اعلیٰ تعلیم کو نہیں مانتے ہیں، تم چھوڑ دو ہم ان سے نمٹ لینگے، ہم
انھیں ان کی اس سرکشی کی سزا دینے کا اس طرح انتظام کرینگے کہ انہیں اس کا
وہم و خیال بھی نہ ہوگا، اور ان کی بداعمالیوں کی سزا اس طرح ان کے
قریب آتی جائیگی کہ وہ اپنی غفلت ہی میں پڑے رہ جائینگے، اور چونکہ
ہماری تدبیر نہایت مضبوط، نہایت صحیح اور نہایت پُر حکمت ہوتی ہے
اس لئے ہم اس تدبیر کے ساتھ انھیں مہلت دے رہے ہیں کہ وہ
کسی طرح ہوشیار اور متنبہ ہو جائیں، اور اپنی اصلاح شروع کردیں ورنہ
انھیں یاد رہے کہ ان کی بداعمالیوں کی سزا اس طرح اچانک غفلت
میں انھیں آگھیریگی کہ وہ دیکھتے کے دیکھتے رہ جائینگے،

(۴۶) اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ

کیا تو انسے اُجرت طلب کرتا ہے جو وہ تاوان کے بوجھ میں دبے

مُّثْقَلُوْنَ (۴۷) اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَیْبُ فَهُمْ یَكْتُبُوْنَ

جاتے ہیں، یا کیا ان کے پاس غیب کی باتیں ہیں جو وہ لکھا کرتے ہیں

آخر اس اعلیٰ تعلیم سے انھیں کیوں انکار ہے؟ یہ کیوں خدا کے احکام نہیں
مانتے؟ قرآن کی بتائی ہوئی راہ پر یہ کیوں نہیں چلتے؟ اے پیغمبر!
کیا تم اس تعلیم کے بدلے میں ان لوگوں سے کوئی اُجرت اور مزدوری
مانگتے ہو جس کی بوجھ سے یہ دبے جا رہے ہیں؟ یا یہ کہ ان کے پاس
غیب کی باتیں ہیں جنھیں یہ لکھا کرتے ہیں، اور جسکے اندر انھیں اپنی
نجات کا حال معلوم ہوگیا ہے، اور اپنے اچھے نتیجے کا انھیں علم ہوگیا ہے
اور اس لئے وہ اس تعلیم کو ماننے کی ضرورت نہیں سمجھتے؟ واقعہ یہ ہے

کہ ان دو باتوں میں سے کوئی بات نہیں، نہ تو پیغمبر اُن سے اجر طلب کرتا ہے، اور نہ انھیں غیب کی بات معلوم ہے، کوئی عذر ان کے پاس نہیں۔ اور کوئی وجہ یہ اُس تعلیم کو نہ ماننے کی پیش نہیں کر سکتے یہ محض ان کی سرکشی اور تمرد ہے،

(۴۸) فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ

تو اپنے رب کے حکم کیلئے صبر کر اور مچھلی والے (یونس)

الْحُوتِ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ

کیطرح نہ ہو جبکہ اس نے اپنے رب کو پکارا حالانکہ وہ غمگین تھا

(۴۹) لَوْلَا أَنْ تَدَارَكَهُ نِعْمَةٌ مِنْ رَبِّهِ

اگر اسکے رب کی نعمت اسے نہ پہنچتی تو وہ نہایت

لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ مَذْمُومٌ (۵۰)

بری حالت میں میدان پر پھینک دیا جاتا

فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ

تو اسکے رب نے اسے برگزیدہ کیا اور اسے نیکوں میں سے بنایا

تو اے پیغمبر! تم ان باتوں سے بد دل نہ ہو، تمھارا جو فرض ہے اُسے پورا کرتے رہو اور خدا کے منتظر بیٹھے رہو، خدا اُن مخالفین کے متعلق ضرور کوئی عمدہ انتظام کریگا یونس علیہ السلام کی طرح جلدی نہ کرو، کہ جب ان کی قوم نے انھیں نہ مانا اور انکی تعلیم و ہدایت کو تسلیم نہ کیا، تو انھوں نے خدا سے اُن کے لئے بد دعا کی، اور ان سے کہا کہ تین دن کے اندر تم لوگوں پر خدا کا عذاب آئیگا، یہ کہہ کر وہاں سے چلدئے، ان لوگوں نے ان کے جانے کے بعد عذاب خداوندی سے ڈر کر اپنی غلطی تسلیم کی اور ساری

قوم ملکر ایک جگہ جمع ہوئی اور خدا کے آگے عاجزی اور زاری سے دعائیں کیں ، اور ایمان لے آئے خدا نے عذاب سے انہیں محفوظ رکھا، پیغمبر یونس کو ہوئی کہ وہ لوگ ابھی تک صحیح و سالم ہیں خدا کا عذاب اُن پر نہیں آیا۔ تو یہ سُن کر وہ بہت متفکر ہوئے کہ میں نے خدا سے بد دعا کی تھی کہ تین دن کے اندر انھیں ہلاک کر دیا جائے کیا وجہ ہوئی کہ میری عرض بارگاہ الٰہی میں مقبول نہ ہوئی، پھر یہ سوچ کر کہ اب اُن لوگوں کے پاس جانے میں ذلت شرم ہوگی وہ خدا کے حکم کا انتظار کیئے بغیر کسی طرف چل کھڑے ہوئے اور پھر کشتی سے دریا میں گر پڑے، اور مچھلی انھیں نگل گئی، وہاں جب گھبرائے اور خدا سے معافی مانگی تو فوراً مچھلی نے انھیں خشکی پر لاکر اُگل دیا، اے پیغمبر! تم جلدی نہ کرو، خدا کے حکم کے منتظر رہو، یونس کی طرح نہ کرو جنھوں نے خدا کے حکم کا انتظار نہ کیا اور اپنی قوم سے چلے گئے تو اس کا نتیجہ انھیں یہ ملا کہ تکلیف میں گرفتار ہوئے۔ اور آخر جب غم و مصیبت میں انھوں نے خدا کو پکارا تو خدا نے انھیں نجات دی، ورنہ اگر خدا کی رحمت ان پر جلد نہ ہوتی تو وہ زمین پر نہایت ابتر حال میں پہونچتے پھر اس کے بعد خدا نے انھیں اپنا برگزیدہ اور نہایت نیک بندہ بنالیا

(۵۱) وَاِنْ یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْ

اور کافر جب ذکر (قرآن) سنتے ہیں تو اپنی آنکھوں سے

لِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ

تجھے قریب قریب ڈگا دینا چاہتے ہیں

وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ

اور کہتے ہیں کہ یہ شخص تو مجنون .... ہے

(۵۲) وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ

اور حالانکہ وہ صرف تمام دنیا کے لئے نصیحت ہے

اے پیغمبر! تم اپنے کام میں نہایت ہمت اور مضبوطی اور استقلال کیساتھ ثابت قدم رہو، ایسا نہ ہو کہ یہ مخالفین تمہیں تمہارے راستہ سے ہٹا دیں، کیونکہ ان کی عداوت اور ان کے کینہ اور حسد کی یہ حالت ہے کہ جب تم قرآن سناتے ہو اور انھیں نصیحت کرتے ہو تو اس طرح گھور گھور کر تیز نظروں سے تمھیں دیکھتے ہیں کہ تم کسی طرح مرعوب ہو کر یہ کام چھوڑ دو اور اسی لئے وہ یہ مشہور کرتے ہیں کہ یہ پیغمبر دیوانہ ہے، تاکہ لوگ جو اس تعلیم کی طرف جوق جوق اُن کے خلافِ منشا آ رہے ہیں یہ سُن کر بدظن ہو جائیں اور تمھاری کوشش ناکام رہے، حالانکہ یہ قرآن تو ساری دنیا کے لئے ایک نصیحت ہے کم از کم اس کی عمدہ تعلیم اسکی اعلیٰ نصیحتیں دیکھکر ہی وہ شرمائیں اور اپنے دل میں سمجھیں کہ جو شخص ایسی تعلیم اور ایسی اعلیٰ درجہ کی نصیحتیں سناتا ہے اس کو محض اپنے کینہ اور عداوت سے دیوانہ کہنا، کسی سمجھدار اور عقلمند کا کام ہے یا کسی پاگل اور دیوانہ کا؟

سورۂ حاقہ

مکی ۵۲ آیتیں

مکی سورتوں میں عموماً مذہب کے یہ تین اصول بیان کئے جاتے ہیں،

(۱) روز جزا و سزا (قیامت) سے ڈرنا،
(۲) خدا کے آگے عاجزی کے ساتھ سر تسلیم خم کر دینا، اور اس سے عمدہ تعلق پیدا کرنا
(۳) مخلوق کے ساتھ احسان و محبت کا برتاؤ کرنا،

عمدہ اخلاق اور اچھے اعمال کی طرف رغبت، اور خواہش آور برے اخلاق اور اعمال سے نفرت اور علیحدگی کا دارومدار جزا و سزا کے ماننے پر ہے اسی لئے تفصیلی طور پر برے کاموں سے روکنے اور اچھے کاموں کو کرنے کا علم دینے سے پہلے، کاموں کی جزا و سزا کو اصولی طور پر دلیل و حجت پیش کر کے تسلیم کرا لینا ضروری ہے۔ اس کے بعد زندگی کا اعلیٰ مقصد اصولی طور پر یہ ہے کہ انسان خدا کیساتھ عمدہ تعلق پیدا کرے اور مخلوق کیساتھ احسان و رحم کا برتاؤ کرے، اسی پہلے مقصد کو پورا کرنے کی عمدہ اور متعدد صورتیں بدنی عبادتوں کی رکھی گئی ہیں، اور معاملات و تمدن و معاشرت کے تمام قانون اسی دوسرے مقصد کی تکمیل کی عمدہ صورتیں ہیں +

اس صورت میں بھی سب سے پہلے قیامت کی حالتیں بتائی گئی ہیں اور جزا و سزا کی تفصیل کی گئی ہے، اور تاریخی واقعات کی دلیل دیکر یہ دکھایا گیا ہے کہ جو قومیں قیامت کو نہ مانتی تھیں اور جزا و سزا

تسلیم نہیں کرتی تھیں، دیکھ لو کہ اس دنیا ہی میں ان کا کیا حشر ہوا
ان کی بداعمالیاں کیا رنگ لائیں، اور کس طرح انھیں انکے برے کاموں کی
سزا مل گئی پھر ان تاریخی واقعات کی مفصل شہادت بیان
کرنے کے بعد، روز قیامت کے واقعات کا تذکرہ کیا گیا ہے اور اچھوں
اور بروں کے انجام کی تصویر کھینچی گئی ہے، اور برے انجام والوں
کے برے انجام کی وجہ بتا دی گئی ہے کہ انھوں نے نہ تو خدا کو مانا اور نہ
مخلوق کے ساتھ رحم و شفقت کا برتاؤ کیا،

جب جزا و سزا ضروری ہے، قیامت ضرور آئیگی تو
انسان کو ضرور چاہیئے کہ اپنی اصلاح کرے، اپنے فرائض اور اپنی ذمہ
داریوں کا احساس کرے، اور اپنی تمام غلطیوں سے باز آئے
تاکہ موجودہ اور آئندہ دونوں زندگی میں کامیابی نصیب ہو، اس طرح
انسانی طبیعتوں کو جب متوجہ کر لیا گیا ہے تو پھر اس کے بعد قرآن مجید
کی تعلیم پر چلنے کی دعوت دی گئی ہے کہ اے وہ لوگو! جو ان باتوں کو
سوچ کر اپنی اصلاح کے خواہاں ہو، اس تعلیم کی طرف توجہ کرو، اور دیکھو کہ
اس کا پیش کرنیوالا کیسا شریف ہے، خود اس کے ذاتی حالات، اس کے
وہ اعلیٰ صفات، جسکا دوست دشمن سب کو اقرار ہے، صاف گواہی دیتے
ہیں کہ وہ نہایت سچا اور امانت دار ہے اور اس کا دعویٰ حق پر مبنی ہے،
اگر تم انسانیت کے قانون کی پابندی کے ساتھ اپنی زندگی کامیابی اور ترقی،
و بہبودی کے ساتھ بسر کرنا چاہتے ہو، تو پیغمبر کی تعلیم سے فائدہ اٹھاؤ
اور قرآن کے احکام پر چل کر نجات اور فلاح حاصل کرو،

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) اَلْحَآقَّۃُ (۲) مَا الْحَآقَّۃُ (۳)

سچ مچ آنے والی ، کیا ہے سچ مچ آنے والی،

وَمَآ اَدْرٰکَ مَا الْحَآقَّۃُ

اور تجھے کیا معلوم کہ وہ سچ مچ آنے والی چیز کیا ہے

سچ مچ آنے والی، کیا ہے سچ مچ آنے والی ! تمھیں پتہ ہے کہ وہ سچ مچ آنے والی چیز کیا ہے ؟ یہ ایک بلیغ طرزِ گفتگو ہے کہ جس چیز کی اہمیت مخاطب کو بتاتا ہو، اور مقصد ہو کہ مخاطب اس بات پر پوری توجہ اور پورا غور و فکر صرف کرے اور دیر تک یہ بات اس کے ذہن میں حاضر رہے، تو ایسے موقعہ پر خواہ مخاطب اس چیز کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو استفہام کے طریقہ پر وہ بات مخاطب پر پیش کی جاتی ہے، اور اس سے پوچھا جاتا ہے کہ بتاؤ یہ کیا ہے، پھر جب اسکی طبیعت پوری طرح اس سوال کے حل کرنے میں غور و فکر کرنے لگے تو عین انتظار میں متکلم خود ہی اس کا جواب بھی دیدے، اس طرح اب جو جواب مخاطب سنے گا اس کا اثر دیر تک اس کے دل میں رہیگا، اور اگر متکلم شروع ہی میں وہ بات مخاطب کو بتا دے اور سوال اور جواب کا طرزِ اختیار نہ کرے تو اس بات کی کوئی خاص وقعت مخاطب کے نزدیک نہیں ہوگی، قرآن میں یہ طرزِ گفتگو جا بجا موجود ہے قیامت کے متعلق تو کئی جگہ یہ طرز اختیار کیا گیا ہے۔

(۱) اَلْقَارِعَۃُ ، مَا الْقَارِعَۃُ ، وَمَآ اَدْرٰکَ مَا الْقَارِعَۃُ ، یَوْمَ یَکُوْنُ النَّاسُ کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ

(۲) وَمَا أَدْرٰكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ، ثُمَّ مَا أَدْرٰكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ، يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا

(۳) اَلْحَاقَّةُ مَا الْحَاقَّةُ وَمَا أَدْرٰكَ مَا الْحَاقَّةُ

(۴) لِيَوْمِ الْفَصْلِ، وَمَا أَدْرٰكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ، وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ

اسی طرح جہاں جہنم کی سختی دکھائی گئی ہے وہاں بھی یہی طرز اختیار کیا گیا

(۱) وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَأُمُّهٗ هَاوِيَةٌ، وَمَا أَدْرٰكَ مَا هِيَهْ، نَارٌ حَامِيَةٌ

(۲) كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ، وَمَا أَدْرٰكَ مَا الْحُطَمَةُ، نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ،

اس سورت میں اسی بلیغ طرز سے قیامت کا ذکر سوال کے پیرایہ میں شروع کیا گیا ہے، اور جواب کے بدلے میں اُن تاریخی واقعات کا تذکرہ کیا گیا ہے جو قیامت کے نمونہ پر واقع ہوئے ہیں، جن سے قیامت کے ہولناک واقعات کا ممکن ہونا بھی ثابت ہوتا ہے، اور اُن واقعات کو اس حیثیت سے دیکھا جائے کہ اُن کے ذریعہ سے بداعمال اور سرکش قوم کو سزا دی گئی۔ تو اس سے قیامت اور جزا وسزا کا ضروری ہونا بھی ثابت ہو جاتا ہے، اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ خدا کی ایک مستمر سنت ہے کہ جو قوم بُرے اعمال میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ اس کو اسی دنیاوی زندگی سے سزا ملنی شروع ہو جاتی ہے، سورہ ذاریات اور مرسلات میں جنھیں امور کو قسم کے پیرایہ میں بیان کر کے قیامت کے واقعات کے امکان پر شہادت پیش کی گئی ہے

یہاں سوال کے بعد ان واقعات کا ذکر کرنے سے یہ مقصد ہے کہ مخاطب جو قیامت کے واقعات کا انکار کرتا ہے، یا ان کے ممکن ہونے میں اسے شبہ ہے یا ان امور کو مستبعد سمجھتا ہے وہ ان تاریخی واقعات پر غور کر کے سمجھ لے کہ یہ باتیں دنیا میں ہوتی آئی ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ جب خاص خاص قوموں کو اس طرح ان کے اعمال کے بدلے ملے ہیں تو ضروری ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے جس میں دنیا کی ساری گذشتہ اور موجودہ اور آئندہ اقوام اکٹھا کی جائیں اور انھیں ان کے بڑے اور چھوٹے عمل کا پورا پورا کافی بدلہ دیا جائے۔ یہاں جو اس سوال کا جواب نہیں دیا گیا اس کی یہی وجہ ہے کہ مخاطب ان واقعات کو دیکھے اور خود جواب دے کہ جب ایک قوم کو ہلاک اور برباد کرنے میں ایسے ہولناک واقعات پیش آئے تو جس دن ساری دنیا تباہ کی جائے گی، اور لاکھوں برس کا یہ نظام عالم درہم برہم کیا جائیگا اس دن کیسے ہولناک واقعات پیش آئینگے، اور یہ کیسا عظیم الشان دن ہوگا، آج جو صرف کبھی کوئی زور کی آندھی آتی ہے یا کوئی طوفان آتا ہے، جس کا تباہ کن اثر صرف ایک جگہ یا ایک ہی شہر تک محدود رہتا ہے تو کس قدر ہولناک منظر ہوتا ہے، اور انسان کی کیا حالت خوف اور دہشت سے ہو جاتی ہے، تو جس دن نہ صرف روئے زمین بلکہ اس نظام شمسی کے ہر چھوٹے سے چھوٹے ذرے اور ہر بڑے سے بڑے عظیم الشان اجسام کے تباہ اور برباد ہونے کا وقت آئے گا، وہ وقت کسقدر ہیبت و خوف کس قدر وحشت و دہشت اور کس قدر ہولناک اور عظیم الشانی اپنے اندر لئے ہوئے ہوگا، اس لئے اے مخاطب! تو خود اسکی

اہمیت سمجھے اور اس سوال کا جواب خود اپنی ہی عقل و سمجھ اپنے ہی ہوش و حواس اور اپنی ہی قوت متخیلہ سے مانگ کہ اس کا پورا تصور تیری محدود عقلی قوت سے بہت بالاتر ہے،

(۴) كَذَّبَتْ ثَمُودُ وَعَادٌ بِالْقَارِعَةِ،

ثمود اور عاد نے قیامت کو جھٹلایا،

(۵) فَأَمَّا ثَمُودُ فَأُهْلِكُوا بِالطَّاغِيَةِ،

تو ثمود ایک کڑک سے ہلاک کر دے گئے

(۶) وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ

اور عاد سخت آندھی سے ہلاک کئے گئے

(۷) سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَانِيَةَ

جسے اس نے سات رات اور آٹھ دن ان پر لگا رکھا

أَيَّامٍ حُسُومًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَىٰ

تو ان لوگوں کو اس میں پچھڑے ہوئے دیکھتا

كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ (۸) فَهَلْ

گویا وہ گرے ہوئے کھجور کے تنے ہیں، تو کیا

تَرَىٰ لَهُمْ مِنْ بَاقِيَةٍ

تو ان لوگوں میں سے کسی کو باقی دیکھتا ہے

عاد اور ثمود عرب ہی کی دو پرانی اور مشہور قومیں تھیں، ان کے تاریخی حالات قومی روایتوں کی طرح عرب کے افسانوں اور اشعار میں نسلاً بعد نسل چلے آتے تھے، اسی لئے قرآن زیادہ تر ان ہی قوموں کے تاریخی حالات کیطرف توجہ دلاتا ہے جنھیں اہل عرب خود تسلیم کرتے تھے،

عاد اور ثمود نے اس عظیم الشان دن یعنی قیامت کا انکار کیا، اور اعمال کی جزا و سزا سے غافل ہو گئے پھر اس کا یہ لازمی اثر ہوا جیسے جیسے بداخلاقی ان کے اندر بڑھتی گئی اور رفتہ رفتہ ان کی انسانیت ان سے رخصت ہوتی گئی، بالآخر پیغمبر آئے، انھوں نے انھیں منع کیا، سمجھایا، ڈرایا، مگر یہ راہ پر نہ آئے، اور قوم ثمود نے تو یہاں تک سرکشی کی کہ اپنے پیغمبر صالح ع کو قتل کر دینے کی تیاریاں کیں، یہ سرکشی بلا نتیجہ نہیں رہ سکتی تھی، خدا کے مقرر کردہ قانون کے مطابق انھیں سزا دی گئی، اور اس زور کا بھونچال آیا اور اس کڑاکے کی آواز ہوئی کہ قوم ثمود اس سے ہلاک ہو گئی، یہی حال قوم عاد کا ہوا، ایک شدید آندھی آئی جو ایک ہفتہ تک رہی اور ساری قوم ہلاک ہو گئی زمین پر جو لوگ مرے پڑے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اکھڑے ہوئے درختوں کے تنے پڑے ہیں، وہ اس طرح ہلاک ہوئے کہ ان کی قوم کا ایک شخص بھی زندہ نہ بچا، بلکہ ساری کی قوم ہمیشہ کیلئے اس دنیا سے رخصت ہو گئی،

(۹) وَجَاءَ فِرْعَوْنُ وَمَن قَبْلَهُ وَالْمُؤْتَفِكَاتُ

اور فرعون اور اس سے اگلے لوگ، اور الٹی ہوئی

بِالْخَاطِئَةِ (۱۰) فَعَصَوْا رَسُولَ رَبِّهِمْ

بستیوں والے نے گناہ کیا، اور اپنے رب کے پیغمبر کی نافرمانی

فَأَخَذَهُمْ أَخْذَةً رَّابِيَةً

کی تو اس نے ان کو سختی سے پکڑ لیا

عاد اور ثمود تو عرب ہی کی قومیں تھیں، اب ذرا اپنے گرد و پیش دیکھو،

مصر کے فرعون کے حالات بھی تم سے مخفی نہیں، جس نے بنی اسرائیل کے ساتھ سرکشی کی اور ان سے وہ سلوک کیا جو کسی جاندار کے ساتھ کوئی انسان نہیں کر سکتا، اسی طرح اور بھی قومیں ان سے پہلے گذری ہیں جنہوں نے بد اخلاقیوں میں وہ انہماک پیدا کیا کہ انسانیت کو کھو بیٹھی اور سمجھانے کے لئے پیغمبر آئے تو انھیں جھٹلایا، اور ایذائیں پہنچائیں مؤتفکات کی قوم بھی اسی طرح تھی، بالاخر ان سب کا نتیجہ یہی ہوا کہ ان کے پروردگار نے ان کو بری طرح پکڑا اور ہلاک کر ڈالا،

(۱۱) اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِی الْجَارِیَةِ

جب پانی نے طغیانی کی تو ہم نے تم کو کشتی میں سوار کیا

(۱۲) لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِیَهَآ

تاکہ ہم اس کو تمھارے لئے ایک دہائی بنائیں اور یاد رکھیں

اُذُنٌ وَّاعِیَةٌ

والے کان اسے یاد رکھیں

تاریخ کی ابتدا پر نظر کرو، اور نوح کی قوم کے حالات پر غور کرو، کہ وہ قوم اسی طرح ایک بڑے آسمانی عذاب یعنی طوفان سے ہلاک کی گئی، اور چند وہ لوگ جن کی نسل میں تم ہو، انھیں خدا نے ان کے ایمان اور ان کی انسانیت اور صداقت کی برکت سے نوح کی کشتی میں محفوظ رکھا، تاکہ تم لوگ اس واقعہ کو یاد کر کے نصیحت پکڑو اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھیں، اور لوگ سمجھیں کہ جب سے دنیا کی تاریخ ہمیں معلوم ہوئی ہے، صاف نظر آتا ہے کہ خدا کا یہ ایک مقرر شدہ قانون ہے کہ ہمیشہ اچھی اور بری قومیں اچھا اور برا انجام پاتی آئی ہیں،

لہذا جزا و سزا ایک بدیہی اور ضروری اور یقینی حقیقت ہے جس پر عقل اور نقل دونوں گواہی دیتی ہے،

جب ایسے واقعات ہوتے آئے ہیں تو قرآن جس طرح قیامت کی خبر دیتا ہے، اس میں کون سا اشکال اور کونسا بعد عقلی ہے، جب دنیا میں کسی خاص قوم کو زلزلے سے کسی کو عظیم الشان طوفان سے کسی کو آندھی سے، غرض یہ ہے کہ ان مختلف طریقے سے سزا دی گئی ہے تو ساری دنیا کو ایک ملک فرض کرو اور ساری نوع انسان کو ایک قوم، پھر ان کی جزا و سزا کیلئے ایک وقت مقرر کرو اور سوچو کہ جب صرف نوح کی قوم پر جو طوفان آیا تھا وہ کیسا تھا، یا ثمود جس زلزلہ میں تباہ ہوئے وہ کیسا تھا عاد جس آندھی سے ہلاک ہوئے وہ کیسی تھی، تو جو دن ساری دنیا کے جزا و سزا کیلئے آئے گا خود سمجھو کہ اس کے واقعات کس قدر ہولناک اور عظیم الشان ہونگے،

(۱۳) فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ

تو جب صور میں ایک بار پھونکا جائے گا

(۱۴) وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً

اور زمین اور پہاڑ اٹھائے جاکر ایک دفعہ ٹکرا

وَاحِدَةً (۱۵) فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ

دیے جائینگے، بس اسی دن وہ واقعہ واقع ہوگا

(۱۶) وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ

اور آسمان پھٹ جائیگا تو وہ اس دن سست ہوگا،

(١٧) وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآىِٕهَا ؕ وَيَحْمِلُ عَرْشَ
اور فرشتے اس کے کناروں پر ہونگے اور آٹھ شخص
رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ ثَمٰنِيَةٌ
اس دن تیرے رب کا عرش اپنے اوپر اٹھائے ہونگے،

اس دن ایک دفعہ صور پھونکا جائے گا جو دنیا کے موجودہ نظم توڑ دیئے جانے کی بگل ہوگی، اس آواز کے ساتھ ہی عالم کے بڑے بڑے اجسام اپنی حالت چھوڑ کر تغیر و تبدل میں آجائینگے، سارے علوی اور سفلی اجسام اپنے مرکز سے ہٹ جائینگے، اور اس تغیر و تبدل کی وجہ سے یہ اجسام آپس میں ٹکرا جائینگے، جس سے زمین پہاڑ چور چور ہو جائینگے، آسمان اور علوی اجسام یعنی سیارات بھی اسی کا تصادم میں پڑ کر ریزہ ریزہ ہو جائینگے، یہ واقعہ صرف تین سطروں میں بیان تو کر دیا گیا مگر اس وقت کی حالت کا کچھ اندازہ کرو جس وقت یہ واقعات واقع ہونگے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، اور واقعہ یہ ہے کہ جس قسم کا عظیم الشان تم نہیں کر سکتا۔ تو یہی دن قیامت کا دن ہوگا، یہ انقلاب اور یہ تباہی اور بربادی سارے عالم پر آئے گی، وہ جسکے قبضۂ قدرت میں یہ دنیا اور اس دنیا کی ہر چیز ہے، اور جس کی حکومت و جبروت کے آگے یہ ساری چھوٹی اور بڑی، مخلوقات سرنگوں ہیں اور جس کے حکم کے بغیر دنیا کی کوئی چھوٹی و بڑی ہستی ہل نہیں سکتی، بجز اس خداوند عالم کے دنیا کا کوئی متنفس اور اس عالم کا کوئی ذرہ اس انقلاب اور اس تباہی سے محفوظ نہ رہ سکے گا،

(۱۸) يَوۡمَئِذٍ تُعۡرَضُوۡنَ لَا تَخۡفٰى مِنۡكُمۡ خَافِيَةٌ

اس دن تم پیش لئے جاؤ گے کوئی بات تم پر چھپی نہ رہیگی

تمہاری تمام حرکتیں، تمہارے تمام سکون، تمام افعال و اقوال سب محفوظ ہیں، سب کا ریکارڈ موجود رہتا ہے، تم یہ نہ سمجھو کہ جو باتیں تم بولتے ہو فنا ہو جاتی ہیں، جو کام تم کرتے ہو ختم ہو جاتے ہیں، ہرگز نہیں، خدا کے مقرر کردہ قوانین کے مطابق تمہاری ساری حرکتیں تمہارے تمام کام، تمہاری آوازیں، تمہاری بولیاں سب اپنے اپنے جگہ میں موجود ہیں، جدید فلسفہ کی چمک نے انیسویں صدی میں اس دعویٰ کی صداقت پر پوری روشنی ڈال دی ہے، اور گراموفون کے موجد نے یہ منوا دیا ہے کہ انسان کی باتیں یعنی آوازیں اس خلا میں موجود رہتی ہیں، چنانچہ اگر خاص طریقہ سے ان آوازوں کو ایک جگہ رکھ جائے تو وہ اس میں اس طرح موجود رہتی ہیں کہ ہم جب چاہیں انہیں سن سکتے ہیں، اس سے اتنا تو معلوم ہو گیا کہ آوازیں اور یہ باتیں جنہیں ہم سمجھتے ہیں کہ بولتے ہی فنا ہو تی جاتی ہیں، یہ غلط خیال ہے، بلکہ وہ اپنی جگہ میں موجود رہتی ہیں۔ تو پھر انسان کے کام اور اس کی حرکتیں کس طرح فنا ہو سکتی ہیں، ضرور وہ بھی اپنی مقررہ جگہ میں موجود رہتی ہیں گو ہماری عملی طاقت ابھی اتنی نہیں بڑھی کہ ان کاموں کو کچھ بوجا کر دیکھ سکیں۔ تو قیامت کے دن خدا انسان کے تمام اعمال و اقوال کو جو اپنی مقررہ جگہوں میں موجود ہونگی، اپنی قدرت سے اس کے سامنے پیش کر دیگا، اور ہر شخص پر اپنے اپنے اعمال ظاہر ہونگے، اور کوئی کسی طرح انکار نہ کر سکیگا،

(۱۹) فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۙ

توجسکا اعمال نامہ اسکے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا

فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ (۲۰) اِنِّیْ

کہے گا آؤ میرا اعمالنامہ تو پڑھو ، میں تو

ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ (۲۱) فَهُوَ فِیْ

سمجھتا تھا کہ میرا حساب مجھے ضرور ملیگا ، تو وہ خوشی

عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ (۲۲) فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ

کی زندگی میں ہوگا ، اور اونچی جنت میں

(۲۳) قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌ (۲۴) كُلُوْا وَاشْرَبُوْا

جسکی شاخیں نزدیک ہونگی ، گذشتہ دنوں میں

هَنِیْٓــًٔا بِمَاۤ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ

تم نے جو کیا اس کے بدلے میں مزے سے کھاؤ پیو

اس کے بعد وہاں حساب لیا جائے گا ، اور اسکے بعد ہر شخص کو اسکے اچھے اور برے فیصلہ کی سند دے دی جائے گی ، جو لوگ کامیاب ہونگے انھیں یہ سند انہیں ہاتھ میں دی جائے گی ، اس وقت میں وہ خوشی کے مارے پکارتے پھرینگے کہ لو بھائی ذرا میرا اعمالنامہ تو پڑھو ، میں تو پہلے ہی سے سمجھتا تھا کہ حساب کتاب ایک دن ضرور ہوگا ، اور اسی لئے میں ہمیشہ خدا کے عذاب سے ڈرتا رہتا تھا ، پھر ان لوگوں کے لئے نہایت خوشی اور آرام کی زندگی ہوگی ، وہ بڑے بڑے (اعلیٰ درجہ کی جنت (باغ) میں رہینگے جہاں میووں کی شاخیں بہت نزدیک ہونگی ، یعنی کسی میوہ کے حاصل

کرنے میں انھیں دقت نہ ہوگی، دنیا کے باغوں میں تو یہ کمی ہوتی ہے کہ بعض اونچے درختوں کے پھل ہر شخص نہیں توڑ سکتا۔ مگر جنت چونکہ صرف آرام و راحت کی جگہ ہوگی، وہاں کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی اس لیے وہاں کے درختوں کے پھل اس طرح ہونگے کہ جب، اور جس وقت اور جس طرح چاہینگے اسے لے لیں گے، اور ان سے کہا جائیگا کہ اے لوگو! تم نے دنیا میں جو اچھے کام کیے ہیں، جو نیکیاں کی ہیں، ان کے بدلے میں اب یہاں خوب لطف اور خوب فراغت کے ساتھ کھاؤ پیو اور مزے اڑاؤ۔

(۲۵) وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَہٗ بِشِمَالِہٖ

اور جس شخص کی کتاب بائیں ہاتھ میں دیجائے گی

فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ کِتٰبِیَہْ (۲۶)

وہ کہیگا اے کاش مجھے میری کتاب نہ دیجاتی!!

وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَہْ (۲۷) یٰلَیْتَہَا

اور مجھے نہ خبر ہوتی کہ میرا حساب کیا ہے!!

کَانَتِ الْقَاضِیَۃَ (۲۸) مَآ اَغْنٰی

اے کاش میرا خاتمہ ہو چکا ہوتا!! میرا مال

عَنِّیْ مَالِیَہْ (۲۹) ہَلَکَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَہْ

میرے کام نہ آیا میری قوت مجھ سے جاتی رہی،

اور جو وہاں ناکام رہیگا اسے اس کا اعمالنامہ بائیں ہاتھ میں ملیگا، اور وہ حسرت و غم، رنج و یاس کی وجہ سے کہیگا کہ اے کاش اب مجھے یہ عمل نامہ ہی نہ ملتا کاش! مجھے اپنے حساب کا کچھ علم ہی نہ ہوتا

اے کاش میرا بالکل ہی خاتمہ ہوچکا ہوتا - اور میں مرکر بالکل نیست ونابود ہو جاتا، اور پھر آئندہ اس وقت کے لئے زندہ نہ کیا جاتا - افسوس میرے مال و دولت نے، میرے ساز و سامان نے میری عزت و شوکت نے مجھے کچھ نفع نہ دیا، ساری قوت وسلطنت آج مجھ سے جاتی رہی یہ دنیا کے تمام تعلقات آج بالکل بے سود اور غیر مفید ثابت ہوئے روپیہ پیسہ، دبدبہ اور حشمت ہر چیز نے آج مجھ سے منہ پھیر لیا، تو ان لوگوں کے لئے اس دن بجز حسرت اور افسوس، غم اور رنج اور کفِ افسوس ملنے اور اپنے کئے پر نادم ہونے کے اور کچھ نہ ملیگا، مگر اس وقت کی ندامت بے سود ہوگی، اس وقت کا رونا عبث ہوگا، اور اس وقت کی عقل اور سمجھ بالکل بے کار ثابت ہوگی،

(۲۷) خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ (۲۸) ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ،

اس کو گرفتار کرو، اور اس کو، پھر جہنم میں اس کو جھونک دو

(۲۹) ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ

پھر ستر گز لمبی زنجیر میں اس کو جکڑ دو،

اُس وقت خدا ایسے لوگوں کے متعلق حکم دے گا کہ ان کو گرفتار کرو اور ان کے گلوں میں طوقِ گرفتاری ڈالو، اور دہکتی ہوئی آگ میں انھیں داخل کرو، اور ایک بہت ہی لمبی زنجیر میں انھیں جکڑ دو، اس وقت ان لوگوں پر عذاب شروع ہو جائے گا اور وہ اس ذلت کے ساتھ کہ گلے میں طوقِ گرفتاری اور تمام بدن زنجیروں میں جکڑا ہوا ہوگا جہنم کی طرف گھسیٹ کر لے جائے جائینگے، نہ وہاں کوئی دوست کام آئے گا۔ نہ ماں باپ، نہ مال و دولت،

إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ (۳۱)

کیونکہ یہ خدائے عظیم پر ایمان نہ لاتا تھا

وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ (۳۲) فَلَيْسَ

اور نہ محتاج کو کھانا کھلانے جانے کی ترغیب دیتا تھا۔ تو

لَهُ الْيَوْمَ هَاهُنَا حَمِيمٌ (۳۳) وَلَا طَعَامٌ

آج یہاں اس کے لئے کوئی دوست نہیں، اور نہ کوئی کھانا

إِلَّا مِنْ غِسْلِينٍ (۳۴) لَّا يَأْكُلُهُ إِلَّا الْخَاطِئُونَ

سوائے زخموں کے دھوون کے جسے صرف گنہگار ہی کھائینگے

اس کو یہ سزائیں اس لئے دی جاتی ہیں کہ دنیا میں رہکر اپنی زندگی کے اعلٰی فرائض سے بالکل غافل رہا، اور جس مقصد کے لئے اس کو انسان بنایا گیا تھا اس کو ذرہ برابر بھی پورا نہ کیا، اس کے سب سے بڑے اور سب سے زیادہ اہم دو فرض تھے (۱) خدا سے عمدہ تعلق پیدا کرنا (۲) خدا کی مخلوق سے عمدہ برتاؤ کرنا۔ ان دو کاموں میں سے اس نے کوئی کام بھی نہیں کیا، خدا کی عبادت کرنا، اور اپنی بندگی محسوس کرکے اس کی کبریاو جبروت کے آگے سرِ تسلیم خم کر دینا اور جبینِ نیاز ٹیک دینا تو بڑی بات تھی اس نے خدا کو مانا ہی نہیں، اور قومی اہم ضروریات کے پورا کرنے میں حصہ لینا تو درکنار اس سے اتنا نہ ہوسکتا تھا کہ کسی محتاج اور مسکین کو خود کھلاتا، یا دوسروں کو اس کارِ خیر کا مشورہ دیتا یہی دو باتیں اُسکی انسانیت کا جوہر ہیں اور انھیں دونوں بڑے مقصد کے پورا کرنے کے لئے مذہب کے اندر مختلف قسم کی عبادتیں مقرر کی گئی ہیں تمدن و معاشرت کے قوانین مقرر کئے گئے ہیں

اور معاملات کے عمدہ ترین طریقے بتلائے گئے ہیں خلاصہ یہ کہ مذہب اور خصوصاً اسلام کی تعلیم کا کوئی حصہ ایسا نہیں جو ان دونوں مقصدوں میں سے کسی ایک سے تعلق نہ رکھتا ہو، تو چونکہ اس نے اپنے فرائض ادا نہ کئے، خدا کو بھول گیا اس کے حقوق ادا نہ کئے۔ خدا کی مخلوق کے ساتھ رحم و شفقت کا برتاؤ نہ کیا اس لئے آج یہاں بھی اس کا پوچھنے والا کوئی نہ ہوگا، نہ تو کوئی دوست ہوگا نہ یار مددگار چونکہ وہ وہاں ضرورتمندوں کی ضرورتیں پوری نہیں کرتا تھا مسکینوں اور بھوکوں کا پیٹ نہیں بھرتا تھا، اس لئے آج یہاں اس کے لئے بھی نہ کوئی کھانے کی چیز ہے اور نہ کوئی ساز و سامان اس کے کھانے اور پینے کے لئے صرف زخموں کا دھوا ہوا پانی ہے جو پیپ اور خون کا مجموعہ ہوگا، جسے نہ تو اگل ہی سکیگا، کیونکہ پیاس کی شدت اگلنے کی اجازت نہ دے گی، اور نہ وہ اسے نگل ہی سکے گا، کیونکہ وہ چیز اس قابل ہی نہ ہوگی کہ وہ حلق کے پار اتاری جا سکے یہ تکلیف دہ اور مصیبت انگیز کھانے پینے کی چیزیں ایسے ہی لوگوں کے لئے ہیں، جنہوں نے اپنی زندگی، بد اخلاقیوں میں گذاری اور جنہوں نے اپنی زندگی کے فرائض کو پس پشت ڈال دیا،

(۳۵) فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ (۳۶) وَمَا

تو میں ہر اس کی قسم کھاتا ہوں جو تم دیکھتے ہو، اور

لَا تُبْصِرُوْنَ (۳۷) اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ

اور اسکی جو تم نہیں دیکھتے کہ یقیناً یہ ایک شریف پیغمبر کا کہا ہوا

(۳۸) وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ (۳۹) قَلِيلًا

وہ کسی شاعر کا قول نہیں، تم

مَّا تُؤْمِنُونَ (۴۰) وَمَا هُوَ بِقَوْلِ كَاهِنٍ

بہت ہی کم مانتے ہو، اور نہ وہ کسی کاہن کا قول ہے

(۴۱) قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ تَنْزِيلٌ مِّنْ

تم بہت ہی کم سوچتے ہو، سارے جہان کے

رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ

رب کی طرف سے اتارا گیا ہے

اے لوگو! اگر تم کو ضرورت ہے اپنے انجام کو سنبھالنے کی، اور اگر تم چاہتے ہو کہ آئندہ زندگی میں تمہیں کامیابی ہو، تو قرآن مجید کی تعلیم پر عمل کرو، اور اس کی مخالفت کرنے، اور اس کی آواز کو پست کرنے کی بجائے اس کا ساتھ دو، اس کی آواز کی وقعت کرو، اور دل کے کان سے سنو، تم قرآن پر غور کرو، جو پیغمبر تم کو قرآن سناتا ہے اس کے حالات دیکھو، جو باتیں تم دیکھتے ہو جہاں تک تمہاری آنکھ کی دسترس ہے انہیں دیکھو اور جو باتیں تم دیکھ نہیں سکتے تمہارے حواس ظاہری کی پہنچ سے جو باتیں باہر ہیں، ان پر اپنی عقل سے غور کرو،

(۱) جو باتیں تم دیکھتے ہو ان پر غور کرو کہ جو شخص یہ قرآن تمہیں سناتا ہے، پہلے وہ کیا تھا، پہلے تمہاری قوم اسے کیا سمجھتی تھی، اخلاقی حیثیت سے اس کا تمہارے اندر کیا پایہ تھا، یہ وہ باتیں ہیں، جو تم ہمیشہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے ان باتوں پر غور کرو، پھر جو باتیں یہ پیغمبر تمہیں سناتا ہے وہ باتیں خود کیسی ہیں، کیا

جس شخص کی زندگی بچپن سے تمھارے سامنے نہایت سچائی، نہایت عمدہ اخلاق، اور شرافت و امانت کے ساتھ گذری ہو، جس کی زندگی کا ہر ہر واقعہ خود تم ہی لوگوں کے اقرار کے مطابق نہایت قابل قدر ہو جس کی پیدائش سے لے کر آجتک کی کوئی حرکت و سکون تمھاری نظروں سے پوشیدہ نہیں، کیا یہ ساری باتیں جو تم اس پیغمبر کے متعلق دیکھتے ہو، اس کی سچائی پر کافی شہادت نہیں دیتیں، اور کیا یہ امور باواز بلند نہیں گواہی دے رہے ہیں کہ بے شک یہ قرآن آسمانی کتاب ہے اور یہ پیغمبر اپنے پیغمبری کے دعوی میں بالکل صادق ہے

(۳) جو باتیں تم آنکھوں سے نہیں دیکھتے ہو، اُن پر عقل ہی غور کرو اور سمجھو کہ جب خدا نے انسان کو مکلف بنایا ہے، جب اس کو عقل دے کر سارے حیوانات سے اُسے بلند مرتبہ بخشا ہے، تو ضروری ہے کہ اس کی ذمہ داریاں بھی زیادہ ہوں اس کے فرائض بھی اہم ہوں، یہی وجہ ہے کہ انسان کی ہمت، اس کا ارادہ اسکا حوصلہ، صرف غذا و لباس، اور مال و دولت حاصل کرنے پر محدود نہیں ہو جاتا، اس کے دل کو ایک اور تلاش رہتی ہے، وہ ہمیشہ ان چیزوں کے حاصل کرنے کے بعد بھی ان سارے دنیاوی ساز و سامان سے کسی زیادہ اعلیٰ مقصد تک پہنچنے کے لئے اپنے دل میں ایک تڑپ اور اپنے باطن میں ایک شوق محسوس کرتا ہے اسی کا نام انسانیت ہے اور یہی وہ اعلیٰ کمال ہے جس کی استعداد انسانی فطرت میں رکھ دی گئی ہے اور اسی اعلیٰ مرتبہ تک پہونچنے کیلئے ایک فطری راہ نما یعنی عقل اسے دے دی گئی ہے

نا ر دنیا میں آکر، دنیا کے سرد و گرم مختلف ملک و قوم و جماعت کے
مختلف اثرات سے متاثر ہو کر اس کی عقل ایک قسم کی تاریکی
میں پڑ جاتی ہے اور وہ صحیح طور پر اس صحیح راستہ کا فیصلہ نہیں کر سکتی
اس لئے وہ ضرورت ہے جسے پورا کرنے کے لئے جسمانی ضرورتوں کا
مہیا کرنے والا خدا، صحیح قانون اور اعلیٰ التعلیم اپنے نہایت برگزیدہ
بندوں کے ذریعہ سے لوگوں کے پاس بھیجتا ہے تاکہ یہ کامل
انسان جو پیغمبر کہلاتے ہیں، اس روشن تعلیم کے ذریعہ سے
انسان کی عقل کو صحیح راہ پر چلنے کے لئے روشنی دکھائیں اور
اور اپنا مکمل عملی نمونہ پیش کر کے لوگوں کے لئے ان قوانین پر
چلنے میں آسانی پیدا کریں یہی نبوت ہے اور اسی تعلیم کو
وحی کہا جاتا ہے، اور یہ انسان کی سب سے بڑی ضرورت ہے،
جس کا انکار عقل سلیم رکھنے والا کبھی نہیں کر سکتا، تو تمھیں چاہئے
کہ یہ باتیں جو تم آنکھ سے نہیں دیکھتے مگر عقل سے سمجھ سکتے ہو کہ
جو خدا زمین میں روئیدگی کی استعداد رکھ کر، پھر اس استعداد
کو پورا کرنے کے لئے بارش برساتا ہے، اور اگر نہ برسائے تو
زمین کی یہ حکمت کسی طرح پوری نہ ہو سکے کیا وہ خدا انسان کے
اندر اعلیٰ کمالات کی استعداد دے کر، اور اسی استعداد کو پورا
کرنے کے لئے عقل عطا فرما کر، اس کی رہنمائی کے لئے اعلیٰ
اعلیٰ قانون، اعلیٰ التعلیم نہ نازل فرمائے گا، کیا انسانی جسم کا
یہ اندرونی ٹکڑا جسے ہم دل کہتے ہیں، اس کی روئیدگی،
اور اس کے اندر اعلیٰ کمالات اور اعلیٰ اخلاق کے نشو و نما کے لئے

روحانی پرورش کا انتظام نہیں کریگا۔ جبکہ وہ جسمانی ضروریات کو
عمدہ پیمانہ پر پورا کرتا رہتا ہے، اور کیونکر ممکن ہے کہ وہ اس
اعلیٰ اور اہم انسانی ضرورت کو نہ پورا کرے جبکہ وہ رب العلمین ہے
جبکہ وہ نہ صرف انسان کا بلکہ تمام دنیا کا پروردگار ہے، اور جبکہ وہ
تمہاری ساری ضرورتوں کو دیکھتا ہے اور سب کی خبر رکھتا ہے۔

اب ان باتوں کے بعد بھی اس پیغمبر کی صداقت میں کچھ شبہ
ہو سکتا ہے، کیا ان دونوں چشم دید اور عقلی شہادتوں کے
بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ قرآن خدا کا کلام نہیں قطع نظر
ان تمام دلیلوں کے جو **نبوت** اور **الہام** کے ضروری ہونے
پر شاہد ہیں، قطع نظر ان تمام امور سے جو اس زمانہ میں قرآن
اور پیغمبر کے آنے کو ضروری بتاتے ہیں، خود اس پیغمبر
کی شخصیت اس کی صداقت کی کافی دلیل ہے اور اس کی [illegible]
شرافت اور امانت اسے سچا اور قرآن کو کلام خدا ماننے پر مجبور
کرتی ہے کیونکہ قرآن جب ایک ایسے شخص کا لایا ہوا ہے
جو شاعر نہیں ہے جس کو نہ خواہ مخواہ مبالغہ کی عادت ہوتی،
جس کا کام بات بات میں جوڑ توڑ اور بات کو بتنگڑ بنانا ہوتا ہے، نہ یہ کوئی
نجومی اور رمال ہے جس کی رزق خواہ مخواہ جھوٹ میں جھوٹ ملا کر
اور ایک بات پر طومار باندھ دینا ہے، تو اس پر غور نہ کرنا اور اسے
ماننے کے لئے تیار نہ ہونا سخت ناانصافی ہے، مگر افسوس کہ تم یہ
جانتے ہو کہ یہ شخص شاعر نہیں ہے، تم جانتے ہو کہ یہ کاہن نجومی نہیں ہے
بلکہ یہ جو کچھ کہتا ہے صرف خدا کے حکم سے اور جو کلام یہ پیش

وحی الٰہی سے جو خدا نے اس پر نازل فرمائی ہے، پھر بھی نہ تم اسکی
باتوں کو مانتے ہو نہ اس پر غور کرتے ہو، نہ اس کی طرف توجہ کرتے ہو،
حالانکہ تم لوگوں کا زمانہ ایک پیغمبر کو تلاش کر رہا ہے، ایک صحیح
تعلیم کو بلند آواز سے پکار رہا ہے، تمھارے دل اور تمھاری
عقلیں پیاسی ہیں، اور ایک روحانی بارش کے لئے ترس رہی ہیں،
پھر باوجود اسکے جو شخص تمھاری ان ضرورتوں کو پورا کرنے کا دعویٰ
کرتا ہے، جو اعلیٰ قوانین اور اعلیٰ تعلیم تمھیں دینا چاہتا ہے، اور
خود اس کی شخصیت، اس کے اخلاق، اُس کی شرافت اور امانت
اس کی باتوں کی سچائی پر شہادت دیتے ہیں، ان تمام باتوں کے
باوجود تم اس کو نہیں مانتے، اور ان باتوں پر غور کرنے کے لئے تیار
نہیں ہوتے، سخت تعجب ہے! اور تم پر سخت افسوس!!

(۴۴) وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ،

اور اگر یہ کوئی بات ہمارے اوپر جی سے گھڑ کر لگاتا

(۴۵) لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ (۴۶)

تو ہم ضرور اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے

ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ (۴۷) فَمَا مِنْكُم

پھر اس کی رگ گردن کاٹ دیتے، اور تم میں

مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ،

کوئی اس سے روک نہیں سکتا،

علاوہ ازیں یہ شخص اگر کوئی بات اپنی طرف سے گھڑ کر ہماری
طرف منسوب کرتا، تو ہم اس کو یقیناً سزا دیتے، اور کبھی اسکی

بات کو کامیابی اور علو کا موقع نہ دیتے، اس کی تحریک کو ہم روک دیتے، اور اس کے رگِ گردن کو اڑا دیتے اور میرے مقابلہ میں تمھارے اندر کسی کی مجال نہ ہوتی کہ اس کی حمایت کرے یا اُسے ہماری سزا سے بچا دے،

(۴۸) وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ،

اور بیشک یہ تو پرہیزگاروں کے لئے ایک نصیحت ہے،

جو لوگ اپنی زندگی انسانیت کے قوانین کی پابندی کے ساتھ بسر کرنی چاہتے ہیں، جو پرہیزگاری اور پاکیزگی کے ساتھ دنیا میں رہنا چاہتے ہیں، ان کے لئے یہ قرآن سرتاپا نصیحت اور یاددہانی ہے جس سے وہ اپنے اخلاق اور اعمال اپنی تہذیب و تربیت، اپنے تمدن اور معاشرت اور اپنی سلطنت اور حکومت کے متعلق مفید اور کامیاب اعلیٰ تعلیم حاصل کرسکتے ہیں جو اپنی موجودہ اور آئندہ دونوں زندگی کو کامیاب اور شاندار بنانے اور اس اعلےٰ کمال تک پہونچنے کے خواہاں ہیں، جس کی استعداد خدا نے ان کے اندر رکھی ہے، وہ اس تعلیم کے ذریعہ سے اپنے اس مقصد تک پہونچنے کے لئے عمدہ اور سیدھے اور آسان راستہ کا پتہ لگا سکتے ہیں،

(۴۹) وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ،

اور بیشک ہم جانتے ہیں کہ تم میں سے کچھ لوگ جھٹلانیوالے ہیں

ہاں کچھ لوگ دنیا میں انسان بن کر رہنا نہیں چاہتے، جن کو اپنی ہستی اور اپنے فرائض کی حقیقت کا علم نہیں، یا جن کا یہ

مقصد ہے کہ دنیا میں رہ کر ایک مفسد اور ظالم و سرکش و شریر کی زندگی بسر کریں۔ ایسے لوگ ضرور اس اعلیٰ تعلیم کو جھٹلائینگے اور کوشش کرینگے کہ کسی طرح اس کی آواز کو پست کردیں اور اس کو کسی نہ کسی طرح اس عمدہ کام سے روک دیں،

(۴۸) وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ،

اور بیشک یہ تو کافروں پر ایک حسرت ہے،

مگر ایک زمانہ آئے گا، جب اس زندگی کا سربستہ راز ان پر کھل جائے گا، اور ان کے سارے اعمال و افعال، ان کے سارے کرتوت ان کی تمام سرکشی اور بداخلاقی کا وبال ان کے سامنے آموجود ہوگا، اور ان کی ہلاکت اور تباہی کی صورت میں ان کے برے اعمال کی سزا ان کو آکر گھیرے گی جس کے پنجہ سے یہ کبھی اور کسی طرح نہ چھوٹ سکینگے، اس وقت انھیں اپنی غلطی اور اپنی غفلت کا اندازہ ہوگا، اور پھر ندامت ہوگی، اور سب کو آخر میں انھیں حسرت اور کف افسوس ملنے کے سوا اور کوئی فائدہ اس بے وقت ندامت کا نہیں ملے گا،

(۴۹) وَإِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِينِ،

اور بیشک وہ یقینی سچ ہے،

اُس وقت ان لوگوں کو اندازہ ہوگا، کہ قرآن کی تعلیم بالکل سچی تعلیم ہے، اور دنیا اور آخرت کی کامیابی اسی سچی تعلیم پر عمل کرنے میں منحصر تھی، اور واقعی یہ لوگ اگر سارے گردوپیش کے واقعات کو دیکھیں، ان دلیلوں پر غور کریں جو قرآن، اپنی صداقت اور اس

پیغمبر کی صداقت پیش کرتا ہے، قیامت اور روز جزا و سزا کے ہولناک واقعات کو سوچیں، اپنے اعمال کی ذمہ واری محسوس کریں، اپنے اعمال کا احتساب کریں، اور اپنے فرائض کی اہمیت کو دیکھیں، تو انھیں خود، صحیح تعلیم کی تلاش ہو، سچے راہ نما کی قدر معلوم ہو، اور انھیں پتہ لگ جائے کہ واقعی دنیا میں اگر کوئی تعلیم نجات دینے والی ہے تو وہ صرف قرآن مجید ہی کی تعلیم ہے، جو وحی خداوندی اور کلام الٰہی ہے،

(۵) فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ،،

تو اپنے بڑے پروردگار کے نام کی تسبیح کرو،

اے پیغمبر! تم ان مخالفین کی مخالفت اور ان کی تکذیب کی پروا نہ کرو، اپنا کام کئے جاؤ اور اپنے اس بڑے عالیشان پروردگار کی تسبیح و تقدیس کرو جس نے تمھیں ایسی عمدہ تعلیم دی، اور دنیا کی سب سے بڑی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے جن عمدہ قوانین کے مجموعہ کی تمھیں تلاش تھی وہ تمھیں عنایت فرمایا اور دنیا کی اصلاح اور صلاح و فلاح اور کامیابی کے لئے وہ سیدھی راہ تمھیں بتائی، جس کی تلاش میں تم سرگرداں تھے، اور تمھیں اس وقت میں جبکہ تم تلاش حق کی پیاس میں تڑپ رہے تھے تمھیں حقانیت اور روحانیت کی بارش سے سیراب کر دیا،

سورۂ معارج

مکی — ۴۴ آیتیں

اس سورت میں عذاب یعنی بُرے اعمال کی سزا کو مفصل طریقہ سے ثابت کیا گیا ہے، اور روزِ قیامت کے چند وہ واقعات بیان کئے گئے ہیں جنھیں سُن کر انسان کو معلوم ہو جائے کہ وہاں بجز اچھے اعمال کے اور کوئی رفیق اور مونس اور فائدہ پہونچانے والا نہیں ہو گا اس کے بعد دکھایا گیا ہے کہ یہ سزا اور عذاب صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو خدا کے احکام سے منہ پھیر لیں اور مال جمع کر کے رکھ چھوڑیں اور اس میں اپنی زندگی ضائع کر دیں، اس کے بعد اچھے لوگوں کی اچھے کاموں کا ذکر کیا گیا ہے، اور بتایا گیا ہے کہ آخرت میں ان ہی لوگوں کے لئے کامیابی اور راحت ہے، جو اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہیں اور اپنی زندگی کے اصل مقاصد یعنی خدا کی یاد اور مخلوق کے ساتھ عمدہ برتاؤ کرتے ہیں اور اپنے انجام سے ہمیشہ خائف رہتے ہیں، اس کے بعد کافروں کو سمجھایا گیا ہے کہ اگر تم اپنی اصلاح نہ کرو گے تو یاد رکھو کہ خدا میں یہ قدرت ہے کہ تمھیں دنیا سے نیست و نابود کر کے تمھاری جگہ دوسری قوموں کو دیدے، تو اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے، یہ سزا تو یہاں ہو گی، اور قیامت کے دن جب اٹھائے جاؤ گے، وہاں اس سے بھی زیادہ اور سخت اور دردناک سزائیں ملیں گی،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ (۱) (۲)

ایک پوچھنے والے نے اس عذاب کے بارے میں پوچھا جو کافروں پر واقع

لِّلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ (۲) مِّنَ اللَّهِ

ہونے والا ہے جسکو کوئی روکنے والا نہیں، خدا کی طرف سے جو بلند مرتبوں

ذِي الْمَعَارِجِ (۳) تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ

والا ہے خدا کی طرف سے جس کی طرف فرشتے اور روح ایک دن میں

إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ

چڑھتے ہیں جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے

پوچھنے والے اس عذاب کے بارے میں طرح طرح کے سوالات کرتے ہیں حالانکہ وہ عذاب جو کافروں کے لیئے خدا کی طرف سے مقرر ہے اس کا جب وقت آئیگا تو کوئی اس کو روک نہ سکے گا کیونکہ وہ اس خدا کی طرف سے ہوگا کہ جس کے صفات کمال کی بلندی اور اونچائی جس کی کبریا و جبروت کے عرش عظیم کا تخیل مخلوق کی قوت متخیلہ سے اس قدر دراء الوراء ثم وراء الوراء ہے کہ روحانیات اور روح القدس اس رفعت و عظمت کے فاصلہ کو پچاس ہزار سال سے پہلے طے نہیں کر سکتے، اور اس بارگاہ جبروتی تک ان کی بھی رسائی آسان نہیں،

تو جس خدا کی عظمت و جبروت، جس کی قدرت و کبریا کی حقیقت تو بھی انسان کیا ملائکہ و روحانیات کی محدود عقلی قوت سے بالاتر ہے اس کی قوت و حکمت، اس کے جبروت و ملکوت کا کیا اندازہ کیا جا سکتا ہے اور اس کی کیا انتہا ہو سکتی ہے۔ اور جو کام وہ چاہے

اسے کون روک سکتا ہے، یا جو وہ نہ چاہے کون اس کے کرنے کی قدرت رکھتا ہے، جب عذاب وثواب اچھے اور برے کاموں کی جزا و سزا اسی کے مقرر کردہ فطرتی قوانین کے موافق ملتی ہے اور ملنی ضروری ہے، تو پھر کون ہے جو اس کو روک سکے، یا اس کے مقرر کردہ قوانین کو توڑ سکے،

(۵) فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا (۶) إِنَّهُمْ
تو خوبصورتی کے ساتھ صبر کر ، وہ لوگ
يَرَوْنَهُ بَعِيدًا وَنَرَاهُ قَرِيبًا
تو اس کو دور دیکھتے ہیں اور ہم اسے قریب دیکھتے ہیں

اے پیغمبر! ان لوگوں کے سوالات سے آزردہ خاطر نہ ہو، یہ لوگ روز قیامت کو نہیں مانتے، اچھے اور برے کاموں کی جزا و سزا کو تسلیم نہیں کرتے، اور ان باتوں کو ان واقعات کو بعید سمجھتے ہیں، اور ہم اس کو نہایت قریب سمجھتے ہیں اس کا واقع ہونا اس قدر یقینی ہے کہ بالکل قریب الوقوع نظر آتا ہے، اگر وہ بعید سمجھتے ہیں، تو اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں، جب قیامت آئیگی اور وہ واقعات واقع ہونگے تو ان کی آنکھ کھل جائیگی، اور انھیں معلوم ہو جانے گا، آج یہ انکار کرتے ہیں، اور تم جو ان امور کی تعلیم دیتے ہو تمھیں جھٹلاتے ہیں تو اے پیغمبر! تم صبر کرو، اپنی نصیحتوں سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتی رہو، اپنی تبلیغ و اشاعت میں مضبوطی کے ساتھ قائم رہو، اور مخالفین کی مخالفت کا خوبصورتی کے ساتھ جواب دیتے رہو، یہ ممکن نہیں کہ حق کی آواز بے اثر یا ناکامیاب رہے، اور تمھاری یہ

کوششیں بار آور نہ ہوں، صرف ثابت قدمی کی ضرورت ہے ہمت
دوکوشش درکار ہے، صبر و عزم کی حاجت ہے، پھر نہ مخالفین کچھ
بگاڑ سکینگے، نہ ان کی مخالفت ذرہ برابر تمہارے مقصد پر برا اثر ڈال
سکیگی،

(۸) يَوْمَ تَكُونُ السَّمَاءُ كَالْمُهْلِ (۹) وَتَكُونُ

جس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کے مانند ہو جائیگا، اور پہاڑ

الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ (۱۰) وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ

دھنی ہوئی روئی کی طرح ہو جائینگے، اور کوئی دوست کسی

حَمِيمًا (۱۱) يُبَصَّرُونَهُمْ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ

دوست کو نہ پوچھیگا، حالانکہ وہ ایک دوسرے کو دیکھینگے گنہگار تمنا

يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ

کریگا کہ اے کاش وہ اس دن کے عذاب سے اپنی اولاد کو فدیہ میں

(۱۲) وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ (۱۳) وَفَصِيلَتِهِ

دے سکتا، اور اپنی بیوی کو اور اپنے بھائی کو، اور اپنے کنبہ کو جو

الَّتِي تُؤْوِيهِ (۱۴) وَمَنْ فِي الْأَرْضِ

اس کو پناہ دیتا تھا، اور روئے زمین کی تمام چیزوں کو

جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ (۱۵) كَلَّا إِنَّهَا لَظَى

کہ پھر یہ اس کو نجات دلا دیں، ہرگز نہیں وہ دہکتی ہوئی آگ ہو

(۱۶) نَزَّاعَةً لِلشَّوَى

کھال تک ادھیڑ کر رکھ دے گی

جس دن قیامت آئے گی، اور دنیا کا یہ نظم و نسق بدلا جائے گا
اور یہ کائنات متغیر اور متبدل کر دی جائے گی، اس دن یہ آسمان

جو سورج، چاند اور تمام سیارات کی دنیا سے پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گی، یہ آسمانی ہستیاں جو آج باضابطہ حرکتوں سے ہماری زندگی اور ہماری زندگی کے تمام سامان پورے ہونے میں مدد دیتی ہیں، اس دن اپنے اپنے مقرر راستوں سے ہٹ ہٹ کر آپس میں ٹکرائینگی، آفتاب کی کشش ثقل جو آج تمام سیاروں کو حرکت میں لائی ہوئے ہے، اس دن اپنی قوت سے تمام سیاروں کو اپنے قریب ... لے گی جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ آج جو زمین باوجود کروڑوں میل دور ہونے کے آفتاب کی شدید گرمی سے تپ کر آگ کی طرح گرم ہو جاتی ہے، اس دن یقیناً پگھلے ہوئے تانبے سے بھی زیادہ گرم ہو جائے گی، اور سارے سیارات آفتاب کے قریب آجانے کی وجہ سے تپ کر آگ ہو جائینگے، پھر یہ اجسام اپنی مقررہ راہوں سے الگ ہو ہو کر آپس میں ٹکرائینگے، تو یہ پہاڑ ریزے ریزے ہو کر دھنکی روئی کی طرح ادھر ادھر بکھرے نظر آئینگے،

ادھر انسان کی یہ حالت ہوگی کہ نفسی نفسی کا عالم ہوگا، یار دوست آشنا، عزیز و اقارب سب دیکھ کر منہ چھپائینگے، وہاں سب کو اپنی اپنی فکر ہوگی، سب کو اپنی آنکھوں سے دیکھینگے، مگر وہاں اپنے انجام کی سوچ سے ذرا بھر مہلت نہ ہوگی کہ کسی کو پوچھیں حالت دریافت کریں یا کسی سے ہمدردی کریں،

جو شخص مجرم ہوگا وہ اپنے بد انجام سے اتنا خائف اور ہراساں ہوگا کہ اس کی تمنا ہوگی کہ اگر اپنے بال بچے، بیوی، بھائی اپنا سارا کنبہ بلکہ اس سے بھی بڑھکر یہ کہ دنیا و مافیہا دے کر بھی عذاب سے چھوٹ

جائے تو یہ سب کچھ اپنے اوپر سے قربان کر دے، مگر وہ دربار کوئی دنیاوی حکومت کا دربار نہ ہوگا کہ وہاں اس قسم کے جرمانہ یا فدیہ سے بُرے نتیجے ٹل جائیں، یا رشوت دے کر وہاں کام نکل سکے، یا خوشامد اس دن کام آسکے، یا کسی کی سفارش کوئی فائدہ پہنچا سکے، ہرگز نہیں، یہ خیال محض مہمل خیال ہے، وہاں مجرموں کے لیئے بجز دہکتی ہوئی آگ کے کوئی چیز نہیں، اور اس قدر تیز ہوگی کہ منہ کی کھال کھینچ دے گی،

(۱۷) تَدْعُوا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰی (۱۸) وَجَمَعَ فَاَوْعٰی،

وہ اس کو بلاتی ہے جس نے پیٹھ پھیرا اور منہ موڑا اور جمع کیا پھر اسکو محفوظ

وہ دہکتی ہوئی آگ ایسے لوگوں کو اپنی طرف بلائے گی جو آج خدا کی تعلیم سے پیٹھ پھیرتے ہیں، اور حق کی آواز سے منہ موڑتے ہیں، اور اپنی انسانیت کے فرائض کو پس پشت ڈالے ہوئے ہیں اور اپنی زندگی کا مقصد انھوں نے صرف روپیہ کمانا اور اسے گاڑ گاڑ کر رکھنا لیا ہے، حالانکہ روپیہ پیسہ، مال و اسباب عیش و راحت کے تمام سامان، غرض یہ کہ زندگی کی ساری ضروریات، جو کچھ بھی دنیا میں ملتی ہیں، اور جن جن چیزوں کا خدا نے انتظام کر رکھا ہے صرف اس لئے ہیں کہ انسان ان، خدا کی دی ہوئی نعمتوں سے اپنی زندگی کو قائم رکھے، اپنی جسمانی صحت و عافیت کا پوری طرح انتظام کرے، اور اس کے بعد اپنی زندگی کے اصل مقصد کو پورا کرے، اور اپنے فرائض کو محسوس کر کے ان ہی کے اندر اس زندگی کو صرف کرے، ہر دن ہر اسے زندگی [illegible]

خود دن یہ ساری دنیا اور اس کی چیزیں محض اس لئے ہیں کہ ان کے
ذریعہ سے انسان اپنی زندگی کے مقصد کو پورا کرنے میں مدد
حاصل کرے، مگر ان بدمعاش لوگوں کی حالت یہ ہے کہ انھوں نے
یہ بات بالکل الٹ دی، جو چیز ذریعہ اور وسیلہ تھی اسی کو انھوں نے
اصل مقصد زندگی قرار دیدیا، اور وہ مال جو فقط زندگی کو قائم رکھنے
کے لئے بنایا گیا تھا، اور جو اس لئے تھا کہ اس کے ذریعہ سے
انسان اپنی ضروریات کو پورا کرے اس مال کو کمانے اور اس کو
جمع کر رکھنے میں اس نے اپنی زندگی کا سارا وقت صرف کر دیا،
اسی کام کو اپنا مقصد بنالیا، اور اصل مقصد کو بالکل بھول گیا،
اس نے اصل کو فرع اور فرع کو اصل، جڑ کو شاخ اور شاخ کو جڑ
ذریعہ کو اصل مقصد اور مقصد کو ذریعہ یعنی دن کو رات اور رات کو
دن سمجھ لیا، اب ہر سمجھدار خود سمجھ لے کہ جو شخص دن کو رات اور
رات کو دن فرض کرے، یقیناً اس کا یہ نتیجہ نکلے گا کہ وہ صبح ہوتے ہی
اپنے بستر سے پر منہ لپیٹ کر دراز ہو جائے گا، اور دن بھر پڑا
سوتا رہے گا، جب شام ہوگی تو وہ اس وقت کو صبح سمجھ کر کام کیلئے
اٹھے گا، تو ساری دنیا اسے اس وقت خاموش اور سوئی ہوئی نظر
آئے گی۔ اور مجبور ہو کر اسے بھی سو رہنا پڑیگا، اور اس طرح اس کا
دن اور اس کی رات دونوں ضائع ہو جائینگی، اور ساری زندگی
اس کی اسی خواب خرگوش میں ضائع اور برباد ہو جائے گی، اور مرتے
وقت اسکو کف افسوس ملنا پڑے گا، بعینہ ان لوگوں کی قیامت کے دن
یہی حالت ہوگی جو لوگ آج اپنی زندگی کا مقصد یہ بنائے ہوئے ہیں کہ

روزانہ چوبیس گھنٹے صرف کرکے روپیہ کمائیں، اور پھر اسے جمع کرکے رکھ چھوڑیں اور پھر صبح ہوتے ہی اسی معمولی کام میں لگ جائیں اور سارا دن روپیہ کما کر رات میں مزے کی نیند لے کر دراز ہو جائیں اور اپنی ساری زندگی اسی طرح روپیہ کمانے اور جمع کرنے میں ضائع کردیں، اور یہ نہ سمجھیں کہ ہم کیا ہیں، ہم کیا بنائے گئے ہیں، اور ہمارے کیا فرائض ہیں، اور ہم کو کیا کرنا ہے، اور ہمارا کیا انجام ہونے والا ہے اور ہم اپنے کاموں کے کس حد تک ذمہ دار ہیں۔

(۱۹) اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا (۲۰) اِذَا مَسَّهُ

بے شک انسان بے صبر پیدا کیا گیا ہے جب اسکو برائی پہنچتی ہے

الشَّرُّ جَزُوْعًا (۲۱) وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ۙ

تو گھبرا جاتا ہے اور جب اسکو بھلائی پہنچتی ہے تو رک جاتا ہے

انسان کو چاہیئے کہ ہر حال میں اپنی حقیقت پیش نظر رکھے اور اپنی ذمہ داریاں پوری کرتا رہے، دنیا کے اندر رہ کر زندگی میں ہزاروں نشیب و فراز، اور رنج، گرم سرد، آرام تکلیف، نفع و نقصان کے مختلف اور گوناگوں موقع پیش آتے ہیں، اور پیش آنے ضروری ہیں مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ زندگی کے ان دو لازمی پہلوؤں یعنی رنج و راحت اور خوشی و غمی سے اس قدر متاثر ہو کہ دنیا و مافیہا سے اپنی آنکھیں بند کرلے، خوشی کا موقعہ ملے تو اس قدر از خود رفتہ ہو جائے کہ سارے فرائض کو بالائے طاق رکھدے، اور ساری ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو جائے، اور رنج و غم پہنچے تو اس قدر سے اور دل شکستہ ہو کر گھبرا کر خدا کی رحمت سے نا امید ہو کر اپنے سے باہر ہو کر رہ جائے

یا ایسی بات زبان سے نکالے جو اسے نہ چاہیئے، مگر کیفیت یہ ہے، انسان ایسا بے صبرا ہے کہ نہ تو خوشی کی حالت میں وہ حدِ اعتدال پہ رہتا ہے، اور نہ رنج و تکلیف کی حالت میں، وہ ایک نصب العین اور ایک اعلیٰ مقصد پہ اس طرح پہ ثابت قدم رہنا نہیں جانتا کہ خوشی اور آرام، غم اور تکلیف کے جاں بخش اور روح فرسا واقعات اس کو اس مقصد سے ایک قدم نہ ادھر ہٹا سکیں اور نہ اُدھر، حالانکہ اولوالعزم کے معنی یہی ہیں کہ جو مقصد اپنا مقرر کرے، جو فرض اپنا سمجھے، اس سے کسی حال میں غافل نہ ہو، دنیا کے اندر رہ کر دنیا کے ہر قسم کے راحت و عیش کے اسباب سے لطف اٹھائے، کھائے، پیئے، کھیلے، ہنسے، سوئے بیٹھے غرض یہ کہ سب کچھ کرے مگر مقصد نظر سے اوجھل نہ ہو، اپنا نصب العین خیال سے الگ نہ ہو، اسوقت وہ کامیابی کے راستہ سے آسانی کیساتھ گذر سکتا ہے، مگر افسوس! دنیا میں ایسے لوگ کم ہیں، اور پھر افسوس! کہ زمین کی انسانی آبادی بیشتر ایسے لوگوں سے خالی ہے

(۲۲) اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ (۲۳) الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى

مگر نماز پڑھنے والے، جو اپنی نمازوں پر قائم

صَلَاتِهِمْ قَآئِمُوْنَ (۲۴) وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ

رہتے ہیں، اور وہ لوگ جن کے مال میں مقرر

حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ (۲۵) لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (۲۶)

حق ہے، مانگنے والوں کے لئے اور محروم کے لئے

وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ (۲۷) وَ

اور وہ لوگ جو روز جزا کو مانتے ہیں، اور وہ لوگ

الَّذِيْنَ مِنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ

جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں

(۲۸) اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ (۲۹)

کیونکہ ان کے رب کے عذاب سے امن نہیں

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ (۳۰) اِلَّا

اور وہ لوگ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، سوا

عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ

اپنی بیویوں اور ان عورتوں کے جو ان کی ملک میں ہیں

(۳۱) فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

کیونکہ انپر کوئی ملامت نہیں، تو جو کوئی اسکے علاوہ ڈھونڈے، ایسے ہی لوگ

الْعٰدُوْنَ (۳۲) وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ

زیادتی کرنے والے ہیں، اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں کو اور اپنے عہد

وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ (۳۳) وَالَّذِيْنَ هُمْ

کو ملحوظ رکھتے ہیں، اور وہ لوگ جو کہ اپنی گواہیوں پر قائم رہتے ہیں

عَلٰى شَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ (۳۴) وَالَّذِيْنَ هُمْ

اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں

عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ (۳۵) اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ

کی حفاظت کرتے ہیں، یہی لوگ جنتوں میں عزت کے ساتھ ہونگے

مُّكْرَمُوْنَ ؔ

بے شک جو لوگ آرام اور خوشی یا تکلیف اور غم کے جذبات سے متاثر ہو کر اپنی ہستی اور اپنی ذمہ داریوں، اور اپنے انجام کے خیال کو پس پشت نہیں ڈال دیتے ہیں، جو ہر حال میں رہ کر دنیا کے ہر قسم کے بیرونی اثرات سے متاثر ہو کر بھی اپنے فرائض کو فرائض کی سی اہمیت دیتے ہیں، اور ضروری کو غیر ضروری اور غیر ضروری کو ضروری، ذریعہ کو مقصد اور مقصد کو ذریعہ نہیں بنا دیتے وہی لوگ بے شک صحیح معنوں میں انسان کہلائے جانے کے مستحق ہیں، اور وہی ہیں جن کی دنیا اور آخرت دونوں کامیاب ہے، ایسے لوگ وہ ہیں جنکے اندر یہ آٹھ باتیں پائی جاتی ہیں،

(۱) نماز پڑھنا، اس پر پوری پابندی کے ساتھ قائم رہنا،

(۲) مانگنے والوں کو اور ان لوگوں کو جو نہیں مانگتے ہیں مگر دراصل ضرورتمند ہیں، یا جنھیں کوئی نہیں دیتا جنھیں لوگ دھکا دے کر اپنے دروازوں سے نکال باہر کر دیتے ہیں ایسے واجب الرحم محتاجوں کو علاوہ مذکورہ حق کے مقررہ طور ہمیشہ اپنے مال سے دیتے رہنا،

(۳) اعمال کی جزا سزا کو ماننا، اپنے کاموں کی ذمہ داری محسوس کرنا، روز جزا سزا یعنی قیامت کو تسلیم کرنا،

(۴) برے کاموں سے بچنا، برے کاموں کی سزا سے خائف رہنا اور یہ سمجھنا کہ برے اعمال کی جو سزا خدا نے مقرر کی ہے اس سے کسی صورت سے چھٹکارا ممکن نہیں،

(۵) اپنی بیویوں اور مملوکہ کے سوا اور کسی عورت سے معہود تعلق نہ پیدا کرنا، ہاں ان مذکورہ بالا عورتوں سے کوئی حرج نہیں،

کیونکہ وہ اسی مقصد کو پورا کرنے کے لئے ہیں، ان کے علاوہ دوسری نماز پڑھنا نہایت مبرا ہے،

(۶) اپنی امانتوں کو محفوظ رکھنا، ان میں کسی طرح خیانت نہ کرنا اور اپنے عہد و پیمان کا ہمیشہ لحاظ رکھنا،

(۷) گواہیوں پر قائم رہنا، اس کو بدل دینے، اسکو جھوٹ سچ ملا دینے، اسکو غلط بیان کرنے یا اسکو چھپانے سے پرہیز کرنا،

(۸) نماز کی پوری طرح حفاظت کرنا، اسکو اطمینان کیساتھ ادا کرنا، اسکو وقت پر پڑھنا

جو لوگ ان باتوں پر قائم رہتے ہیں، اور ان اعلیٰ مقاصد کو پورا کرتے رہتے ہیں، وہی لوگ کامیاب زندگی بسر کرتے ہیں، اور آخرت میں بھی کامیاب ہونگے، اور وہاں انکو ایسی جگہ ملے گی جس میں ان کے لیے ممکن سے ممکن اور اعلیٰ سے اعلیٰ راحت و آرام عیش و عشرت کے سامان مہیا ہونگے،

نماز کو دو دفعہ بیان کیا گیا ہے، کیونکہ انسان کے دو اعلیٰ ترین فرائض یعنی (۱) خدا کے ساتھ عمدہ تعلق پیدا کرنا (۲) اور مخلوق کے ساتھ رحم و شفقت کا برتاؤ کرنا، ان دونوں میں سے پہلا زیادہ اہم ہے، کہ مخلوق کا پہلا فرض خالق کو پہچاننا، اپنے عجز و احتیاج کو محسوس کرکے اس قادر و توانا، اس غنی و صمد کی کبریائی و جبروت کی درگاہ میں، جبین نیاز ٹیک دینا اس کے بعد پھر اس خالق کی مخلوق کے ساتھ عمدہ تعلق پیدا کرنا ہر ایک کیساتھ اس کی حیثیت کے مطابق برتاؤ کرنا، پھر اپنے اعمال کا اپنے آپ کو ذمہ وار سمجھنا، اور اس کے انجام سے خائف رہنا، بداخلاقیوں سے پرہیز کرنا، کہ انھیں کاموں کا نام انسانیت ہے، اور ان ہی کے کرنے والے انسان کہلائے جانے کے مستحق ہیں، قرآن میں جا بجا

زندگی کے ان دو اعلیٰ مقصدوں کو ملا کر بیان کیا گیا ہے،

اور تیرا رب حکم دیتا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اور والدین کے ساتھ احسان کرو۔ ... اور قرابت والے کو اس کا حق دو اور محتاج کو اور مسافر کو، ...

(۱) وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۔ ... وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ

(بنی اسرائیل ۲۳ × ۲۶)

وہ کہیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے، اور نہ ہم محتاج کو کھانا کھلاتے تھے ...

(۲) قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ

(مدثر ۴۳)

اور خدا کی عبادت کرو، اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھیراؤ، اور ماں باپ اور قرابت داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور قرابت دار ہمسایوں اور اجنبی ہمسایوں، اور پاس بیٹھنے والوں، اور مسافروں کے ساتھ احسان کرو،

(۳) وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ

(۳۶) فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ (۳۷)

تو کافروں کو کیا ہو گیا کہ تیری طرف جھکے پڑتے ہیں،،،،،

عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ (۳۸) اَيَطْمَعُ

گروہ بن بن کر دائیں طرف سے اور بائیں طرف سے، کیا ان میں سے

كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ۹ كَلَّا

ہر شخص اس کی لالچ رکھتا ہے کہ نعمت کی جنت میں داخل ہوگا، ۹ ہرگز نہیں

تو یہ لوگ جو خدا کو نہیں مانتے، جو اس کے پیغمبر کو نہیں تسلیم کرتے

اور جو ان مذکورہ بالا کاموں کی طرف توجہ نہیں کرتے اور خدا کی تعلیم کو جھٹلاتے ہیں، انہوں نے کیوں شور مچا رکھا ہے، وہ کیوں تمہیں گھیرے ہوئے چلے آرہے ہیں، کیا ان کی یہ خواہش ہے کہ ان میں سے ہر شخص نعمتوں والی جنت میں داخل ہو، ہرگز نہیں اس جنت میں صرف وہی لوگ داخل ہونگے جن کا اوپر ذکر کیا ہے جو خوشی و راحت و رنج و تکلیف کسی حالت میں اپنے فرائض کو پس پشت نہیں ڈالتے،

(۳۹) اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ (۴۰) فَلَآ اُقْسِمُ

ہم نے انکو اس چیز سے بنایا ہے جسے وہ جانتے ہیں تو نہیں میں قسم

بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ (۴۱)

کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے رب کی کہ ہم بیشک قادر ہیں،

عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ وَمَا نَحْنُ

اس بات پر کہ ان کے بدلے میں ان سے اچھے لوگ لے آئیں،

بِمَسْبُوْقِيْنَ

اور ہم عاجز نہیں،

کیا وہ نہیں جانتے کہ وہ ہماری قدرت کے احاطہ سے اور ہماری قوت و حکومت کی سرحد سے کسی حال میں الگ نہیں ہو سکتے کیا وہ نہیں جانتے کہ ہم نے انہیں کس طرح مٹی کے بے حقیقت ذرات سے بڑھا کر ایک انسان بنا دیا ہے تو جب ہم نے انہیں مٹی سے انسان بنایا ہی تو اس سے وہ ہماری قدرت اور قوت کو سمجھیں ہم جب تمام مشرق اور تمام مغرب کے خالق اور پروردگار ہیں تو صاف ظاہر ہے کہ ہم جس مخلوق کو جس وقت جیسا چاہیں بنا سکتے ہیں نا

تم پر واضح رہنا چاہئے کہ ہم تمام مشرقوں کے اور تمام مغربوں کے پروردگار
ہیں، دنیا کے ہر حصہ، ہر گوشہ، ہر ہر ذرہ ذرہ کے ہم خالق اور پروردگار ہیں
جو میری قوت اور جبروت پر شاہد ہے اس لئے اے سرکش انسانو!
اپنی سرکشی اور بد اخلاقی میں زیادہ جرأت نہ کرو، زیادہ اصرار نہ کرو،
میری نصیحت سنو، اس پر عمل کرو، اپنے فرائض کو سمجھو، اور یہ یاد رکھو
کہ ہم بہت آسانی کے ساتھ یہ کر سکتے ہیں کہ تم کو ہلاک کر دیں اور تمہاری
جگہ ایسی قوم کو دیدیں جو تم سے اچھی ہو، جس وقت ہم چاہیں یہ کر سکتے
ہیں تمہارے پاس میرے اس ارادہ کو روک دینے کے لئے کوئی طاقت
اور کسی قسم کی قوت نہیں، نہ ہمارے مقابلہ میں تمہاری کوئی تدبیر
کارگر ہو سکتی ہے، اور نہ تم میں اسکی تاب و توانائی ہے،

(۴۲) فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتَّىٰ يُلَاقُوا

تو ان کو جھگڑنے اور کھیلنے دے، یہانتک کہ اس دن کو جا ملیں

يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ (۴۳) يَوْمَ

جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے، جس دن وہ قبروں

يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا كَأَنَّهُمْ إِلَىٰ

سے اس طرح نکلینگے کہ گویا تھان کی طرف

نُصُبٍ يُوفِضُونَ (۴۴) خَاشِعَةً

دوڑے جا رہے ہیں، ان کی نظریں جھکی

أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ

ہوئی ہونگی، ذلت ان پر چھائی ہوگی

ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ،

یہ وہی دن ہے جس کا انھیں وعدہ کیا جاتا تھا،

اے پیغمبر! اگر یہ سرکش اور بداخلاق لوگ تمھاری باتوں کی طرف توجہ نہ کریں تو اس کی پروا نہ کرو، انھیں چھوڑ دو، کہ خوب جی بھر کر اپنی کھیل کود، لڑائی جھگڑے میں اپنی عمر ضائع کر دیں، جب وہ یوم موعود آئے گا، جب وہ روز قیامت آئے گا، جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے تو خود ساری حقیقتیں ان پر آشکارا ہو جائینگی، اور جس طرح یہ آج خدا کو چھوڑ کر اور اس کے دربار سے منہ موڑ کر بتوں کے تھانوں کی طرف دوڑتے ہیں، اس دن قبروں سے اٹھ کر اسی طرح حساب کتاب کے لئے بارگاہِ خداوندی میں دوڑینگے، اس وقت انھیں اپنی زندگی کی غفلت، اور بداخلاقی کا مزہ ملے گا۔ اور برے انجام کی بھیانک اور ڈراؤنی تصویر ان کے پیش نظر ہوگی جس کے خوف سے ان کی آنکھیں جھکی ہونگی، چہرے پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی یہ وہی دن ہوگا جس کا آج سے وعدہ کیا جاتا ہے، اور جس سے انھیں ڈرایا جاتا ہے، مگر یہ نہیں مانتے، اور ہنسی مذاق میں اسے ٹلا دیتے ہیں، اے کاش! یہ کچھ غور کریں اور سمجھیں اور نصیحت پکڑیں!

سورۂ نوح

مکّی ۲۸ آیتیں

اس سورت میں ایک داعی، ایک مبلغ، ایک رہبر قوم اور ایک پیغمبر کو طرز تبلیغ کی تعلیم دی گئی ہے، نوح علیہ السلام کے حالات بیان کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ وہ شخص جو بگڑی قوم کی اصلاح کے لئے کھڑا ہوا ہے کس طرح اپنی قوم کو ہدایت کرنا چاہئے۔ اور کس قدر صبر اور اولوا العزمی کی اس میں ضرورت ہے۔ قوم کی مخالفت اور مخالفین کی ایذا رسانی پر کس قدر صبر کرنا پڑتا ہے اور کس کس طریقہ سے لوگوں کو متوجہ کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ أَنْ

ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ اپنی قوم کو ڈراؤ

أَنذِرْ قَوْمَكَ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

قبل اس کے کہ ان پر دردناک عذاب آ پڑے

نوح کی قوم جب سیدھی راہ سے بھٹک کر گمراہ ہو گئی اور لوگ بداخلاقیوں میں پڑ کر اپنی انسانیت کو کھو بیٹھے اور قریب تھا کہ ان کی بداعمالیوں کے برے نتائج مہلک اور تباہ کن عذاب کی صورت میں انھیں آ گھیریں کہ اتنے میں خدا نے اپنی رحمت اور کرم سے ایک مصلح نوح کو ان کی اصلاح اور فہمائش کے لئے بھیجا۔

اور فرمایا کہ اے نوح! قبل اس کے کہ تمھاری قوم اپنی بداعمالیوں کی سزا میں ہلاک کردی جائے ان کو سمجھاؤ، اور برے انجام سے انھیں ڈراؤ، تاکہ وہ اپنی اصلاح کریں، اور برے انجام سے ڈر کر اپنی غلطیوں سے باز آجائیں

(۲) قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ

اس نے کہا اے میری قوم! بیشک میں تمہارے لئے صاف ڈرانیوالا ہوں،

(۳) اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ

کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو

(۴) يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ

وہ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا، اور ایک مقررہ مدت تک

اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَاۗءَ

تمکو مہلت دے گا بے شک اللہ کی مقررہ مدت

لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ

جب آجائے گی تو وہ نہیں ٹل سکتی، کاش! تم جانتے!!

نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ دیکھو میں تمھیں صاف صاف برے انجام سے ڈراتا ہوں، تم اپنی بداخلاقی اور سرکشی سے باز آؤ، اور جب تم انسان بنائے گئے ہو تو اپنی انسانیت کے فرائض کو پہچانو تمھیں جو ایک خاص قوت عقلیہ دی گئی ہے اس کی ذمہ داریوں کو پورا کرو، تمھارا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ (۱) جس نے پیدائش سے لیکر موت تک کی ساری ضرورتوں کو پورا کرنے کیلئے اعلیٰ سے اعلیٰ انتظام کیا ہے اس کو پہچانو اسکی عظمت

و جلال، اس کی کبریائی و جبروت کے در بار میں سر رکھو، اپنی عاجزی
اور اپنی بندگی شعور کرکے اس کی قدرت، اس کی حکمت کا اندازہ
لگاؤ، اور پھر اس کی تسبیح اور تقدیس کرو، کہ ایک بندہ کا یہی کمال ہے
کہ وہ اپنے آقا کے ساتھ بندگی کا صحیح تعلق قائم کرے (۲) اس کے عدل
والنصاف، اس کی رحمت و شفقت پر غور کرو اور سمجھو کہ اچھے اور برے
کاموں کا اچھا اور برا نتیجہ کبھی ٹل نہیں سکتا ممکن نہیں وہ نیکوں اور بروں
کو ایک طرح کا بدلہ دے اور دونوں کا یکساں انجام ہونے دے ہرگز
نہیں وہ ضرور نیکوں کو اچھا اور بروں کو برا بدلہ دے گا اس لئے
تم کو چاہیئے کہ ہمیشہ اس خدا کے عدل و انصاف کو سمجھ کر برے
اعمال کے برے نتائج سے ڈرتے رہو، (۳) اور اس ڈرنے کا یہ
اثر ہونا چاہیئے کہ اپنی موجودہ غلطیوں کو چھوڑ دو اور عمدہ اخلاق
اور اعمال اختیار کرو، اور میں جس طرح تعلیم دوں اس پر عمل کرو میں
جو احکام بتاؤں انھیں پورے کرو، اس کا نتیجہ یہ ملے گا کہ خدا تمہارے
گناہ معاف کر دے گا، اور تمھاری ساری گذشتہ غلطیوں پر قلم عفو
کھینچ دے گا، اور پھر تمہیں ایک مقررہ مدت تک اس کا موقعہ دیگا
کہ تم اپنی اصلاح کر لو، اور اپنی انسانیت کے فرائض اور ذمہ داریوں
کو پورا کرکے ترقی اور فلاح کے اس اعلیٰ زینے تک پہنچ جاؤ، جہاں تک
پہونچنے کی استعداد تمھارے اندر رکھی گئی ہے کیونکہ پھر اس کے
بعد جب خدا کی مقرر کردہ مدت پوری ہو جائیگی تو اسے دنیا کی کوئی
قوت ٹلا نہیں سکتی، اے کاش! تم یہ سمجھو اور اپنی چندروزہ زندگی
کے ان باقی ماندہ چند گھنٹوں کی قدر و قیمت پہچانو، تاکہ آئندہ زندگی

میں تمھیں کفِ افسوس ملنے، اور دائمی اذیت و تکلیف کے جہنم سے پوری کامیابی کے ساتھ نجات حاصل ہو،

(۵) قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا

اس نے کہا اے میرے رب! میں نے تو اپنی قوم کو رات دن بلایا

(۶) فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْۤ اِلَّا فِرَارًا (۷)

مگر میرے بلانے سے تو اور بھی بھاگنے لگے

وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْۤا

اور میں نے تو جب کبھی ان کو بلایا کہ تو ان کی مغفرت کر دے

اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا

تو انھوں نے اپنے کانوں میں اپنی انگلیاں ٹھونس لیں

ثِیَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا

اور کپڑے اوڑھ لئے، اور اصرار کیا، اور سخت تکبر کیا

نوحؑ نے جب پوری کوشش اور سرگرمی کے ساتھ اپنی قوم کو سچی باتوں کی طرف بلایا اور سیدھی راہ چلنے کی ہدایت کی، تو ان کی سرکشی کی یہ حالت ہوئی کہ انھوں نے ان کی ایک بات نہ مانی، اور انکو یہانتک مایوسی ہوئی کہ آخرکار انھوں نے خدا سے یہ کہا کہ اے پروردگار! میں نے رات اور دن اپنی قوم کو حق کی طرف بلایا، ہر وقت ان کی اصلاح کے پیچھے پڑا رہا، مگر میں جس قدر انہیں بلاتا رہا، اتنے ہی وہ دور بھاگتے رہے، اور میں نے جس قدر کوشش کی کہ وہ آئیں اور میری باتیں اچھی طرح سمجھ کر قبول کریں، تاکہ تو ان کے گناہوں کو بخش دے اور ان کی ساری غلطیوں کو معاف کر دے، تو انھوں نے

میری آواز سن کر اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھوس ٹھوس لیں کہ کسی طرح
میری آواز بھی ان کے کانوں تک نہ پہونچ سکے۔ اس سے بھی بڑھکر
کپڑے اپنے اوپر اوڑھ اوڑھ لیتے کہ آواز نہ آئے اور ساتھ ہی
ان کے بلانے والے کی صورت بھی نظر نہ آئے۔ کیونکہ بسا اوقات
صرف مخلص و خیر خواہ کی خالص نیت بھی اس کی صورت کو
مقدر موثر بنا دیتی ہے کہ صرف صورت دیکھتے ہی انسان اس کا
گرویدہ ہو جاتا ہے اسی لئے انھوں نے کانوں میں انگلیاں ٹھوس
لینے کے ساتھ ہی سروں پر کپڑے سے بھی اوڑھ اوڑھ لیے اور اسی
طرح سرکشی اور تمرد کرکے میری باتیں نہ مانیں اور اپنے اس انکار
پر اصرار کیا اور انتہا درجہ کی سرکشی اور تکبر کیا۔

(۸) ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُھُمْ جِھَارًا (۹) ثُمَّ اِنِّیْ

پھر میں نے ان کو کھلم کھلا بلایا، پھر میں نے

اَعْلَنْتُ لَھُمْ وَاَسْرَرْتُ لَھُمْ اِسْرَارًا

ان کے لئے اعلان کرکے، اور چھپا چھپا کرکے باتیں کیں

(۱۰) فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اِنَّہٗ کَانَ

پھر میں نے ان سے کہا کہ اپنے رب سے معافی مانگو بیشک

غَفَّارًا (۱۱) یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا

وہ بڑا بخشنے والا ہے، وہ تم پر آسمان کو موسلا دھار بھیجیگا۔

(۱۲) وَّیُمْدِدْکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ

اور مال سے اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا۔

وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا

اور تمہارے لئے باغ اور نہریں بنا دے گا،

پھر میں نے ان کو کھلم کھلا دعوت دی، اعلان کر کے بلایا آہستہ نصیحت کی خفیہ سمجھایا، جو جو طریقہ سمجھانے کا، اور نصیحت کرنے کا ممکن تھا سب کر دیکھا، کوئی وقت کوئی طریقہ، کوئی ممکن سے ممکن صورت تبلیغ و اشاعت، ہدایت و اصلاح کی نہ چھوڑی مگر یہ یہ راہ پر نہ آئے،

پھر میں نے انھیں اس طرح بھی سمجھایا کہ دیکھو اپنی لغزشوں سے توبہ کرو اپنی غلطیوں کو چھوڑ دو، اپنی سرکشیوں سے باز آؤ، اس سے صرف تمہاری معاد اور عاقبت ہی کامیاب نہیں ہوگی، بلکہ اس دنیا میں بھی صرف اسی طریقہ سے کامیابی، اور ترقی، اور صلاح و فلاح حاصل ہو سکتی ہے، دنیا کی ساری ترقی اور کامیابی فقط ان امور کا نام ہے جن کے ذریعہ سے مال و دولت عزت و شوکت خوش حالی اور فارغ البالی، حاصل ہو، تو اگر تم اپنی غلطیوں کی معافی خدا سے مانگو گے، اور آیندہ کے لئے اُن بد اخلاقیوں سے باز آنے کا عہد کرو گے تو خدا تمہارے ملک کو بارش ہو سلادھار برسا کر سرسبز و شاداب کر دے گا، تمھیں مال دے گا، اولاد دیگا تمہارے لئے باغ اور نہریں بنا دے گا، یعنی دنیا میں زندگی کی راحت و عیش کے لئے سارے سامان تمھیں عنایت فرمائے گا،

خدا کی قدرت اور حکمت سے حشر و نشر پر شہادت

(۱۳) مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا (۱۴)

تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کیلئے بزرگی کا خیال نہیں رکھتے؟

وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا (۱۵) اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ

حالانکہ اس نے تمکو طرح طرح سے پیدا کیا ہے کیا تم نہیں دیکھتے

خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا (۱۶) وَّجَعَلَ

کہ اللہ نے کس طرح سات تہ بہ تہ آسمان پیدا کئے ہیں اور ان کو

الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا

اندر چاند کو نور بنایا ہے اور سورج کو چراغ بنایا ہے

(۱۷) وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا

اور اللہ نے تم کو زمین سے اگایا ہے

(۱۸) ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا

پھر وہ تمکو اس میں لوٹائے گا اور تم کو نکال کھڑا کر دیگا

(۱۹) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا (۲۰)

اور اللہ نے تمھارے لئے زمین کو بچھونا بنایا ہے،

لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا،

تاکہ تم اس کے کھلے کھلے رستوں میں چلو

ان آیتوں میں خدا کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کے کرشمے دکھائے گئے ہیں اور آخر میں یہ بات ظاہر کیگئی ہے کہ یہ زندگی، انسان کی انتہائی زندگی نہیں، اور یہ موت انسان کی ہستی کا بالکل

خاتمہ نہیں کر دیتی، بلکہ اس کے بعد جو دوسری زندگی آنے والی ہے، وہ اس زندگی سے زیادہ اہم اور زیادہ قابل توجہ ہے کیونکہ اس زندگی کی ساری حرکت وسکون سارے افعال واقوال، اور سارے کارناموں کے نتیجے اس زندگی میں ظاہر ہونگے، یہ زندگی اگر کھیتی کے دن ہیں تو وہ زندگی، کاٹنے کے دن ہیں، یہ نہیں ہو سکتا کہ انسان کھیتی کرے، بیج بوئے، درخت پیدا ہو اور پھل نہ لگے جن لوگوں کو اس میں شبہ ہے وہ صرف یہ کہ انسان مرنے کے بعد کیوں اور کس طرح پیدا ہو سکتا ہے، تو یہ شبہ بالکل کمزور ہے، ایسے لوگوں کو چاہئے کہ خدا کی قدرت، اس کی حکمت، اس کی علم اور اس کی رحمت کا اندازہ لگائیں اور سمجھیں کہ خدا سب کچھ کر سکتا ہے اور نہایت ضروری ہے کہ انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کیا جاسکے، خدا کی ان صفات کا اندازہ کرنے کے لئے ان باتوں پر غور کرنا چاہیئے۔

(۱) انسان کو خدا نے کس طرح پیدا کیا، پہلے کیا تھا کیا سے کیا بنا اور پھر ہوتے ہوتے کیا بن گیا، پہلے وہ مٹی تھا پھر اس سے وہ نباتات کی صورت میں آیا پھر اس سے وہ غذا بن کر جسم میں داخل ہوا اور خون بن کر وہ قطرہ بنا جس سے انسان پیدا ہوتا ہے پھر وہ انسان ہی کی جسم میں ایک خاص جگہ ایک خاص مدت تک رہ کر قطرہ سے خون، خون سے گوشت ہڈی رگ وپٹھے کا مجموعہ بنکر ایک دن مکمل زندہ انسان بن کر دنیا میں آجاتا ہے، تو اس ابتدا کو دیکھو کہ یہ سلسلہ مٹی سے شروع ہوا اور انسان تک

پہونچا، اس عرصہ میں خدا نے اس کو ایک صورت سے دوسری صورت میں بدلتے بدلتے، کہاں تک پہونچا دیا،

(۳) ستاروں کی دنیا پر نظر اٹھا کر دیکھو، یہ سیارات جو کروڑوں کی تعداد میں ہیں، کس طرح ایک دوسرے تلے اوپر بنائے گئے ہیں، ان تمام سیاروں میں خصوصیت کے ساتھ چاند اور سورج پر غور کرو کہ خدا نے اسے کس حکمت اور تدبیر سے بنایا ہے، اس کی حرکت کے لئے کیا عمدہ انتظام مقرر کیا ہے، کہ ان ہی دونوں کی برکات دنیا میں رہنے والی مخلوقات کی بیشتر ضروریات کے پورے ہونے میں مدد دیتی ہیں، جمادات، نباتات، حیوانات اور انسانوں کی تمام ضروریات، ان کا نشوونما، ان کی غذا، ان کا بڑھنا، ان کا پھولنا اور پھلنا، ان کا بار آور ہونا یہ سب چاند اور سورج کی حرکت اور اس کی گرمی کے ممنون ہیں، ان ظاہر اور کھلے منافع کے علاوہ سیکڑوں منافع ان سے ہیں جن کو سمجھنا تو درکنار عقل کی رسائی بھی وہاں تک نہیں ہو سکتی، ایک سب سے بڑا نفع ان دونوں کا، یہ ہے کہ ہم ان سے روشنی حاصل کرتے ہیں، جس پر دنیا کا سارا کاروبار موقوف ہے، اور یہی وجہ ہے کہ جب سورج ہمیں محنت کے بعد، خود ہماری نظروں سے غائب ہو کر آرام کا وقت عنایت کرتا ہے، تو اس تیز روشنی کی ضرورت نہیں رہتی، اس لئے اسوقت چاند جلوہ افروز ہوتا ہے، جس کی حسین اور خوبصورت روشنی اپنے اندر ایک خاص قسم کی نزاکت اور لطافت لئے ہوتی ہے، جو محض لطف اٹھانے کے وقت کے شایاں ہے،

(۳) انسان کے رہنے کے لیے جو جگہ بنائی گئی ہے، یعنی زمین، اس کی پیدائش پر غور کرو کہ وہ کس طرح بنائی گئی، اور اور کیسے عمدہ موقعہ میں اسے رکھا گیا، کہ خشکی بھی رہے جس پر انسان رہ سکے، ورنہ زمین کا بوجھ دراصل اسکا خواہاں تھا کہ اس کو پانی کے بیچ میں رکھا جائے کیونکہ زمین پانی سے زیادہ ثقیل ہے، اور باوجودیکہ وہ بالکل گول ہے، اور اس کے ہر سمت جا بجا آبادیاں موجود ہیں، پھر بھی اس کی گولائی انسان کے چلنے پھرنے رہنے سہنے مکان وعمارتیں بنانے میں حارج نہیں، بلکہ وہ اس قدر بڑی ہے کہ انسان اس کو گول ثابت کرنا چاہے تو دلیل پیش کرنے کی ضرورت ہوتی ہے،

کیا ان باتوں پر غور کرنے سے یہ صاف اور آسانی سے سمجھ میں نہیں آتا کہ جس خدا نے یہ سب کچھ پیدا کیا ہے، اس کی قدرت سب کچھ کر سکتی ہے، اس کی حکمت اور رحمت اور اس کا علم کبھی یہ گوارا نہیں کرے گا، کہ انسان کو موت دے کر فنا کر دے۔ اور اتنی بڑی عظیم الشان مخلوق محض پچاس ساٹھ برس کی زندگی کے بعد بالکل معدوم محض ہو جائے، یہ بے جان اور بے حس وحرکت زمین، پانی، ہوا، پہاڑ وغیرہ تو سینکڑوں برس رہیں اور جس مخلوق کی برتری اور اہمیت کا یہ عالم ہو کہ ساری دنیا سے وہ خدمت لے اور ساری دنیا اس کی نفع کے لیے ہو۔ وہ اس قدر تھوڑی مدت میں بالکل فنا ہو جائے اور اس طرح نیست ونابود ہو جائے کہ پھر اس کے بعد کچھ ہو

اس کا علم کبھی یہ پسند نہیں کر سکتا کہ اچھے اور برے کاموں کو دیکھ کر، نیکوں اور بدوں کی نیکی اور بدی کا علم رکھکر دونوں کا ایک سا انجام ہونے دے، اس کی رحمت یہ کبھی جائز نہیں رکھ سکتی کہ ظالم اور مظلوم کو ایک لاٹھی ہانکے، اور آم اور نیم بونے والے کو ایک ہی قسم کا پھل دے،

وہ جب ایک ذرہ مٹی کو ترقی دے کر انسان بنا سکتا ہے اور پھر وہ اس کو موت دے کر اسی مٹی میں ملا سکتا ہے تو وہ ضرور اس پر پوری طرح قادر ہے کہ دوبارہ پھر ان ہی اجزا کو اٹھا کر کے زندہ انسان بنا کھڑا کرے، اس لیئے کہ پہلی دفعہ سے دوسری دفعہ پیدا کرنا زیادہ آسان ہے اور اسلیئے کہ وہ خدا جس میں یہ سب قدرت ہے، وہ پہلی دفعہ پیدا کرنے سے تھک نہیں سکتا،

(۲۱) قَالَ نُوحٌ رَّبِّ اِنَّھُمْ عَصَوْنِیْ وَاتَّبَعُوْا

نوح نے کہا اے میرے رب! ان لوگوں نے تو میری نافرمانی کی،

مَنْ لَّمْ یَزِدْہُ مَالُہٗ وَوَلَدُہٗٓ اِلَّا خَسَارًا

اور ایسے لوگوں کی پیروی کی جنہیں ان کے مال اور اولاد نے سوائے نقصان

(۲۲) وَمَکَرُوْا مَکْرًا کُبَّارًا (۲۳) وَقَالُوْا لَا

کے اور کچھ نہیں پہونچایا، اور انہوں نے بڑی بڑی تدبیریں کیں، اور بولے کہ

تَذَرُنَّ اٰلِھَتَکُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا

اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑو، نہ ود کو چھوڑو اور نہ

سُوَاعًا وَّلَا یَغُوْثَ وَیَعُوْقَ وَنَسْرًا

سواع کو اور نہ یغوث کو اور نہ یعوق کو اور نہ نسر کو

(۲۴) وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ،

اور انھوں نے تو بہتیروں کو گمراہ کر دیا ہے، اور ظالموں کو اور بھی گمراہی میں بڑھا دے،

نوح علیہ السلام نے تبلیغ و اشاعت میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا، ہر طرح سے اپنی قوم کو سمجھایا، قیامت سے ڈرایا، برے کاموں کے برے انجام کی طرف توجہ دلائی، ہر طرح سے دلیل دے دے کر آخرت اور قیامت کے تمام واقعات ان کے ذہن نشین کرائے، مگر بالآخر ان کی قوم سیدھی راہ کی طرف نہ آئی، یہ گو پیغمبر تھے، مگر پھر بھی انسان تھے، اس قدر طویل مدت کی اس جانفشانی اور دردسری کا کچھ نتیجہ نہ نکلتے دیکھ کر ان کی طبیعت سخت رنجیدہ اور ملول ہوئی اور ہونا بھی چاہیے تھا، انسان کی ہمت اور اس کے حوصلے اور اس کے مستقل ارادے اور مصمم عزم کو بالکل پست اور کمزور کرنے والی اس سے زیادہ اور کوئی بات نہیں کہ وہ اپنی عمر بھر کی کوشش کو بالکل ناکامیاب ہوتا ہوا دیکھے، اسی مایوسی اور صدمہ میں نوح علیہ السلام نے جب یہ اندازہ کیا کہ یہ لوگ نہ خود راہ پر آئینگے، اور نہ دوسروں کو سدھرنے دینگے تو اس وقت خدا کے سامنے یہ فریاد کر گئے کہ اے میرے پروردگار یہ لوگ میری کوئی بات نہیں مانتے، ایسے لوگوں کی بات مانتے ہیں جنھیں دنیا میں بجز ناکامیابی کے اور کچھ نصیب نہیں ہوا جنھیں مال اور اولاد نے کوئی نفع نہیں پہونچایا، اس کے علاوہ

یہ کہ یہ لوگ میری مخالفت اور عداوت کی تدبیریں کرتے ہیں ہمیشہ
اس فکر میں لگے رہتے ہیں کہ کسی طرح میرے کاموں کو نقصان
پہونچائیں۔ مجھے میرے مقصد میں ناکامیاب بنا دیں، اب ان کی یہ
حالت ہے کہ وہ انسانیت کے طبقہ سے بالکل نیچے گر گئے
ہیں، خود برے کاموں میں مبتلا ہیں اچھے کاموں سے بالکل
الگ ہیں، دوسروں کو اچھا کام کرتے دیکھتے ہیں تو اس میں
رکاوٹ ڈالتے ہیں، اور آپس میں ایک دوسرے کو تاکید
و نصیحت کرتے رہتے ہیں کہ اپنے معبودوں کو کسی حال میں نہ چھوڑو
ود، سواع، یغوث، یعوق و نسر وغیرہ بتوں کو کبھی نہ چھوڑو،
یہ ہے ان کی گمراہی کی انتہا، ایسوں کی اصلاح محال ہے یہ اب
کسی حال میں سدھرتے نظر نہیں آتے، تو اے خدا! ایسے
ظالموں کو خوب گمراہ ہونے دے کیونکہ درندگی اور شیطنت کا
جوزہر ان کے اندر سرایت کر گیا ہے، وہ روز بروز ان کے
اس مہلک مرض کو خدا کے مقرر کردہ قوانین کے مطابق بڑھاتا
ہی جائے گا،

(۵) مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا

اپنی گناہوں کی وجہ سے وہ لوگ غرق کر دے

فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ۬ فَلَمْ يَجِدُوْا

گئے، پھر آگ میں داخل کئے گئے، تو انھوں نے اپنے

لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا

لئے اللہ کے سوا کوئی مددگار نہ پایا، ، ، ، ،

بہر حال نوح علیہ السلام کی قوم نے سرکشی، اور گناہوں میں گندگیوں میں بداخلاقیوں میں اس قدر انہماک ہوا کہ مرنے سے پہلے ان کی آنکھ ہی نہ کھلی، اب آخرت میں ان کے لئے جہنم کے سوا اور کوئی ٹھکانا نہیں ہوگا، وہاں ان کی ساری شیخی کرکری ہوجائیگی اور جن دنیاوی تعلقات، دنیاوی ساز و سامان پر انھیں بھروسہ تھا، جن فرضی خداؤں کی وہ پرستش کرتے تھے وہ سب کے سب آج بیزاری ظاہر کرینگے اور کوئی چیز ان کے کام نہ آسکے گی، وہاں ان کی آنکھ کھلے گی، اور اس وقت انھیں اندازہ ہوگا کہ ہم بالکل ناکامیاب رہے اور اس وقت انھیں حسرت ہوگی کہ کیوں پیغمبر کی نصیحت نہ مانی،

(۲۶) وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ

اور نوح نے کہا اے میرے پروردگار! کافروں میں سے کسی

مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا (۲۷) اِنَّكَ اِنْ

بسنے والے کو روئے زمین پر نہ چھوڑ، کیونکہ تو اگر انھیں

تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا

چھوڑ دے گا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کر دینگے، اور جینگے

اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا (۲۸) رَبِّ اغْفِرْ لِيْ

بھی تو صرف بدکار اور کافر ،،،،،،،، اے میرے رب! میری

وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ

مغفرت فرما اور میرے والدین کی، اور اس کی جو مومن ہو کر میرے

مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَلَا تَزِدِ

گھر آئے اور تمام مومن مردوں اور مومن عورتوں کی

الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا

اور ظالموں کی تو صرف تباہی بڑھا۔۔

جب نوح علیہ السلام ہر طرح سے عاجز ہوگئے، اور انھیں یقین
ہو گیا کہ یقیناً اب یہ لوگ انسانیت سے گرکر درندگی کے طبقہ میں پہونچ
چکے ہیں، اب ان کی ہستی دنیا کے اندر نہایت خطرناک ہے، ان کی
مثال ٹھیک اس عضو کی سی ہے جس میں زہریلا مادہ پیدا ہوجائے
اور جو سارے جسم کو برباد اور بیکار کردے، تو ایسا ہی ان لوگوں کا
وجود تمام انسان کے لئے سخت خطرناک ہے اگر وہ زندہ رہیں گے
تو اول وہ خود تمام اچھے لوگوں کو، اور جن کے دلوں میں کچھ بھی صلاحیت
باقی ہے بالکل گمراہ اور جہنم کے راستہ کے قریب کردینگے، اور دوسرے
یہ ان کی آئندہ نسل بالکل ان ہی کی مثل، اور ان ہی کے قدم بقدم
ہوگی، اور اس طرح ان کا وجود ساری دنیا کے حق میں نہایت مہلک اور
خطرناک ہوگا، اس لئے ایسے عضو کا کاٹ ڈالنا ہی ضروری ہے، یہ
سوچ کر نوح علیہ السلام نے دعا کی کہ اے خدا! ان کافروں میں سے
ایک کو بھی دنیا میں نہ رہنے دے، کیونکہ دنیا میں ان کا رہنا صرف
یہی نہیں کہ خود ان کے لئے مفید نہیں، بلکہ ساری دنیا کے لئے خطرناک
اور مہلک ہے، تو وہ اور ان کی نسل جہاں تک بڑھیگی دنیا کے عام قانون
کے مطابق ان ہی کے قدم بقدم چلے گی اور اسکا آخری نتیجہ یہ نکلیگا کہ
سارا عالم ظلم و عدوان، خونریزی، وحشت و جہالت، درندگی اور بہیمیت

سے بھر جائیگا اور دنیا کے امن و امان کا دامن ظالموں کی چیرہ دستیوں سے
چاک ہو جائیگا، اسلئے ایسوں کا دنیا سے رخصت ہی ہو جانا بہتر اور مفید ہے
اے خدا! میری ساری غلطیوں سے درگذر فرما، میری لغزشوں پہ قلم عفو کھینچ دے
میں بھی گو تیرا برگزیدہ ہوں، گو تیرے منصب رسالت کا حامل ہوں تاہم انسان
ہوں، ممکن ہے کہ اس عظیم الشان فرض یعنی تبلیغ و اشاعت میں بھی غلطی ہوئی ہو، کچھ
فروگذاشت ہوئی ہو، باوجود مدتوں اور قرنوں کی جان فرسا اور تاب گسل کوششوں
کی ناکام رہنے کی جس صبر اور تحمل کا برتاؤ میں نے اپنی قوم کیساتھ کیا، جس نرمی
اور خوبصورتی سے میں ان کے ساتھ پیش آیا، ممکن ہے کہ اسمیں کوئی کمی، یا
کوئی زیادتی مجھ سے سرزد ہوئی ہو، جس کا مجھے علم ہے یا جسکا مجھے علم
نہیں، اے میرے پروردگار آقا! ان سب سے درگذر فرما اور مجھے دنیا سے
اس طرح اٹھا کہ میں بالکل پاک و صاف اٹھوں، ہاں اور ہمارے والدین کی بھی
مغفرت فرما، کیونکہ میری ہستی ظاہر نظروں میں اور ایک حد تک واقع میں بھی
سرتاپا ان ہی دونوں کی رہین منت ہے، اس لیئے ان دونوں کا جو حق ہم پر
ہے ہم حقیقت یہ ہے کہ اسے پوری طرح ادا نہیں کر سکتے، اس لئے کم از
کم اتنی دعا کرنا تو اپنا فرض ہے کہ تجھ سے یعنی اپنے اس آقا سے جو میرا
پروردگار ہے یہ عرض کروں کہ ان پر بھی رحم فرما، اور اے خدا! جو لوگ تیری
عذاب سے ڈر کر اور تیری نعمتوں کی امید میں، میری باتیں مانکر میری نصیحتیں قبول
کر کے میرے ساتھ ہو گئے ہیں، میرے گھر آ چکے ہیں، انھیں بھی اپنی مغفرت و رحمت کی چادر سے
ڈھانک لے، اے میرے خدا! انکے علاوہ بھی تیرے جو بندے اور تیری جو بندیاں ایسی ہیں کہ انہوں نے تیری ہدایت
قبول کی ہے، تیرے اس بندے کی بتائی ہوئی راہ پر چلنے لگے ان پر بھی کرم فرمائیو اور انکی بھی ساری انسانی
لغزشوں سے درگذر فرما، اور ہاں اے خدا! تیرے وہ ناشکرے بندے جو تیری تعلیم کے منکر ہیں
تیری راہ سے منحرف ہیں، اور تیری مخلوق پر ظلم کر کے دنیا کے امن کو صدمہ پہنچاتے ہیں انکو دنیا

سورۂ جن

مکی ۲۸ آیتیں

جن کا وجود

(۱) خدا قادر مطلق ہے اور اس نے جتنی مخلوقات پیدا کی ہیں، ان کی پوری تعداد نہ انسان کو معلوم ہے اور نہ اس کے پاس اتنی قوت ہے کہ انکی پوری تعداد یا ان کی حقیقت سمجھ سکے نہ آئندہ اس کی امید ہے، سورج، چاند اور سیکڑوں ستارے ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں مگر آج تک یقینی طریقہ سے یہ نہ معلوم ہو سکا کہ وہ کیا ہیں، اور کس چیز کے بنے ہوئے ہیں، اسی طرح سیکڑوں مخلوقات ایسی ہیں، جنہیں ہم اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے ہیں، اس کے یہ معنی نہیں کہ جو چیز ہم نہیں دیکھتے ہیں، وہ موجود ہی نہیں،

(۲) پہلا بنیادی مسئلہ ایک شخص کو پیغمبر تسلیم کرنا ہے، جب ایک شخص کو پیغمبری کے معیار پر پورا اترنے کی وجہ سے پیغمبر تسلیم کر لیا جا چکا تو گویا اسکو تمام صفات کمال اور تمام کمالات حسنہ کا ایک انتہائی جامع عملی نمونہ مان لیا گیا اور یہ بھی مان لیا گیا کہ ایک مافوق الفطرت قوت سے اس کی تائید ہوتی ہے اور یہ کہ اس کے علوم براہ راست خدا کی وحی سے ماخوذ ہیں، وہ اگر کسی ایسی بات کی خبر دے جس کو ہم اپنے ظاہری حواس سے نہ دریافت کر سکتے ہوں تو اس شخص کو سچا مان لینے کے بعد اس بات کے مان لینے میں ہمیں کوئی عذر نہیں ہو سکتا خصوصاً جبکہ وہ بات ممکن ہو، اور عقلاً محال نہ ہو،

(۳) ا... ہونے کے بعد جن کے وجود سے انکار کرنے کی گنجایش نہیں، جبکہ تمام ... میں صاف اور ظاہر لفظوں میں یہ تذکرہ موجود ہے، ہاں اگر جنوں

کے وجود کے محال ہونے پر کوئی دلیل پیش کر سکتا ہو تو وہ میدان میں آئے
یورپ کے غیر مکمل فلسفہ سے مرعوب ہو کر کچھ لوگوں نے فرشتوں اور جنوں
اور شیطانوں کے وجود سے انکار کر دیا مگر یہ ان کی سخت غلطی تھی آج کل
اور امریکہ میں مسئلہ روحانیت (اسپریچولزم) کی وہ ہوا چلی ہے کہ روحوں
سے گفتگوئیں کی جاتی ہیں سر اولیور لاج جو انگلستان کے مشہور سائنسدان
گنے جاتے ہیں اور وہاں کی انجمن سائنس کے میر مجلس رہ چکے ہیں وہ کہتے ہیں کہ
ہم ایسی روحانی ہستیوں سے گھرے ہوئے ہیں جو ہمیں نظر نہیں آتیں اور
ہماری ہستی ان کے مقابلہ میں ایسی ہی ہے جیسی ایک چیونٹی کی ہمارے
مقابلہ میں۔ اور اسی لیے ان کی رائے ہے کہ مذہب نے جو فرشتوں اور جنوں
وغیرہ کے وجود کا ذکر کیا ہے بالکل صحیح ہے
ہم نے یہ قول اپنے دعویٰ میں مدد حاصل کرنے کے لیے نہیں ذکر کیا ہے
کیونکہ ہمیں الحمد للہ اس کی ضرورت نہیں۔ اس سے ہمارا صرف یہ مقصد ہے
کہ جو لوگ یورپ کی وحی پر ایمان رکھتے ہیں وہ سمجھیں کہ انسانی خیالات کس قدر
جلد بدل جاتے ہیں۔ اور یہ فلسفہ جو انسانی دماغ کا نتیجہ فکر ہے اس کی صحت
کی مدت کس قدر محدود ہے۔ ہمیں کیا مجبوری ہے کہ جب ایک بات کے
ناممکن ہونے پر کوئی دلیل قائم نہیں تو خواہ مخواہ کسی کی بات سے مرعوب
ہو کر اس سے انکار کر بیٹھیں خصوصاً جب کہ دنیا کے ایک سب سے بڑے
انسان کامل نے ہمیں اس کی خبر دی ہو
اگر ایسی ایک مخلوق دنیا میں ہو جو انسان کی طرح نیک و بد اعمال رکھتی
ہو انسان کی طرح قوائے علمیہ اور قوائے عملیہ اس میں موجود ہوں مگر وہ
انسان کو نظر نہ آتی ہو تو اس میں کیا اشکال ہے جس سے تعجب ہو۔

ہم جن کے معنی دیہاتی اور پہاڑی لوگوں کے لیں اور بے وجہ قرآن کی تحریف
کریں۔ امریکہ سے آواز آئی کہ مریخ میں انسان آباد ہیں، سب نے آمنا کہہ دیا
کسی کو کچھ شبہ نہیں ہوتا، چاہے سمجھ میں آئے یا نہ آئے، حالانکہ یہ جنوں
فرشتوں کے وجود سے کم بعید نہیں اور ایک دنیا کا سب سے بڑا سچا انسان
ایک مخلوق کی خبر دیتا ہے اس میں شبہے نکالے جاتے ہیں، مریخ کی آبادی
صحیح ہو یا غلط ہمیں اس سے کوئی بحث نہیں، ہم صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ
یورپ اور امریکہ کی وحی کا انتظار کرنے والوں کو اس سے نصیحت حاصل کرنی
چاہئے کہ عالم کے اندر اب ایک اور مخلوق بھی مانی جانے لگی جو انسان سے مشابہ ہے

اس سورت کے مضامین

اس سورت میں جنوں کی زبان سے قرآن کی صداقت، توحید، خدا کی تسبیح و تقدیس
اور جزا و سزا کا ذکر کیا گیا ہے، اور اس ضمن میں جنوں کے چند احوالات بھی
بیان کیے گئے ہیں، مثلاً یہ کہ ان کے اندر بھی نیک و بد ایماندار اور کافر دونوں
طرح کے لوگ ہیں۔ اس کے بعد توحید پر سختی کے ساتھ ثابت قدم رہنے کی
نصیحت کی گئی ہے اور پیغمبر کو حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ تمہاری مخالفت کریں
انہیں کہہ دو کہ میں ایک ہی خدا کو پکارتا ہوں میں ہرگز شرک نہ کرونگا، اور
کہہ دو میں محض ایک انسان ہوں، میں خود اپنے متعلق بھی کسی نفع یا نقصان
کا اختیار نہیں رکھتا، اور خدا کے سوا کسی کو کوئی قدرت نہیں اگر کسی کو کوئی
نفع یا ضرر پہنچا سکے میں محض ایک فرستادہ ہوں اور میرا فرض محض تبلیغ
ہے جو شخص اس صحیح تعلیم کے بعد بھی نافرمانی اختیار کرے یقیناً اس کا برا
انجام ہوگا، [illegible] قیامت کے آنے کا وقت صرف خدا ہی
جانتا ہے پیغمبر کو اس کے متعلق کوئی علم نہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

(۱) قُلۡ اُوۡحِیَ اِلَیَّ اَنَّہُ اسۡتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الۡجِنِّ فَقَالُوۡۤا

تو کہدے کہ میری طرف وحی بھیجی گئی ہے کہ جن میں سے چند شخصوں نے سنا تو انہوں

اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَبًا (۲) یَّہۡدِیۡۤ اِلَی الرُّشۡدِ

نے کہا کہ ہمنے عجیب و غریب قرآن سنا ہو، جو ٹھیک بات کی ہدایت کرتا ہے تو ہم اس پر ایمان

فَاٰمَنَّا بِہٖ ؕ وَ لَنۡ نُّشۡرِکَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا (۳) وَّ اَنَّہٗ

لے آئے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے خداوند کا شریک نہ ٹھہرائینگے، اور یہ کہ ہمارے

تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَۃً وَّ لَا وَلَدًا ؕ،،

خداوند کی عزت بہت بڑی ہے اس نے نہ کسی کو بیوی بنایا اور نہ کسی کو اولاد،،

اے پیغمبر! تم لوگوں سے یہ واقعہ بیان کردو کہ جن میں سے چند لوگ قرآن مجید سنکر ایمان لے آئے اور اپنی قوم کو جا کر انہوں نے یہ حال سنایا کہ ہم نے ایک عجیب و غریب کتاب سنی ہے، جو حق کی تعلیم دیتی ہے اور صحیح راہ ہدایت بتاتی ہے، ہم اس پر ایمان لائے کہ وہ بیشک خدا کی بھیجی ہوئی کتاب ہے، کیونکہ اسکی تعلیم جو حقانیت اور جو اثر رکھتی ہے، وہ یقیناً انسانی قوت سے بالاتر ہے اور یہی اس کے منجانب اللہ ہونے کی دلیل ہے، دنیا کے تمام عقلا اور مقنن اگر جمع ہوں اور انسان کی متمدن زندگی کے لئے قوانین مقرر کرنا چاہیں تو کبھی اس جیسا جامع اور کسی زمانے اور دنیا کے کسی حصہ میں نہ ٹوٹنے والا مجموعہ قوانین نہیں مرتب کر سکتے، تہذیب اخلاق، تدبیر منزل اور سیاست ہر شعبہ میں تمام دنیا کے لئے قرآن نے جو فطرتی قوانین پیش کئے ہیں، آج تک دنیا کی کوئی کتاب نہیں پیش کر سکی،

اعتقادیات کے سب سے بڑے اور سب سے پہلے مسئلہ توحید کے

متعلق قرآن نے جن صاف اور پرزور لفظوں میں اپنے ہر صفحہ کے اندر
باوازبلند اعلان کیا ہے، دنیا کی کوئی کتاب اس مسئلہ میں اس کی ہمسری کا
دعوی نہیں کر سکتی کوئی دوسری مذہبی کتاب ایسی نہیں جس میں شرک آمیز
باتوں کی آمیزش نہ کر دی گئی ہو اور یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ اگر آج کوئی مذہب
معلم توحید ہے، تو وہ صرف قرآن کا مذہب ہے،
تو ہم اس کی تعلیم کو دیکھ کر اس پر ایمان لے آئے اور تمام شرک و کفر کے خیالات
سے توبہ کر لی اور آئندہ ہم کبھی کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھرائینگے، ہمارے
خداوند قدوس کی عزت و جلال انسانی تخیل کی سرحد سے وراء الوراء ہے
اس کی شانِ یکتائی اس سے بہت اعلیٰ اور ارفع ہے کہ اس کی طرف
بیوی یا اولاد کی نسبت کی جائے یا اس قسم کے الفاظ اس کے حق میں
استعمال کیئے جائیں (تعالی اللہ عن ذلک علواً کبیرا)

(۴) وَأَنَّهُ كَانَ يَقُولُ سَفِيهُنَا عَلَى اللَّهِ شَطَطًا،

اور یہ کہ ہمارے بیوقوف لوگ اللہ کے اوپر جھوٹ بات کہا کرتے تھے،

(۵) وَأَنَّا ظَنَنَّا أَن لَّن تَقُولَ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللَّهِ

اور ہمنے سمجھا تھا کہ انسان اور جن اللہ کے اوپر جھوٹ نہ کہیں گے،

كَذِبًا (۶) وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنسِ يَعُوذُونَ

اور یہ کہ انسان کے کچھ لوگ جن کے کچھ لوگوں سے پناہ ڈھونڈھتے

بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا،

تھے تو انہوں نے ان کی سرکشی اور بڑھا دی،،،

واقعی ہم لوگوں سے جن کا اس قسم کا لغو خیال تھا یقینا وہ لوگ نہایت
بیوقوف تھے اور سخت غلطی میں مبتلا تھے اور ہم لوگ صرف اس لئے ایسا

مانتے تھے کہ ہم لوگ یہ سمجھتے تھے کہ انسان یا جنوں میں سے کوئی خدا کے متعلق
جھوٹ نہ بولے گا، مگر اب ہمیں یقین ہوا کہ ہمارا خیال غلط تھا، اور وہ شخص
افترا کرتے تھے اور ایک ایسی بیہودہ بات خدا کے متعلق استعمال کرتے تھے
جس سے اس کی شان قدوسیت بہت اعلیٰ اور برتر ہے، جو لوگ ایسا کہا کرتے
تھے دراصل ان کی سرکشی تھی، اور یہ سرکشی ہمارے جنوں میں اس وجہ سے اور
بھی زیادہ ہو گئی کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ ان سے ڈرنے لگے اور پناہ مانگنے
لگے اس سے ان کا دماغ اور بھی بگڑ گیا، اور ان کی سرکشی یہانتک زیادہ ہو گئی
کہ وہ خدا کے متعلق بھی جرأت کرنے لگے،

(۷) وَأَنَّهُمْ ظَنُّوا كَمَا ظَنَنتُمْ أَن لَّن يَبْعَثَ اللَّهُ أَحَدًا
اور یہ کہ ان لوگوں نے بھی یہی سمجھ رکھا تھا جیسا تم نے سمجھا تھا کہ اللہ ہرگز

(۸) وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَاهَا مُلِئَتْ حَرَسًا
کسی کو نہ اٹھائیگا، اور ہم نے آسمان کو چھوا تو ہم نے دیکھا کہ وہ سخت پاسبانوں اور

شَدِيدًا وَشُهُبًا (۹) وَأَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ
انگاروں سے بھرا ہوا ہے، اور یہ کہ ہم سننے کے لئے اسکی بیٹھنے کی جگہوں میں

لِلسَّمْعِ فَمَن يَسْتَمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شِهَابًا رَّصَدًا
بیٹھا کرتے تھے تو اب جو کوئی سنتا ہے وہ اپنے لئے ایک گھات لگائے

(۱۰) وَأَنَّا لَا نَدْرِي أَشَرٌّ أُرِيدَ بِمَن فِي الْأَرْضِ
ہوئے انگارے کو پاتا ہے، اور ہم نہ جانتے تھے کہ زمین والوں کے ساتھ برائی کا

أَمْ أَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا (۱۱) وَأَنَّا مِنَّا
ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے خداوند نے ان کے ساتھ بھلائی چاہی ہے، اور یہ کہ ہم

(۱۳) وَأَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدَىٰ آمَنَّا بِهِ فَمَن يُؤْمِن بِرَبِّهِ
اور یہ کہ جب ہم نے ہدایت سنی ہم اُس پر ایمان لائے تو جو کوئی اپنے خداوند
فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَلَا رَهَقًا (۱۴) وَأَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُونَ
پر ایمان لائے تو اُسے نہ کسی نقصان کا خوف ہے اور نہ کسی ظلم کا، اور یہ کہ ہم مسلمان بھی
وَمِنَّا الْقَاسِطُونَ فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَٰئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا
ہیں اور ہم میں گنہگار بھی ہیں، تو جو کوئی اسلام لائے تو انھوں نے سیدھی راہ
(۱۵) وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا
تلاش کر لی اور جو لوگ گنہگار ہیں وہ جہنم کی اینڈھن ہیں،

چونکہ ان باتوں نے ہمیں متنبہ کر دیا تھا اسلئے جوں ہی ہدایت کی بات ہمارے کانوں میں پڑی ہم لوگ فوراً اس پر ایمان لائے، کیونکہ جو شخص اپنے خداوند کے آگے سر تسلیم خم کرے وہ نقصان یا ظلم سے مامون رہیگا، اور انجام کے لحاظ سے وہ کامیاب ہو گیا، اور ہم میں مسلمان بھی ہیں اور ایسے لوگ بھی ہیں جو افراط و تفریط میں مبتلا ہیں، گنہگار ہیں، نافرمان ہیں، تو جو لوگ مسلمان ہوئے اور حق کو پا کر انہوں نے سر رکھدیا وہ سیدھی راہ پر لگ گئے اور جو اب بھی اپنی زیادتی اور نافرمانی پر اڑے رہے یقیناً ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا،

(۱۶) وَأَن لَّوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقَيْنَاهُم مَّاءً
اور اگر وہ راہ پر سیدھے رہتے تو ضرور ہم انھیں وافر پانی سے سیراب
غَدَقًا (۱۷) لِّنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَمَن يُعْرِضْ عَن
کرتے، تاکہ ہم انھیں اس میں آزمائیں، اور جو کوئی اپنے خداوند کے
ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا
ذکر سے اعراض کرے اس کو وہ سخت عذاب میں داخل کریگا،

اور واقعی اگر وہ لوگ سیدھی راہ پر قائم رہتے اور اپنے فرائض کو پورا کرتے تو ہم اس دنیا میں بھی انہیں عمدہ بدلہ دیتے، اور انھیں آسانی سے تمام ضروریات زندگی نہایت آسانی سے بہم پہنچاتے اور اُنکے کھیتیوں کو خوب سیراب کرتے اور نہایت فراخی کے ساتھ ان کا رزق بھیجتے تاکہ ہم دیکھیں کہ اس نعمت کے بعد کون اپنے خداوند کا شکر کرتا ہے، اور کون ہے جو اپنے قوت بازو پر نازاں ہو کر اسے بھلا دیتا ہے، اور جو شخص ایسا کرے یعنی اپنے خداوند کی نعمتوں کے شکر سے غافل ہو جائے اور اسے دل سے بھلا دے یقیناً وہ سخت عذاب الٰہی میں مبتلا ہو گا،

(۱۸) وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا

اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کے لیے ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو

(۱۹) وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ

اور یہ کہ جب خدا کا بندہ کھڑا ہو کر اُسے پکارتا ہے تو یہ قریب ہوتے ہیں کہ اُس پر

تمام عبادت گاہیں اللہ ہی کے لئے ہیں، تو تمہیں چاہیے کہ ان میں اس کے سوا کسی اور کو نہ پکارو، اور اسی ایک خدا کا نام لو، اس کے نام پر زندہ رہو اور اس کے ایک نام پر مرو، مگر سرکشوں کا یہ حال ہے کہ جب ایک بندۂ خدا اپنے اس اکیلے آقا کی یاد کرنے کھڑا ہوتا ہے اور اُسے پکارتا ہے تو یہ لوگ اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور اس کی آواز کو روکنا چاہتے ہیں، اس کو ایذا پہونچاتے ہیں، اور اس کو ہلاک کر دینے کی کوششیں کرتے ہیں، حالانکہ انھیں چاہیے تھا کہ اس کے دست بازو بنکر اس صدائے حق کے بلند کرنے میں اسے مدد دیں اور اس آواز میں اس کے ہم نوا بنجائیں، اور اسکی ہر پکار کو لبیک کہیں،

(۲۰) قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّیْ وَلَآ اُشْرِکُ بِہٖٓ اَحَدًا (۲۱)

تو کہہ دے کہ میں تو بس اپنے خداوند ہی کو پکارتا ہوں اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتا

قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا (۲۲) قُلْ اِنِّیْ لَنْ

تو کہہ دے کہ میں تمہارے لیے ضرر یا نفع کا اختیار نہیں رکھتا۔ تو کہہ دے کہ اللہ کے

یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰہِ اَحَدٌ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِہٖ مُلْتَحَدًا (۲۳)

مقابلہ میں مجھے کوئی پناہ نہیں دے سکتا اور نہ میں اسکے سوا کوئی پناہ پا سکتا ہوں

اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِسٰلٰتِہٖ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ

بس اللہ کی طرف سے تبلیغ کرتا ہے، اور اسکے پیغام ہیں، اور جو کوئی اللہ اور اسکے

فَاِنَّ لَہٗ نَارَ جَہَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْہَآ اَبَدًا ؕ

رسول کی نافرمانی کرے تو اسکے لیے دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے،

اے پیغمبر! تم کہہ دو کہ تم لوگ چاہے کسی قدر میری مخالفت کرو اور میری دشمنی پر آمادہ ہو جاؤ میں اپنے اس کام سے باز آنے والا نہیں، تم چاہے پسند کرو یا ناپسند کرو، میرا ساتھ دو یا نہ دو، میں یہی آواز بلند کرتا رہوں گا اور اس ایک ہی خدا کو پکاروں گا اور ہرگز کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤں گا اسی کلمۂ حق کا اعلان اور اعلاء میرا مقصد اعلیٰ ہے، تمہیں چاہیئے کہ میرا ساتھ دو اور اپنے خداوند کے دربار میں سر رکھ دو، میں اسی کا بھیجا ہوا بندہ ہوں اور اسی کی طرف بلاتا ہوں نہیں، اور میری تم مخالفت کیوں کرتے ہو، میں تو اپنے لیے بجز نبوت اور رسالت کے کوئی اور دعویٰ بھی نہیں کرتا نہ میں کسی مافوق الفطرت قوت و قدرت کا مدعی ہوں، نہ میں تمہیں کسی نفع یا نقصان پہنچانے کا اختیار رکھتا ہوں، نہ خود اپنے نفع و نقصان پر ہی کچھ قدرت رکھتا ہوں، اگر خدا مجھے پکڑنا چاہے تو کوئی مجھے بچانے والا نہیں ہو سکتا

اور نہ کہیں میں پناہ پا سکتا ہوں، اور نہ میرے پاس کوئی قوت ہے جو اسکے ارادہ کیے ہوئے عذاب کو ٹلا سکے، میں صرف ایک انسان ہوں مجھے خدا نے اپنے پیغام کی تبلیغ کے لیے مقرر فرمایا ہے، اور بس تو اب بھی جو کوئی میری مخالفت کرتا ہے وہ در اصل اپنے خداوند کی مخالفت کرتا ہے، اور جو میری نافرمانی کرتا ہے، وہ اس خداوند کی نافرمانی کرتا ہے، اور یقیناً اس کا نہایت دردناک انجام ہے، جو دوزخ کی دہکتی ہوئی آگ میں اسے ملیگا،

(۲۴) حَتّٰى إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ فَسَيَعْلَمُونَ

یہانتک جب وہ اسے دیکھ لینگے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے

مَنْ أَضْعَفُ نَاصِرًا وَأَقَلُّ عَدَدًا،

تو وہ جان لینگے کہ کون مددگار کے لحاظ سے کمزور اور عدد میں کم ہیں

کون ہیں، اور یہ نافرمان لوگ اس وقت نہیں مانتے ہیں، اور جس عذاب سے اور جس آنے والے دن سے انہیں ڈرایا جاتا ہے، نہیں ڈرتے ہیں، پر جب وہ اپنی آنکھوں سے اس دن کو آتے ہوئے دیکھینگے اسوقت انہیں قدر عافیت معلوم ہوگی، اور اسوقت وہ لوگ سمجھینگے کہ جو کچھ انہیں کہا جاتا تھا وہ سچ تھا یا جھوٹ اور اسوقت ان پر واضح ہوگا کہ جن دنیاوی تعلقات پر انہیں بھروسہ تھا اور جس مال و دولت اور قوت و شوکت کے برتے پر انہیں اسقدر سرکشی کی جرات تھی وہ سب آج بیکار لغو اور عبث بلکہ مہلک اور مضر ثابت ہوئے اس وقت ان کی آنکھیں کھلینگی، مگر بیوقت اور اس وقت انہیں ندامت ہوگی مگر بے سود،

(۲۵) قُلْ إِنْ أَدْرِي أَقَرِيبٌ مَا تُوعَدُونَ أَمْ يَجْعَلُ لَهُ

تو کہدے میں نہیں جانتا کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے یا میرا خداوند اس کے لیے

رَبِّي أَمَدًا (۲۶) عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا

کوئی مدت مقرر کریگا، وہی غیب کا جاننے والا ہے تو وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا،

اے پیغمبر! اگر وہ لوگ تم سے اُس آنیوالے عظیم الشان دن کا وقت پوچھیں تو انسے کہو، کہ مجھے اسکی خود بھی کوئی خبر نہیں کہ وہ دن جسکا تمسے وعدہ کیا جارہا ہے، قریب ہے۔ یا اس میں ابھی زیادہ مدت باقی ہے یہ امران حقیقتوں میں سے ہے جس کا علم صرف خدا ہی کو ہے کیونکہ عالم الغیب صرف وہی ایک ذات ہے، جس کے علم غیر محدود احاطہ سے دنیا کا کوئی ذرہ یا کوئی حرکت وسکون باہر نہیں وہ نے علم غیب کو کسی پر ظاہر نہیں کیا کرتا چنانچہ اس نے قرآن مجید میں بارہا اس امر کا تذکرہ فرمایا ہے اور ایک جگہ صاف فیصلہ فرمادیا ہے کہ

آسمان اور زمین کے اندر کوئی نہیں جو غیب جانتا ہو مگر وہ ایک اللہ،

(۲۷) اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ

مگر اس کو جسے وہ پیغمبر میں سے پسند کرے اتو وہ اس کے سامنے سے اور اس کے پیچھے سے

خَلْفِهٖ رَصَدًا (۲۸) لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ

نگران چلاتا ہے تاکہ وہ جان لے کہ انہوں نے اپنے خداوند کے پیغام پہونچا دیئے اور جو کچھ ان کے

بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا

پاس ہے وہ اس کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور ہر چیز کی عدد کو اس نے گن رکھا،

ہاں برگزیدہ پیغمبروں کو اس اہم کار تبلیغ وارشاد میں جن علوم کی ضرورت ہے، وہ خداوند بخشتا ہے اور پھر اپنی طرف سے ان پر نگران مقرر فرماتا ہے جو ہر وقت ان پیغمبروں کے ساتھ رہیں اور ان کے کاموں کی نگرانی کرتے رہیں، کہ آیا وہ اپنا فرض تبلیغ کس طرح انجام دیتے ہیں، اور گو وہ خود ان کے تمام جزئی اور کلی حالات سے ہر وقت باخبر ہے، پھر بھی وہ روز قیامت میں ان کے اوپر گواہ لانے کے لئے ان نگرانوں کو مقرر فرماتا ہے، تو پیغمبر دراصل صرف اسلئے ہیں کہ اپنے خداوند کے پیغام اس کے بندوں تک پہونچادیں، اسلئے انکو وہی علوم دئے جاتے ہیں جنپر کار تبلیغ موقوف ہے اسکے سوا اور غیب انہیں معلوم نہیں اور اسی لئے قیامت کے وقت کا سوال اس سے عبث ہے، اور اے پیغمبر اگر وہ تم سے پوچھیں تو تم کہدو کہ میں خود اس سے بے خبر ہوں،

سورۂ مزمل

مکی ۲۰ آیتیں

یہ دوسری سورت ہے اس سے پہلے سورۂ علق نازل ہوئی تھی
جس میں انسان کی پیدائش سے اور اس کی اندرونی علمی و تحریری قابلیت و استعداد
سے خدا کے وجود پر اور اس کے نام سے پڑھو، اب اس سورت میں پیغمبر کو
[illegible] کا حکم دیا گیا ہے، جس سے ان کی روحانیت میں ترقی
ہو جائے تاکہ وہ آئندہ خدائی وحی اور ان خاص تعلقات کے بوجھ کے
برداشت کرنے کے لئے تیار ہوتے جائیں، جو دنیا کے عظیم الشان پیغمبر
ہونے کی وجہ سے ان کے ساتھ وابستہ ہو رہے ہیں، اور ہونے والے
ہیں، اور خصوصیت کے ساتھ قرآن پڑھتے رہنے اور ٹھہر ٹھہر کر اس پر
غور کرنے کا حکم دیا گیا ہے، کیونکہ اسی کے ذریعے سے انھیں صحیح عقائد
اور اخلاق اور اصول تمدن و معاشرت کی تعلیم دینا ہے،

اس کے بعد پیغمبر کو مخالفین کی مخالفتوں پر صبر کرنے اور اپنے کام میں لگے
رہنے کی تاکید کی گئی ہے، پھر ان مخالفت کرنے والے بد اخلاق لوگوں کی
وہ سزا اجمالاً بتائی گئی ہے، جو انھیں قیامت کے دن ان کی ان
بد اخلاقیوں کے بدلہ میں ملیگی، پھر دکھایا گیا ہے کہ فرعون کی قوم نے
نبی موسیٰ کی تکذیب کی تھی، تو دیکھ لو کہ انھیں کیسی سزا ملی، اس کے
بعد خود ان مخالفین کو مخاطب کر کے سزا سے دھمکایا گیا ہے، پھر آخر میں
ان کو قرآن کی طرف متوجہ کیا گیا ہے، اور دکھایا گیا ہے کہ یہ قرآن ایک

چیز ہی نہیں جس کی مخالفت کی جائے یہ تو صرف ایک نصیحت اور
یاددہانی ہے، ہر شخص اس سے نفع اٹھا سکتا ہے، آخر میں پیغمبر کو
اور تمام قرآن ماننے والوں کو نماز اور قرآن پڑھنے کے متعلق چند
ضروری ہدایتیں کی گئی ہیں، اور خدا کے ساتھ اور مخلوق کے ساتھ
عمدہ تعلق قائم کرنے کی دو اچھی صورتوں یعنی نماز اور زکوٰۃ پر قائم
رہنے کی تاکید کی گئی ہے،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱) یایھا المزمل (۲) قم الیل الا

اے چادر میں لپٹے ہوئے! رات کو کھڑا ہو کر، مگر

قلیلا (۳) نصفہ او انقص منہ قلیلا،

کبھی کبھی، آدھی رات یا اس سے کچھ کم کردے،

اوزد علیہ ورتل القرآن ترتیلا (۵)

یا اس سے زیادہ، اور ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھا کر،،

انا سنلقی علیک قولا ثقیلا (۶) ان

ہم عنقریب تجھ پر ایک گراں بار بات نازل کرنے والے ہیں، بیشک

ناشئۃ الیل ھی اشد وطأ واقوم قیلا

رات کا اٹھنا اور اس وقت بات بھی ٹھیک ہوتی ہے،،

(۷) ان لک فی النہار سبحا طویلا (۸) واذکر

کیونکہ تجھے دن میں بڑی مصروفیت ہوتی ہے،، اور اپنے رب کا نام

اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا (۹) رب المشرق

یاد کیا کر اور اسی کی طرف ہو جا،،، جو کہ پورب اور پچھم

[illegible]

وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝

کا رب ہے، اسکے سوا کوئی معبود نہیں، تو اسکو اپنا کارساز بنا۔

اے چادر اوڑھنے والے پیغمبر (۱) راتوں میں اٹھ کر نماز پڑھا کرو، آدھی رات تک یا اس سے کم یا اس سے زیادہ کچھ وقت مقرر نہیں، جتنی دیر تک جی چاہے تم راتوں میں اٹھا کرو، کبھی کبھی چھوڑ بھی دیا کرو (۲) اور ٹھہر ٹھہر کر نہایت اطمینان اور غور کے ساتھ اس نماز میں قرآن کی تلاوت کیا کرو، ہم عنقریب تم پر ایک بڑی ذمہ داری کی گرانبار بات نازل کرنے والے ہیں، اور تمھیں ساری دنیا کے لئے ایک اعلیٰ قانونِ اخلاق و تمدن و معاشرت کا مجموعہ دینے والے ہیں، جس کی ذمہ داری تمھیں کرنی ہوگی، اور پوری طرح اسکی تبلیغ اور اشاعت کرنی پڑیگی، اس اہم کام کے لئے تمھیں ابھی سے تیار اور مستعد ہوتے جانا چاہئے، جس کی صورت یہ ہے کہ راتوں میں اٹھ کر نماز پڑھو اور اس میں قرآن کی تلاوت کرو، اس سے تم کو خدا سے زیادہ قرب اور زیادہ لگاؤ پیدا ہوتا جائے گا، اور تمھاری روحانیت مکمل اور مضبوط ہوتی جائیگی اور آئندہ اس گراں بار امانت کے برداشت کرنے کی استعداد تمھارے اندر بڑھتی جائیگی، نیز غور اور اطمینان کے ساتھ قرآن کی تلاوت کرتے رہنے سے اپنے فرائض ہر وقت تمھارے پیش نظر رہینگے اور تمھیں، ان کو انجام دینے کی ہر وقت فکر رہنے لگے گی، اور ان ہی کاموں کے ساتھ تمھاری دلچسپی روز بروز زیادہ ہوتی جائیگی، رات کا وقت چونکہ اطمینان کا وقت ہوتا ہے، اس لئے اس میں دماغی قوتیں نہایت درست اور مجتمع رہتی ہیں، کسی امر پر غور کرکے عمدہ نتیجے نکالنا، دن کی بہ نسبت

رات میں زیادہ آسان ہیں، نیز میٹھی نیند کو چھوڑ کر اٹھ جانا طبیعت پر گراں گذرتا ہے تو روزانہ اس پر عمل درآمد کرنے سے تمھیں محنت اور مشقت کے کاموں کی عادت ہوگی، اور جو اہم کام تمکو دنیا میں انجام کرنے ہیں، رفتہ رفتہ وہ تمھیں آسان معلوم ہونے لگینگے۔ علاوہ ازیں دن میں تمھیں اور بہت سے کام کرنے ہیں، مخلوق کی ہدایت، خدا کی راہ سے گم شدہ لوگوں کو راہ راست پر لانے، خدا سے بچھڑے ہوئے بندوں کو خدا تک پہونچانے کے لئے کوششیں، بداخلاقوں کو ان کے برے انجام سے ڈرانا، اچھے کاموں کی طرف انھیں بلاکر عمدہ نتیجوں کی خوش خبری دینا، وغیرہ وغیرہ بہت سے کام ہیں، جن کی وجہ سے تمھیں دن کیوقت اطمینان اور جمعیت خاطر کے ساتھ خدا کی طرف لو لگانے اور اپنے فرائض کو سوچنے اور قرآن پر غور کرنے کا کافی موقعہ نہیں مل سکتا (۳) پھر بھی ان کاموں میں مشغول اور منہمک ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ دن کے وقت خدا کی یاد سے بالکل غافل ہو جاؤ ہرگز نہیں، بلکہ دن ہو یا رات، صبح ہو یا شام، نماز میں ہو یا مخلوق کی ہدایت میں، اپنا کام کر رہے ہو یا کسی دوسرے بھائی کا، کسی حال اور کسی وقت میں خدا سے غافل نہ ہو، ہر وقت ہر آن تم اسے یاد کرو، دل اسی کی طرف لگا رہے (۴) گویا خدا کی یاد ایک مرکز ہو کہ تمھارے سارے اعمال و افعال، تمھاری ساری حرکت و سکون، اور تمھاری کھانا پینا، بیٹھنا، اٹھنا، سونا جاگنا سب اسی مرکز کے گرد گھومتے رہیں اور تمھاری یہ حالت ہو کہ دنیا کے سارے کام کرو، تمام دنیاوی تعلقات کو اچھی طرح نبھاتے رہو، کماؤ، کھاؤ، ہنسو، کھیلو، سب کچھ کرو

مگر خدا ہی کے رہو، اس کی یاد ہر وقت دل میں رہے جو کرو اسی کی رضا مندی کی خاطر کرو، جو نہ کرو اسی کی ناراضگی کے خوف سے نہ کرو، یہی تبتل ہے اور اسی کا نام رجوع الی اللہ (خدا ہی کا ہو رہنا) ہے، یہ ہر انسان کا فرض ہے، اور انسانیت کے مکمل کرنے کا یہی پہلا زینہ ہے اور یہی آخری زینہ ہے کہ وہ اس خدا کو پہچانے، اس کے حقوق پورے کرے، جو صرف اس کا نہیں بلکہ ساری دنیا کا خالق اور مالک ہے جو مشرق اور مغرب یورپ اور ایشیا امریکہ اور افریقہ، زمین اور آسمان، افلاک اور سیارے ساری مخلوقات کا پیدا کرنے والا اور پرورش کرنے والا ہے، ایک ہے اکیلا ہے، یکتا ہے، اس کی کسی صفت میں کوئی ہستی اس کی شریک نہیں، اس ایک آقا کی یاد ہر انسان پر ضروری ہے، اور یہی انسانیت کا جوہر کمال ہے (۵) تو اسے پیغمبر! اسی کو اپنا کارساز سمجھو اور اس سے اپنی ساری ضروریات، اپنے سارے مقاصد میں مدد مانگو، اسی کو اپنا حاجت روا اور کارفرما پروردگار سمجھو اس کے سوا اور کسی پر بھروسہ نہ رکھو،

یہ پانچ کام جن کا حکم پیغمبر کو دیا گیا ہے صرف پیغمبر کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر وہ شخص جو اپنی روحانیت کو مکمل اور ترقی یافتہ بنانا چاہے بغیر ان کاموں کے کامیاب نہیں ہو سکتا، بالخصوص تیسرا چوتھا اور پانچواں حکم تو ہر انسان سے تعلق رکھتا ہے، خواہ پیغمبر ہو یا امتی، اور ہادی و مبلغ ہو یا عام انسان،

(۱) وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا

اور جو کچھ وہ لوگ کہتے ہیں اس پر صبر کرو، اور خوبصورتی کے ساتھ الگ ہو جاؤ

ہاں جو کام تم کر رہے ہو، وہ یقیناً بہت سے بد اخلاق اور سرکش لوگوں کو برا معلوم ہوگا، کیونکہ وہ چاہتے ہیں کہ انسانیت کے فطری قانون کو توڑ کر درندوں کی زندگی بسر کریں، اور دنیا میں بد اخلاقی اور ظلم و سرکشی کی گندگی پھیلائیں، اس لئے ایسے لوگ تمہیں روکنا چاہینگے، ستائینگے، ایذائیں پہنچائینگے، برا بھلا کہینگے، اپنی ساری طاقتیں اس میں صرف کرینگے کہ کسی طرح تم کو حق کی اشاعت و تبلیغ حق کی حمایت و حفاظت سے روک دیں، تو تم کو چاہیئے کہ ان کی مخالفتوں اور ایذاؤں پر صبر کرو، اور اپنے کام میں ثابت قدمی، و مضبوطی کے ساتھ لگے رہو، اور ایسے لوگوں سے خوبصورتی کے ساتھ الگ ہو جاؤ، اپنے تعلقات ان سے منقطع کر لو، جب تمہاری زندگی کے مقاصد سے انھیں دشمنی ہے تو تمہارا ان سے الگ ہی ہو جانا بہتر ہے، پر ایسا ہو کہ ان کی باتیں، ان کا تمسخر اور استہزا، یا ان کی کسی قسم کی مخالفت تمھیں اپنے مقصد سے، یا اس سیدھے راستے سے جس پر تم خود چل رہے ہو، اور دوسروں کو چلانا چاہتے ہو، ایک انچ کا لاکھواں حصہ بھی ہٹا سکے کہ یہی صبر ہے اور اسی کا نام اولوالعزمی ہے،

(۱) وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا،

اور مجھے اور نعمت والے جھٹلانے والوں کو چھوڑ دے، اور انھیں تھوڑی مہلت دے،

تم ایسے لوگوں سے بالکل الگ رہو، ان کا فیصلہ ہم پر چھوڑ دو، ہم انھیں ان کی اس سرکشی کا مزا چکھا دینگے، ہم نے انھیں نعمتیں دی ہیں، اور دنیاوی زندگی کے عمدہ ساز و سامان انھیں عنایت کئے ہیں، اسپر یہ اسقدر نازاں ہیں کہ ہمیں (خدا کو) بالکل بھول بیٹھے ہیں، ان دنیاوی

ساز و سامان پر انھیں اتنا بھروسہ ہے کہ اپنی آئندہ زندگی سے غافل ہو گئے ہیں، اور اپنے اعمال کی ذمہ داری محسوس نہیں کرتے، حالانکہ جو نعمتیں انھیں ہم نے دی ہیں ان کی عوض انھیں چاہئے تھا، وہ لوگوں سے زیادہ میری اطاعت اور فرمانبرداری کا دم بھریں، دوسروں سے زیادہ اپنے کاموں کی ذمہ داری محسوس کریں، تو ایسے لوگوں سے تم علیحدہ ہو جاؤ اور انھیں تھوڑی مہلت دو، شاید یہ اتنے عرصہ میں اپنی غلطی پر متنبہ ہو جائیں، اور اپنی سرکشی اور بد اخلاقی سے باز آ جائیں تو خیر ورنہ ہمارے یہاں ان کے لئے پوری سزا کا سامان مہیا ہے، انھیں عنقریب ان کے کاموں کے برے نتیجے اگر بھگتنے ہونگے، انھیں سخت درد انگیز عذاب اٹھانا پڑیگا،،

(۲) اِنَّ لَدَیۡنَاۤ اَنۡکَالًا وَّ جَحِیۡمًا (۳) وَّ طَعَامًا ذَا غُصَّۃٍ

بے شک ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور آگ ہے، اور گلے میں اٹک جانیوالا

وَّ عَذَابًا اَلِیۡمًا (۴) یَوۡمَ تَرۡجُفُ الۡاَرۡضُ وَ الۡجِبَالُ

کھانا ہے، اور دردناک عذاب ہے جس دن زمین اور پہاڑ کانپ اٹھیں گے

وَ کَانَتِ الۡجِبَالُ کَثِیۡبًا مَّہِیۡلًا ،،،،

اور پہاڑ بھربھرے ٹیلے ہو جائیں گے،،،،

یہ لوگ اگر اس مہلت میں بھی اپنی غلطیوں سے باز نہ آئیں، اور اپنی سرکشی اور بد اخلاقی پر اڑے رہیں تو وہ یاد رکھیں کہ جس دن یہ دنیا ختم ہو گی، اور اس کا یہ موجودہ نظم ونسق بدلا جائے گا، جب یہ سلسلہ ٹوٹیگا، اور اس عالم کے سارے بڑے چھوٹے اجسام اپنی اپنی جگہ سے ترتیب الگ الگ ہو کر آپس میں ٹکرائینگے، زمین اور پہاڑ پر زور دھکا زلزلہ آئیگا

اوران اجسام کے باہمی تصادم سے پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ ہوکر ریت کے تودہ کی طرح ہو جائینگے، اور وقت آجائیگا کہ دنیاء الوں کوان کی زندگی کے اچھے اور برے کاموں کا نتیجہ ملیں اس دن ایسے لوگوں کے لئے بیڑیاں ہونگی، اور دہکتی ہوئی آگ، اور کھانے کیلئے ایسی چیز جو حلق میں پھنس کر رہ جائیگی، خلاصہ یہ کہ ممکن سے ممکن دردناک عذاب میں انھیں مبتلا ہونا پڑیگا

(۱۵) اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ

بے شک ہمنے تمہارے پاس ایک پیغمبر تم پر گواہ بنا کر بھیجا ہے

كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (۱۶) فَعَصٰى

جس طرح ہم نے فرعون کے پاس پیغمبر بھیجا، تو فرعون نے اس

فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ۝

پیغمبر کی نافرمانی کی، تو ہم نے بہت سخت طریقہ سے اسے پکڑ لیا،

اے لوگو! یہ پیغمبر جسے ہمنے تمہارے پاس تمہاری بھلائی اور ہدایت کے لئے بھیجا ہے، اور جو تمہارے تمام اعمال وافعال پر قیامت کے دن گواہی دے گا، اس کی مثال بالکل موسیٰ پیغمبر کی طرح ہے جسے ہم نے فرعون اور اس کی قوم کی ہدایت کیلئے بھیجا، تو اب تم دیکھلو کہ فرعون نے موسےٰ کے ساتھ کیا سلوک کیا، اور پھر اس کا کیا نتیجہ اس کو ملا، فرعون نے موسےٰ کو اسی طرح جھٹلایا جس طرح تم اس پیغمبر (محمد) کو جھٹلاتے ہو، پھر خدا نے فرعون کو اسی دنیا میں وہ سزا دی جو ساری دنیا جانتی ہے، اور آج تک خود ہی فرعون یعنی اس کا مردہ جسم دنیا کی عبرت اور نصیحت کے لئے دریا سے نکالا گیا ہے، اور مصر کے

جابجا ثبت طاقت کے اندر موجود ہے جسے آنکھ رکھنے اور دل رکھنے والے
دیکھ کر آج بھی نصیحت اور عبرت حاصل کرتے ہیں، اگر تم لوگ اپنی
غلطیوں سے باز نہ آؤگے، اپنی سرکشیوں اور بداخلاقیوں سے
رجوع نہ کروگے، اور اس پیغمبر کی روحانی اور اخلاقی تعلیم پر عمل
نہ کروگے تو یاد رکھو کہ تمہارا بھی ویسا ہی انجام ہوگا جیسا فرعون اور
اس کی قوم کا ہوا۔

(۱۷) فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ

اگر تم کفر کروگے تو اس دن سے کس طرح بچ سکو گے جو

الْوِلْدَانَ شِيبًا (۱۸) السَّمَاءُ مُنْفَطِرٌ بِهِ

بچوں کو بڈھا کر دے گا۔ آسمان اس سے پھٹ جائیگا

كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُولًا ،،،،،،،،،،،،،،،

اس کا وعدہ ہو کر رہے گا ،،،،،،،،،،،

تم اگر اس صحیح تعلیم کو نہیں مانوگے، اور اپنی فطرت کے ممکن کمال کو
پورا کرنے کے لئے اس پیغمبر کی تعلیم کو قبول کرکے اس پر عمل کرنے
کے لئے آمادہ نہ ہوگے، اور اپنی بداخلاقی سے توبہ کرکے انسانیت
کے فرائض کو پورا کرنے کے لئے تیار نہ ہوگے، تو بتاؤ کہ اس دن
اپنے برے اعمال کے برے نتیجوں سے کس طرح محفوظ رہ سکوگے
جس دن کی ہیبت اور جس دن کے عظیم الشان ہولناک واقعات
بچوں کو بھی خوف و ہراس جزع و فزع، ہول و دہشت سے بوڑھا
بنا دینگے، جن کا ہولناک منظر شیر دل کے پتوں کو بھی پانی کر دینے والا ہوگا
جس کی وجہ سے آسمان اور سیارات پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائینگے، اس دن

تم عذاب سے کس طرح محفوظ رہ سکو گے، جزا و سزا کے متعلق خدا نے جو وعدہ کیا ہے، اور جو کچھ اس نے خبر دی ہے سب ہو کر رہے گا، اس لئے تم اپنا انجام سوچ رکھو، اور فرعون کے انجام پر غور کر کے اب بھی متنبہ ہو جاؤ۔

(۱۹) اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا

بیشک یہ ایک یاد دہانی ہے تو جو کوئی چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرے

پیغمبر کو چند احکام دے کر ان کے مخالفین کو ان کے آئندہ بد انجام سے ڈرایا گیا، اور اب ان کو اصل مقصد یعنی قرآن کی تعلیم پر غور کرنے اور اس سے نفع حاصل کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، کیونکہ جو شخص اپنے سینہ میں ایک منصف دل اور سر کے اندر عقل سلیم رکھتا ہو اور وہ دنیاوی زندگی کے کاموں کے لئے نتیجے کو اور جزا و سزا کو ضروری سمجھتا ہو، اور قیامت کے متعلق جن واقعات اور حالات کی خبر قرآن دیتا ہے اور پھر جس معقول اور مدلل طریقے سے اسے بیان کرتا ہے، اس سے اتفاق رکھتا ہو، ایسے شخص کیلئے کوئی دستور العمل اور کوئی اعلیٰ قوانین کا مجموعہ قرآن سے عمدہ نہیں مل سکتا، اسے چاہیئے کہ اپنے بغض و عناد سے اپنے قومی یا ملکی، یا مذہبی تعصب سے الگ ہو کر محض اپنی عقل سلیم اور فطرت صحیحہ کی روشنی میں قرآن کا مطالعہ کرے، اور دیکھے کہ قرآن ساری دنیا اور روئے زمین کی ساری آبادی کے لئے یکساں ایک نصیحت ہے اور انسان کے ممکن فطرتی کمالات کو حاصل کرنے کا صحیح راستہ انسان کو یاد دلاتا ہے، جو شخص اپنی زندگی کے اصل مقصد کو

پورا کرنا چاہیے، جو شخص اپنے اعمال کی ذمہ داری کا احساس کرتا ہو، اور اپنی موجودہ اور آئندہ زندگی کو کامیاب اور ترقی یافتہ بنانے کا خواہشمند ہو، ایسے شخص کے لئے روئے زمین پر قرآن سے عمدہ کوئی **دستور العمل** اور قرآن سے عمدہ کوئی **مجموعۂ قوانین** نہیں،

(۲۰) إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن

بے شک تیرا رب جانتا ہے کہ تو قریب دو تہائی

ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ

یا نصف یا تہائی رات کے کھڑا رہتا ہے اور جو لوگ

الَّذِينَ مَعَكَ ۚ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ

تیرے ساتھ ہیں ان میں سے بھی کچھ لوگ، اور اللہ ہی رات اور دن کا

عَلِمَ أَن لَّن تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۖ فَاقْرَءُوا مَا

اندازہ کرتا ہے، وہ جانتا ہے کہ تم اسکو ہرگز نباہ نہ سکوگے تو جتنا آسان ہو

تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ۚ عَلِمَ أَن سَيَكُونُ مِنكُم

اتنا قرآن پڑھ لیا کرو، وہ جانتا ہے کہ تم میں سے کچھ لوگ

مَّرْضَىٰ ۙ وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ

بیمار ہونگے، اور کچھ لوگ زمین میں سفر کرکے

يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ اللَّهِ ۙ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ

اللہ کا فضل تلاش کرتے ہونگے، اور کچھ اور لوگ اللہ کی راہ

فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۚ

میں لڑتے ہونگے، تو جتنا آسان ہو اتنا قرآن پڑھ لیا کرو، ، ،

وَأَقِيمُوا الصَّلَوٰةَ وَآتُوا الزَّكَوٰةَ وَأَقْرِضُوا اللَّهَ

اور نماز پر قائم رہو اور زکوٰۃ دیا کرو، اور اللہ کو

قَرْضًا حَسَنًا وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم

قرض حسنہ دو، اور اپنے لیے جو اچھا کام تم آگے بھیجو

مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ هُوَ

وہ اللہ کے یہاں پاؤ گے

خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ

بہتر اور اجر کے اعتبار سے بہت بڑا ہے اور اللہ سے مغفرت مانگو،

إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

بیشک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے،

یہ اس سورت کی آخری آیت ہے جس میں پیغمبر کو اور تمام مسلمانوں کو قرآن پڑھنے اور اس پر غور کرنے اور راتوں میں اطمینان کے ساتھ نماز پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے، اور زندگی کے اعلیٰ مقاصد یعنی خدا اور مخلوق خدا سے صحیح تعلقات اور عمدہ برتاؤ کرنے کی دو عمدہ صورتیں یعنی نماز اور روزہ اور عموماً اچھے کاموں کا حکم دیا گیا ہے۔

اے پیغمبر! تمہارے پروردگار کو خوب معلوم ہے کہ تم اور تمہارے ساتھ اور بھی چند مسلمان دو تہائی رات اور آدھی رات اور تہائی رات کے قریب روزانہ اس کے آگے نماز میں کھڑے ہوتے ہیں، اور رات اور دن دونوں خدا ہی کے اندازے اور مقرر کرنے کے موافق ہیں، خواہ تم

رات میں اسے یاد کرو یا دن میں اس کے نزدیک سب یکساں ہی
اسے معلوم ہے کہ تم ہمیشہ بلا ناغہ اس پر عمل درآمد نہیں کر سکتے
اس لئے اس نے تم پر رحمت کے ساتھ رجوع کیا اور اس
حکم میں تخفیف کر دی ہے، وہ کوئی خاص مقدار قرآن کی مقرر
نہیں کرتا۔ جتنا قرآن تمہارے لئے پڑھنا آسان ہو رات کی نماز
میں پڑھ لیا کرو، علاوہ ازیں خدا کو یہ بھی علم ہے کہ تم میں سے
بعض لوگ بیمار ہونگے، بعض تجارت وغیرہ کی غرض سے سفر میں
ہونگے، بعض راہ خدا میں جہاد کیلئے باہر ہونگے اس لئے رات کو وقت
اٹھنا اور اس کے اندر قرآن تلاوت کرنے کے لئے کوئی خاص
وقت مقرر کیا جاتا ہے نہ کوئی خاص مقدار قرآن تلاوت کرنے کی
مقرر ہے اس لئے جتنا تم کو آسان ہو اتنا قرآن پڑھو (۲) اور
نماز پر نہایت پابندی کے ساتھ قائم رہو، (۳) زکوٰۃ برابر
دیتے رہو کیونکہ تمہاری زندگی کے دو اعلیٰ مقاصد ہیں، خدا سے
عمدہ تعلق رکھنا، مخلوق کے ساتھ عمدہ برتاؤ کرنا، خدا کو
یاد کرتے اور اپنی بندگی اور عاجزی اور احتیاج کو پیش نظر
رکھتے ہوئے خدا کی کبریائی وجبروت کے آگے جھک جانے کی عمدہ
اور بہترین صورت نماز ہے، جس میں دل اور زبان اور ہاتھ
پاؤں اور تمام اعضاء سے اپنی عاجزی اور بندگی اور خدا کی کبریائی
جبروت وجلال کا اقرار و اظہار ہوتا ہے اور مخلوق کے ساتھ عمدہ
تعلق اور عمدہ برتاؤ کرنے کی عمدہ اور باضابطہ اور قانونی
صورت زکوٰۃ ہے، جس کا مقصد صرف یہ ہے کہ خوش حال

اور متمول لوگ غریب اور ضرورتمند لوگوں کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے سالانہ مقررہ چندہ دیں، اور یہ سالانہ چندہ ایسا ہے جس کے ادا کئے بغیر کوئی شخص مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں یعنی مسلمان اور قرآن پر ایمان لانے والا وہی شخص ہوسکتا ہے جو مقدرت رکھنے کی صورت میں پابندی کے ساتھ سالانہ زکوۃ ادا کرتا رہے، یہ زکوۃ کو چندہ ہے جو لازمی ہے (۴۳) اس کے علاوہ بھی تم کو چاہئے کہ وقتی اور فوری ضرورتوں کے موقعہ پر بھی مال خرچ کرتے رہا کرو، فرض کرو کہ کوئی قومی یا شخصی ضرورت ایسی پیش آجائے کہ مقررہ زکوۃ کی مقدار اس کے لئے کافی نہ ہو، تو ایسی صورت میں زکوۃ کے علاوہ خرچ کرنا پڑیگا، اور اس کو ضائع نہ سمجھو بلکہ اس کا پہلا نفع تو یہ ہوگا کہ تمہاری وہ قومی یا قوم کے کسی خاص فرد کی شخصی ضرورت رفع ہوگی، اور خصوصیت کے ساتھ تمہیں اس کے عوض میں خدا کے یہاں نعمتیں ملینگی تو یوں سمجھو کہ یہ تدارک تم خدا کو قرض دے رہے ہو، جس کی عمدہ طریقہ سے واپسی تمہارے لئے خود اس مال سے زیادہ مفید اور بارآور ہوگی، اور صرف مال خرچ کرنا ہی نہیں بلکہ جو کوئی عمدہ کام تم اس زندگی میں کرجاؤگے سب تمہیں خدا کے یہاں عمدہ اجر کی صورت میں ملیگا، بلکہ جو اجر یا عوض یا نتیجہ تمہارے کسی کام کا کسی کوشش کا یہاں ملتا ہے، خدا کے یہاں کا اجر جو آئندہ زندگی میں تمہیں ملیگا اس سے کہیں عمدہ اور کہیں زیادہ ہوگا، تو اب تمکو چاہئے کہ اپنے اُن فرائض یعنی رات کی نماز تہجد میں قرآن پڑھنا، نماز پر پابند رہنا

زکوٰۃ دینا، اس کے علاوہ بھی وقتی ضروریات میں راہ خدا میں بھی
خرچ کرتے رہنا، ان فرائض کے پورے طرح پابند رہو، پہلے کام
سے تمہیں اطمینان اور سکون کے ساتھ خدا سے خلوص پیدا کرنے اور
قرآن پر اچھی طرح غور کرنے کا موقعہ ملیگا، اور پھر تم اپنے اخلاق، اور
تمدن اور معاشرت کی اصلاح میں قرآن کی تعلیم سے مدد حاصل
کرسکوگے، دوسرے کام سے تمہیں روزانہ پانچ وقت خدا کی
دربار میں حاضر ہوکر اپنی بندگی کی شان ملحوظ رکھکر زندگی کو کامیاب
طبیعت سے بسر کرنے کے لیے سیدھی راہ پر چلنے کی التجا
کا موقعہ ملیگا، پھر اس کے ساتھ ہی قرآن تلاوت کرنے سے براہ
راست خدا کے احکام تمہیں ملینگے، اور جب روزانہ پانچ وقت
تم اس طرح خدا سے عرض معروض کروگے اور اس کے احکام
اسی کے الفاظ میں سنوگے تو ممکن نہیں کہ اس پُراثر تعلیم سے متاثر
ہوکر تم نہایت بااخلاق اور پاکیزہ انسان نہ بن جاؤ، تیسرے کام سے
یہ ہوگا کہ اپنی قومی حالت کے سنبھالنے اور درست اور قوی کرنے
میں تمہیں بڑی آسانی ہوگی، اس سالانہ زکوٰۃ کے چندے کی
کثیر مقدار عموماً تمہارے بہت سے قومی ضرورتوں میں صرف ہوگی،
غریب اور محتاج لوگ جو اپنے فقر و افلاس کے باعث بداخلاقیوں
کے مرتکب ہوتے ہیں اور بالآخر ننگ قوم بن جاتے ہیں،
ان کی امداد اس سے ہوسکے گی، یتیم خانے اس سے قائم ہونگے
جس کی وجہ سے تمہارے قوم کے وہ ہونہار پودے جو آگے چل کر
قومی کشتی کے ناخدا بننے والے ہیں، بے تعلیم اور بے تربیت

رہکر قوم کے لئے مضر اور معطل عضو ہونے کی بجائے مفید اور
قوی رہنما بن سکینگے ۔ اس قسم کے بہت کام ہیں جن کو باحسن
وجوہ پورا کرنے میں زکوۃ سے باضابطہ دائمی مدد ملے گی ۔ چونکہ
یہی قوم کی بڑی اور ضروری ضرورتوں کے پوری کرنے کے لئے ہے

(۵) ان چاروں کاموں کے بعد پانچواں کام یہ ہے کہ اب تم نہایت
ہشیاری اور بیدار مغزی کے ساتھ اپنے یہ فرائض پورے کرتے
رہو ۔ اور اگر انسانیت کی کمزوری کیوجہ سے کہیں بھول چوک واقع ہو
یا کوئی غلطی تم سے سرزد ہو جائے ۔ یا کسی کوتاہی اور سستی میں پڑ جاؤ
تو خدا سے اس غلطی کی معافی مانگو اور قوت عمل کی توفیق ۔ کہ وہ
غلطیوں سے درگذر کرنے والا نہایت مہربان آقا ہے ۔

سورۂ مدّثّر
مکی ۵۶ آیتیں

(۱) گذشتہ سورت میں پیغمبر کو حکم دیا گیا تھا کہ راتوں میں تہجد پڑھا کرو اور اس میں خوب غور اور اطمینان کے ساتھ قرآن پڑھا کرو اور رات کو اس کام کے لئے مخصوص کرنے کی یہ وجہ بتائی گئی تھی کہ رات کے وقت غور و فکر کا عمدہ موقع ہوتا ہے اور دن کے وقت تمھیں دوسرے کام ہیں اس سورت میں پیغمبر کو دن کے کام اور اس کے لوازمات کا حکم دیا گیا ہے،

(۲) عام مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی قیامت اور دوزخ کی دردناک سزاؤں کا منظر پیش کیا گیا ہے اور ان برے لوگوں کو ڈرایا گیا ہے جو یہ سزائیں بھگتیں گے اور پیغمبر کو ان لوگوں سے الگ ہوجانے کا مشورہ دیا گیا ہے بعینہٖ یہی طریقہ گذشتہ سورت میں بھی اختیار کیا گیا تھا اس میں پیغمبر کی تکذیب سے ڈرایا گیا تھا اور اس میں قرآن کی تکذیب سے ڈرایا گیا ہے،

(۳) گذشتہ سورت میں نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا گیا تھا اور اس سورت میں یہ بتایا گیا ہے کہ دوزخ میں جانے والے وہی لوگ ہونگے جو نماز پڑھنے والے اور غریبوں کی ضروریات پورے کرنے والے اور روز جزا و سزا کو ماننے والے نہیں

(۴) گذشتہ سورت کی طرح اس میں بھی قرآن کی تعلیم پر غور کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے ان چاروں باتوں سے گذشتہ سورت اور اس سورت کا باہمی تعلق و ربط اور ساتھ ہی ان دونوں سورتوں کا موضوع ظاہر ہوگیا اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوگیا کہ دونوں سورتوں میں طرز بحث اور پیرایۂ بیان اور ترتیب مضامین جدا جدا ہیں،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰

(۱) یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ (۲) قُمْ فَاَنْذِرْ (۳) وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ

اے چادر اوڑھنے والے! اٹھو اور ڈراؤ، اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر۔

(۴) وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ (۵) وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ (۶) وَلَا

اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھ اور پلیدگی سے الگ رہ اور احسان

تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ (۷) وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ

نہ جتا کہ زیادہ حاصل کرے گا اور اپنے رب کے لئے صبر کر

اے پیغمبر! اٹھ کھڑے ہو، تیار ہو جاؤ اور کام شروع کر دو۔ تمہاری قوم جس
بری حالت میں ہے، جن برے کاموں میں مبتلا ہے، جن غلط اور بیہودہ
خیالات میں مست ہے، اسے اس کے برے نتیجے اور برے انجام سے ڈراؤ
اپنے پیدا کرنے والے پرورش کرنے والے آقا کی بڑائی بیان کرو، جو اس
سے ناآشنا ہیں انہیں اس کبریائی و جبروت کا حال سناؤ، جو اسے بھول بیٹھے ہیں
انہیں اس کا نام یاد دلاؤ، یہ تو دوسروں کے لئے کرو، اور جب تم اس بڑے
آقا کے نام کے لئے کھڑے ہوئے ہو، جب تمہاری زبان اس کے نام کی
بڑائی بیان کرنے کی خدمت سے معزز کی گئی ہے، جب تمہارا دل اس
بڑے آقا کی تسبیح و تقدیس سے معمور ہے تو تمہیں لازم ہے کہ اپنے ظاہر
اور باطن، جسم اور دل، اوپر کے کپڑے اور اندر کے خیالات کو بالکل پاکیزہ
مطہر بناؤ؛ ظاہری لباس بھی صاف اور ستھرا اور پاکیزہ ہو اور دل
بھی بت پرستی اور ہر قسم کے غلط خیالات، بیہودہ عقائد، ناپاک
ارادوں اور خبیث و ذلیل نیتوں سے بالکل مصفا، مجلی، مطہر اور
پاکیزہ ہو۔ سچ اور جو لوگ تمہاری بات مان لیں انہیں تھوڑا ملامت

بہے آئے ہو، یا اس کے علاوہ اور کسی قسم کے احسانات تم نے کیے ہیں
تو ان لوگوں پر کبھی اپنا احسان نہ جتاؤ، تم جو کسی کو اچھی بات بتاؤ، یا تمہارے
بتانے اور سمجھانے سے کسی کو نفع ہو، تو اس پر تم خدا کا شکر ادا کرو، کہ
اس نے محض اپنی رحمت و کرم سے تمہیں اس کی توفیق دی، اس کے
خدا تمہیں زیادہ ترقی عطا فرمائے گا، جو نعمتیں تمہیں اب تک اس دربار
سے ملی ہیں، ان سے اور زیادہ ملیں گی، اور لوگوں پر احسان جتانے سے ترقی
رک جاتی ہے، یہ ان لوگوں کے ساتھ جن پر تمہارا احسان ہے، اور جو
لوگ تمہیں ستاتے ہیں، تمہاری باتیں نہیں مانتے، اور تمہارے مقصد
کی مخالفت کرتے ہیں، ان کی مخالفت اور عداوت و تکلیف دہی ایذا رسانی
اور ہر قسم کی باتوں پر اپنے خدا کے لیے صبر کرو، تم ان سے بدلہ لینا نہ چاہو، ان
باتوں کو خدا پر چھوڑ دو اور صبر و عزم سے اپنے کاموں میں ثابت قدمی
کے ساتھ لگے رہو، خدا ان مخالفوں سے سمجھ لے گا۔

(۸) فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ (۹) فَذٰلِكَ

تو جب صور پھونکا جائے گا، تو وہ اس دن سخت

يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ (۱۰) عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ

دن ہوگا، کافروں پر آسان نہیں ہوگا،

جب وہ قیامت آئے گا، دنیا فنا ہوگی اور صور پھونکا جائے گا
اس وقت ان کافروں کو معلوم ہوگا کہ خدا کی نافرمانی، خدا کے پیغمبر کی
مخالفت، حق کی اشاعت کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرنے، اپنی [illegible]
[illegible] زندگی کے اصل مقصد [illegible]
کا نتیجہ ہے، وہ عظیم الشان دن ان لوگوں کے لئے نہایت سخت ہوگا

اور آج یہ اپنے آپ کو درست نہ کرینگے اور اپنی اصلاح کی طرف متوجہ نہ ہونگے تو انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ ان کی یہ بداعمالیاں بغیر رنگ لائے نہ رہینگی اور ایک دن ضرور انھیں اپنے ان کئے ہوؤں کا مزا ملے گا۔

(۱۱) ذَرۡنِیۡ وَمَنۡ خَلَقۡتُ وَحِیۡدًا (۱۲) وَّجَعَلۡتُ

تو مجھے اور اسے چھوڑ دے جسے میں نے اکیلا پیدا کیا، اور اسے

لَهٗ مَالًا مَّمۡدُوۡدًا (۱۳) وَّبَنِیۡنَ شُهُوۡدًا (۱۴) وَّمَهَّدۡتُّ

بہت مال دیا، اور بیٹے جو موجود ہیں، اور اس کے

لَهٗ تَمۡهِیۡدًا (۱۵) ثُمَّ یَطۡمَعُ اَنۡ اَزِیۡدَ (۱۶) كَلَّا

لیے میں نے سامان کیا، پھر وہ امید کرتا ہے کہ میں اسے زیادہ دوں، ہرگز نہیں

اِنَّهٗ كَانَ لِاٰیٰتِنَا عَنِیۡدًا (۱۷) سَاُرۡهِقُهٗ صَعُوۡدًا

وہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے، عنقریب میں اس کو مصیبت کی تکلیف دونگا

(۱۸) اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ (۱۹) فَقُتِلَ كَیۡفَ قَدَّرَ

کیونکہ اس نے سوچا اور اندازہ لگایا، تو وہ غارت ہو اس نے کیسا اندازہ لگایا

(۲۰) ثُمَّ قُتِلَ كَیۡفَ قَدَّرَ (۲۱) ثُمَّ نَظَرَ (۲۲) ثُمَّ

پھر وہ غارت ہو اس نے کیسا اندازہ لگایا، پھر اس نے دیکھا، پھر اس نے

عَبَسَ وَبَسَرَ (۲۳) ثُمَّ اَدۡبَرَ وَاسۡتَكۡبَرَ (۲۴) فَقَالَ

تیوری چڑھائی اور منہ بنایا، پھر وہ پیٹھ پھیر کر چلدیا اور اکڑ گیا، تو اس نے کہا کہ

اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ یُّؤۡثَرُ (۲۵) اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا قَوۡلُ الۡبَشَرِ

یہ محض ایک جادو ہے جو نقل ہوتا آرہا ہے، یہ محض انسان کا قول ہے

اے پیغمبر! تم چھوڑ دو، ہم ایسے شریر انسان سے بھگت لینگے جسکو

میں سے ہی پیدا کیا اور ساتھ ہی دنیاوی مال واسباب میں اس کو پورا حصہ
دیا، اولاد بھی اسے دیئے جو اس کے سامنے ہیں، اور مال واولاد کے علاوہ
ہر طرح کے ساز وسامان، عزت وحشمت وغیرہ وغیرہ ساری دنیاوی عمدہ
نوازمات اس کو دیئے اور اس کی سرکشی دیکھو کہ میری ہی آیتوں کی مخالفت
کرتا ہے میری ہی باتوں کا انکار کرتا ہے، میرے ہی بھیجے ہوئے پیغمبر کو
جھٹلاتا ہے اور اس پر پھر چاہتا ہے کہ ہم اسے اور زیادہ نعمتیں دیں!
یہ ــــ کبھی نہیں ــــ ہو سکتا، اول تو خدا کی نافرمانی، اس کی باتوں کا
انکار اور پھر اس پر ہم سے مزید نعمتوں کی امید! یہ اس کا سودائے خام
ہے، ہم عنقریب اسے نہایت مشقت اور مصیبت میں مبتلا کریں گے، اور اسکی
ان سرکشیوں کے بدلے میں رنج ومشقت کے عذاب کا پہاڑ اس پر توڑیں گے
ذرا اس کی سرکشی تو دیکھو کہ قرآن کی آیتیں اسے سنائی جاتی ہیں تو
سوچ اور فکر میں پڑ جاتا ہے اور دل ہی دل میں ان کے متعلق اندازے
لگاتا ہے، کمبخت ہلاک ہو! کس طرح ان آیتوں کے متعلق برے خیالات
دل میں قائم کرتا ہے اور کس قدر غلط اندازہ لگاتا ہے، پھر کمبخت ہلاک ہوا
کس قدر جرأت اور بے پروائی کے ساتھ ان آیتوں کی شان کے خلاف
اپنے دل میں بیہودہ اور لغو اندازہ کرتا ہے، پھر آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے
لگتا ہے، پھر اس کے تذبذب کی یہ حالت ہے کہ کبھی منہ بناتا ہے، کبھی
چیں بجبیں ہوتا ہے پھر پیچھے ہٹ جاتا ہے پھر اپنے غرور اور تکبر میں
آکر یہ کہتا ہے کہ یہ تو پرانے زمانے کا جادو ہے جو قدیم زمانے سے نقل
ہوتا چلا آرہا ہے، یہ تو محض انسان کی باتیں ہیں، خدا کا نازل کیا ہوا
نہیں ہے، بلکہ لوگوں کے جی کے گھڑے ہوئے ہیں، خدا کی آیتوں کو من گ

وہ اس طرح پیش آتا ہے اور اس قدر جرأت اور بے باکی کے ساتھ وہ نہ صرف ان آیتوں کے ماننے سے انکار کر دیتا ہے بلکہ ساتھ ہی یہ بیہودہ اور لغو خیال ظاہر کرتا ہے کہ یہ اصل خدا کی کتاب ہی نہیں،

(۲۶) سَاُصْلِیْهِ سَقَرَ (۲۷) وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ

عنقریب ہم اسے دہکتی ہوئی آگ میں داخل کر دینگا اور تجھے کیا خبر کہ دہکتی ہوئی

(۲۸) لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ (۲۹) لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ

آگ کیا ہے وہ نہ باقی رکھتی ہے نہ چھوڑتی ہے انسان کو جھلس دینے والی ہے

ہم عنقریب ایسے سرکش، ناشکر اور احسان فراموش کو دوزخ کی دہکتی ہوئی آگ میں داخل کرینگے، تم جانتے ہو اس دہکتی ہوئی آگ کی کیا حقیقت ہے؟ وہ معمولی آگ نہیں ہے اس کی شدت اس قدر ہوگی کہ ذرہ برابر بھی جلانے سے نہ چھوڑے گی، انسان کے جسم کو اسطرح جلادیگی کہ وہ جل کر راکھ نہیں ہو جائیگا بلکہ پگھلے ہوئے دھات کی طرح چمکنے لگے گا یعنی جس کر انسان کا بدن فنا نہیں ہو جائیگا بلکہ اس جلنے کی تکلیف اور شدت ہر وقت ہر آن ہمیشہ تازہ اور دوگنی ہوتی رہیگی،

(۳۰) عَلَیْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ (۳۱) وَمَا جَعَلْنَاۤ

اس پر انیس شخص مقرر ہیں، اور دوزخ کا

اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓىِٕكَةً وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ

نگہبان ہم نے فرشتوں ہی کو مقرر کیا ہے، اور ہم نے ان کی گنتی محض

اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیَسْتَیْقِنَ الَّذِیْنَ

کافروں کی آزمائش کے لئے کی ہے تاکہ اہل کتاب یقین کر لیں

اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَیَزْدَادَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِیْمَانًا

اور ایمان والوں کا ایمان اور بھی زیادہ ہو جائے

وَلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ

اور نہ اہل کتاب کو شک ہو اور نہ ایمان والوں کو

وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالظّٰلِمُوْنَ

اور تاکہ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جو ظالم ہیں وہ کہیں

مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا يُضِلُّ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ

کہ اس مثل سے اللہ کا کیا مقصد ہے؟

وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ

وہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور تیرے (۲)

وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ

اور وہ انسان کے لئے ایک نصیحت ہے

اس دوزخ پر انیس فرشتے متعین ہیں، اور انیس کی تعداد جو بتائی گئی ہے یہ بھی ایک امتحان ہے، جو لوگ کامل ہوتے ہیں اور جن کے دلوں کو بُرے انجام کا خوف ہے، وہ بلا چون و چرا تسلیم کر لیتے ہیں کہ جو خدا نے فرمایا ہے سچ ہے۔ بلکہ دوزخ کی حالتوں کی تفصیل ان کے دلوں میں قوت ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہے، اور ان کا خوف اور بڑھ جاتا ہے اور اس طرح ان کو اپنے فرائض کا احساس اور زیادہ ہو جاتا ہے۔ پر جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے جن کے آگے کوئی مقصد پیش نظر نہیں، جو محض کھیل تماشے میں اپنی زندگی برباد کرتے ہیں، ایسے لوگ انیس کی عدد سن کر ضرور کہیں گے کہ انیس فرشتوں کا کیا مطلب ہے، اس عدد میں کیا خصوصیت ہے اور اس سے خدا کا کیا مقصد ہے، اور بیسیوں شبہات اور اعتراضات اس پر نکالیں گے، اور چونکہ ان کے دلوں میں خدا کا خیال نہیں ہے، دوزخ کا

ڈرے، اور نہ اپنے فرائض کا احساس ہے اس لئے اس سے ان کے دلوں میں اور کجی پیدا ہو گی اور وہ اپنے انکار اور کفر پر اور مضبوط ہو جائینگے تو دراصل اہل ایمان اور اہل کفر کیلئے اس تعداد کے ذکر نے میں ایک آزمائش ہے، ورنہ اصل تعداد ان تمام فرشتوں کی تو اللہ ہی کے علم میں ہے، اور یہاں صرف لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرانے کے لئے اس کا ذکر کیا گیا ہے تاکہ جو لوگ ڈر رکھتے ہیں وہ متنبہ ہو جائیں اور اس دوزخ کے عذاب کا خوف کر کے کام کی طرف متوجہ ہوں،

دنیا کے فنا ہونے اور قیامت آنے پر مناظرِ قدرت کی شہادت

(۳۲) کَلَّا وَالْقَمَرِ (۳۳) وَاللَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ

واقعی! قسم ہے چاند کی، اور رات کی جب وہ جانے لگے

(۳۴) وَالصُّبْحِ إِذَا أَسْفَرَ (۳۵) إِنَّهَا لَإِحْدَى

اور صبح کی جب وہ روشن ہو جائے، بیشک وہ ایک بہت ہی

الْكُبَرِ (۳۶) نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ (۳۷) لِمَن شَاءَ مِنكُمْ أَن

بڑی مصیبت ہے، انسان کے لئے ایک ڈرانیوالا ہے، اس شخص کے لئے جو تم

يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ،

میں سے آگے بڑھنا یا پیچھے ہٹنا چاہے،

چاند، اس کی مختلف حالتیں، اسکی روشنی کا روزانہ کم و بیش ہونا اور اس کے یہ تغیرات صاف بتا رہے ہیں کہ نہ اس کا یہ نور ذاتی ہے اور نہ اس کے یہ تغیرات اختیاری ہیں بلکہ اس نور اور ان

تغیرات کا سلسلہ کہیں اور سے آتا ہے بلکہ اس سلسلہ کو زیادہ وسعت کی نظر سے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ یہ تمام سیارات اپنی حرکت سکون میں اپنی روشنی میں اور اپنے تمام تغیرات و تبدلات میں ایک زبردست قانون کے اندر مسخر ہیں اور ان کے تمام کاموں کا نظام الاوقات (پروگرام) اچھا ہے، اس قدر اعلیٰ حکمت و تدبیر پر رکھا گیا ہے جس سے زیادہ عمدہ اور زیادہ بہتر صورت ناممکن ہے اور یہ تمام کارخانہ ایک ایسی عظیم الشان قدرت کے ہاتھوں سے انجام دیا جاتا ہے کہ جب سے یہ سلسلہ شروع ہے، اس وقت سے لیکر آج تک کبھی کوئی غلطی کوئی زیادتی کمی یا وقت کی تقدیم و تاخیر نہیں واقع ہوئی ہے رات اور دن کے آنے جانے کے لئے جس فصل اور جس موسم میں جو وقت مقرر ہے کبھی اس سے دیر یا اس میں جلدی نہیں ہوئی ہے تو یہ عظیم الشان کارخانۂ عالم جو ایک عظیم الشان قدرت اور ایک غیر محدود حکمت و تدبیر کی خبر دیتا ہے، صاف کہہ رہا ہے کہ ضرور اس عظیم الشان عالم کا نتیجہ بھی عظیم الشان ہوگا اس زبردست کارخانہ کا انجام بھی نہایت ہی زبردست اور اہم ہوگا اور یقیناً ایک ایسا بڑا دن آئے گا جس میں دنیا کی اس سب سے زیادہ اہم اور ممتاز ہستی یعنی انسان کی زندگی کے حرکات اور سکنات کی پوری پوری جزا و سزا اسے دی جائے گی

تو چاند اور اس کے تمام کام اس کی حرکت اور اس کا تغیر و تبدل اور اور دوسرے سیاروں کے ہزارہا چھوٹے اور بڑے کاموں میں سے ایک بڑا کام دن اور رات کا آنا اور جانا جس قدرت اور جس حکمت و تدبیر کی خبر دیتا ہے، صاف بتا رہا ہے کہ وہ عظیم الشان

دن جو آنے والا ہے واقعی بہت ہی بڑا دن ہے اور جو شخص نیک انجام کی طرف آگے بڑھنے کا اور برے انجام سے پیچھے ہٹنے اور محفوظ رکھنے کا خیال رکھتا ہے، ایسے شخص کے لئے دراصل وہ دن ایک بہت بڑی نصیحت اور ایک بہت بڑی تنبیہ اپنے اندر رکھتا ہے، اس دن کا خیال ایک زبردست ہاتھ ہے جو دور اندیش اور انجام بین لوگوں کو تمام برائیوں سے روک کر اچھے کاموں کی طرف متوجہ کر سکتا ہے،

(۳۸) كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ (۳۹) اِلَّآ

ہر نفس اپنی کمائی کے عوض گروی ہے، مگر

اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ (۴۰) فِيْ جَنّٰتٍ يَتَسَآءَلُوْنَ

دائیں ہاتھ والے، جنتوں میں ہوں گے پوچھ رہے ہونگے

(۴۱) عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ (۴۲) مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ

گنہگاروں سے، کہ کس چیز نے تمہیں دوزخ میں داخل کیا،

جب انسان کو قوتِ علم و عمل دی گئی ہے، جب اس کو ارادہ اور اختیار دیا گیا ہے اور جب اس کے ساتھ ہی اس کو نیکی، بدی، خیر و شر، اعمال حسنہ اور اعمال سیئہ کی حدیں بتا دی گئی ہیں تو اس کو سمجھنا چاہیئے کہ اس کے اعمال اور اس کے افعال و اقوال انجام رکھتے ہونگے، یقیناً اسے ان کے نتائج ملیں گے، اور ضرور ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں وہ اپنی دنیا کی کمائی کا ثمرہ پائے، یہ قانون جزا و سزا ایسا نہیں جس سے کوئی مستثنیٰ ہو، بلکہ اس دنیا کا ہر انسان اپنے اعمال کے عوض گروی ہے، اگر اس کے اعمال برے ہیں تو یقیناً وہ برے انجام میں مقید رہے گا، اگر اس نے یہاں اپنی زندگی بھلائی اور نیکوکاری میں نہیں گذاری ہو

تو کوئی صورت نہیں ہے کہ وہ راحت اور آرام عیش و عافیت دیکھ سکے
وہاں جو سعید روحیں ہیں، جو خوش قسمت انسان ہیں، جنھوں نے اپنی زندگی ایسی
بسر کی ہے جیسی انھیں کرنی چاہیے اور جنھوں نے اس دنیا سے دار العمل
میں اچھے اعمال کے بیج بوئے ہیں وہ اس زمانے میں اپنے اس شجرۂ طیبہ
(پاکیزہ درخت) کے عمدہ اور بہترین پھل پائینگے۔ ان کے لیے وہاں وہ
راحتیں اور وہ نعمتیں ہونگی، جو ان کے دل چاہینگے اور جو ان کی آنکھیں پسند
کرینگی، انھیں وہ سرور حاصل ہوگا جس کا پورا تصور کرنے سے یہاں کا
دل اور یہاں کی قوت خیالی عاجز اور قاصر ہے، جنتوں میں ہونگے جہاں
وہ آرام اور خوشی کی لازوال سلطنت کے خود مختار مالک ہونگے، وہاں
وہ مجرموں کو پکارینگے اور دوزخ میں جلنے والوں سے پوچھینگے کہ بتاؤ تمھارا
کیا قصہ ہے؟ ایسی بری جگہ تم کس طرح پہونچے؟ کس چیز نے تمھیں یہاں
دھکیل دیا، اور وہ کون سے برے کام تم نے کیے تھے، جنھوں نے تمھیں ان
ابدی ہلاکتوں اور کبھی نہ ختم ہونے والی دردناک مصیبتوں میں لا ڈالا،

انسان کے دو اہم فرائض

(۴۳) قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ (۴۴) وَلَمْ نَكُ

وہ کہینگے کہ ہم نماز نہیں پڑھا کرتے تھے، اور نہ ہم مسکینوں کو

نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ (۴۵) وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ

کھانا کھلاتے تھے، بلکہ حجت کرنیوالوں کے ساتھ حجت کیا کرتے تھے

(۴۶) وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ (۴۷) حَتَّىٰ أَتَانَا الْيَقِينُ،

اور روز جزا کو جھٹلاتے تھے، یہاں تک کہ ہمیں یقین آگیا

وہ کہینگے کہ ہم نماز نہیں پڑھا کرتے تھے، خدا کی تسبیح و تقدیس سے ہم

غافل تھے اس کی عظمت و جلال کے دربار میں سر نہیں رکھتے تھے اور اس کی اطاعت اور فرمانبرداری سے اپنی گردن موڑے ہوئے تھے مخلوق خدا کے ساتھ بھی ہم رحم اور شفقت سے پیش نہ آتے تھے محتاجوں کو ہم نے کبھی نہ کھانا کھلایا نہ ان کی ضرورتیں پوری کیں مسکینوں کی حاجت روائی نہ کی اور ان کے ساتھ ہمدردی سے پیش نہ آئے اور کبھی ان کے دکھ اور درد، ان کی مصیبت اور تکلیف میں بھی شریک نہ ہوئے خلاصہ یہ کہ نہ تو ہم نے اپنے خالق سے عمدہ تعلق پیدا کیا اور نہ اس کی مخلوق کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا، اور انسان کے ان دونوں اعلیٰ فرائض سے ہم ہمیشہ غافل رہے اور کبھی اپنی ان بداعمالیوں کی ذمہ داریوں کا خیال ذہن میں نہ آیا اور پھر یہی نہیں کہ ہم نے اچھے کاموں سے کنارہ کشی کی، اور خدا کی عبادت اور اس کی تسبیح و تقدیس سے غافل رہے اور لوگوں کے ساتھ نیکی کی بلکہ اس سے بڑھ کر ہم نے اور یہ زیادتی کی کہ جب کوئی خدا کا بندہ ڈرانے کے لئے اٹھا، اور جب کوئی خیر خواہ ناصح نصیحت اور فہمائش پر آمادہ ہوا تو ہم نے اس کی باتوں میں کج بحثیاں کیں، اور بدمعاشوں کے ساتھ ہو کر اس سے جھگڑنے پر آمادہ ہو گئے اور حتی الامکان یہ کوشش کی کہ اس ناصح اور اس خیر خواہ کی مخالفت میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑیں اس کو ایذائیں پہونچائیں، اس کی راہ میں روڑے اٹکائے اور بجائے اس کے کہ اس کی باتوں کو دل لگا کر سنتے اور اسے مانتے اور اس پر عمل کرتے اس سے مباحثہ اور مجادلہ کر کے بیہودہ بکواس سے اس کی حق کی آواز کو پست کر دینا چاہا اور ساری عمر مہملات اور واہیات و خرافات بکا کرتے رہے اور ساری بداعمالیاں اس لئے ہم سے ہوئیں کہ ہم اپنے اعمال کی

ذمہ داریوں سے غافل رہے اور جزاو سزا کا خیال ہم نے اپنے دلوں سے
بھلا دیا اور روز قیامت کے آنے سے انکار کرتے رہے ہم نے اپنی دنیاوی
زندگی ہی کو زندگی سمجھا اور اس طرف ہماری کبھی توجہ نہیں ہوئی کہ جب
ہماری ہستی دنیا کی سب سے بڑی دائم اور اشرف ہستی ہے تو کس طرح
ہوسکتا ہے کہ ہمارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور کیونکر ان کے نتائج
نہ نکلیں گے اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ یہی چند سال کی زندگی آخری زندگی
ہوگی اور ہم مر کر بالکل نیست و نابود ہو جاوینگے پس اسی غلط خیال نے
ہمارے دلوں کو ہمارے ارادوں اور ہمارے خیالوں کو آزاد بنا دیا اور
چونکہ ہم نے جزا و سزا سے انکار کیا اسی لئے ہم نے قانون الٰہی سے
اپنے آپ کو الگ کر دیا جس کا لازمی نتیجہ نکلا کہ ہمارے اعمال و افعال
نفسانی خواہشوں کے تابع ہو گئے اور نیکی بدی میں ہمنے کوئی تمیز نہ کی
اور تمام عمر بداخلاقیوں اور گندگیوں میں پھنسے رہے اور ساری زندگی
غفلت اور معصیت میں گذار دی اور جو کرنا چاہئے تھا نہ کیا یہانتک
کہ آج کا دن جزا و سزا کا ہماری آنکھوں کے سامنے آپہونچا اور جس کا
ہمیں انکار تھا اور جس آنیوالے واقعہ کو ہم جھوٹ سمجھتے تھے ہمارے
سامنے آج آگیا اور جس عظیم الشان دن کو ہم نہ مانتے تھے اس کا
ہمیں آج یقین ہو گیا۔

(۴۸) فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ،

تو سفارش کرنے والوں کی سفارش ان کے کام نہ آئیگی

تو آج ایسے لوگوں کے لئے وہی ہے جو انہوں نے اپنی زندگی میں
کمایا ہے آج انہیں ویسی ہی جزا ملیگی جیسا انہوں نے عمل کیا ہے

یعنی آج ان کے لئے بجز رنج وغم مصیبت والم درد اور دکھ کے اور کچھ نہیں، اب انہیں ہمیشہ کے لئے عذاب کے جہنم میں جانا اور اسے بھگتنا ہے، ان کو یقین رکھنا چاہئے کہ اب ان کے لئے وہاں کوئی حیلہ نہیں اور کوئی ایسی تدبیر نہیں جس سے وہ خدا کے سخت عذاب کے پنجے سے چھوٹ جائیں جبکہ ان کے نامۂ اعمال بالکل سیاہ ہیں، جب انکی پوری زندگی بداخلاقیوں اور بداعمالیوں سے لبریز ہے اور جب ان کی نیکیوں کا پلہ بالکل خالی ہے تو کون سی چیز ہے جو انہیں دوزخ کے عذاب سے چھڑا سکے، وہاں کا فیصلہ محض رحم اور انصاف پر مبنی ہے کسی کی مجال نہیں کہ ان کے لئے سفارش کر سکے کیونکہ وہاں سفارشیں کام نہیں آتیں، اور نہ جرمانہ دے کر کوئی وہاں چھوٹ سکتا ہے، اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی دوسرے کا بوجھ اپنے اوپر لے کر اسے بچائے،

وَاتَّقُوا يَوْمًا لَّا تَجْزِي نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۔

اور اس دن سے ڈرو کہ کوئی شخص کسی کے کام نہ آئیگا اور نہ اس کے بارے میں کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس سے کچھ معاوضہ لیا جائیگا اور نہ انہیں مدد پہونچائی جا سکیگی، (بقرہ)

(۴۹) فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ؟ (۵۰)

تو انہیں کیا ہو گیا ہے کہ نصیحت سے اعراض کرتے ہیں ؟

كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ (۵۱) فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ ،

جیسے کہ وہ جنگلی گدھے ہیں، جو شیر درندہ سے بھاگتے ہیں ،

جب حقیقت اس قدر واضح، اور واقعہ اس قدر بدیہی ہے تو پھر سخت تعجب ہے کہ اس بہترین نصیحت اور اس سرتاپا خیرخواہی کے مشورے

سے بدک کر بھاگتے ہیں، جیسے جنگلی گدھے شیروں سے بھاگتے ہیں؛
نہیں اس سچے خیرخواہ کی نصیحت آمیز باتوں سے اس طرح کیوں
نفرت ہے جس طرح ایک خونخوار دشمن سے نفرت کی جاتی ہے؟ اور وہ
وہ اپنی بھلائی اور خود اپنی نجات اور فلاح کی تدبیروں سے استفادہ کیوں
نہیں کرتے ہیں؟ ان کو تو چاہیے تھا کہ اس بہترین مشورہ کو سنتے ہی
سر جھکا دیتے اپنے دل کی زبان سے اس کا خیر مقدم کرتے، اور ایسے
سچے ناصح کو اپنے دل میں جگہ دیتے، پر کس قدر حیرت ہے کہ ان کا برتاؤ
بالکل اس کے خلاف ہے کیا واقعی وہ عقل و فہم سے جانوروں کی طرح بالکل محروم
ہیں؟ جانوروں میں بھی مفید اور مضر چیزوں کی تمیز کا مادہ ہے، دوست
اور دشمن کو پہچانتا ہے اگر وہ گھاس اور پانی کی طرف شوق اور رغبت سے
دوڑتا ہے تو اسی طرح نفرت اور خوف سے ایک درندہ شیر کو دیکھ کر بھاگتا ہے
پس تم اگر مفید نصیحتوں سے نفرت کرتے ہو اور اپنے سچے خیرخواہ اور
ہمدرد ناصح سے بھاگتے ہو اور ان باتوں کی طرف رغبت اور شوق سے
لپٹتے ہو جو تمہارے لئے سانپ کے زہر اور شیر کے پنجے سے بھی زیادہ
مضر اور مہلک ہیں تو یقیناً تم ان وحشی اور بے عقل جانوروں سے بھی

(۵۲) بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا

بلکہ ان میں سے ہر ایک شخص چاہتا ہے کہ اسے کھلی کتابیں

مُّنَشَّرَةً (۵۳) كَلَّا بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ

دی جائیں، ہرگز نہیں! بلکہ وہ آخرت سے نہیں ڈرتے

دراصل یہ بات ہے کہ ان کے دل متکبر اور سرکش ہیں ان کے
قلوب میں خوفِ خدا کے لئے کوئی جگہ نہیں وہ چاہتے ہیں کہ خدا ان کے

اور پر وحی نازل فرمائے تو مانیں یا یہ چاہتے ہیں کہ خدا خود آکر ان کے کانوں
میں کہدے تب تسلیم کریں اگر ایسا ہے تو وہ یقین کریں کہ ان کا یہ انتظار
کبھی ختم نہ ہوگا یہ محض ان کی سرکشی ہے اصل بات یہ ہے کہ وہ آخرت سے
بالکل بےخوف ہیں، اور جزا و سزا سے اُن کے دلوں کو انکار ہے، جب ایسا ہی
تو پھر کونسا خیال ہو سکتا ہے جو انسان کو اس کے اعمال کی ذمہ داری و مسئولیت

(۵۴) كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ (۵۵) فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ

ہرگز نہیں بےشک وہ ایک نصیحت ہے، تو جو کوئی چاہے اُسے یاد کرے

یہ ان کا خیال فاسد ہے کہ خدا ہر شخص پر وحی بھیجے یا الگ الگ ہر ایک پر
کتابیں نازل فرمائے خدا نے جو یہ قرآن نازل فرمایا ہے وہ ایک عام یاد
دہانی اور نصیحت ہے کہ تمام عالم کے لئے ہے اور تمام زمانہ کے لئے ہے
اس میں کسی کی کوئی خصوصیت نہیں، ہر وہ شخص جو اپنی کامیابی کا
خواہاں اور اپنی نجات و فلاح کا متمنی ہو اس سے نفع حاصل کر سکتا ہے

(۵۶) وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ

اور وہ نہیں یاد کر سکتے مگر یہ کہ اللہ چاہے، وہی ہے جس سے ڈرنا چاہئے اور وہی مغفرت والا ہے

مگر ہاں اُس سے نصیحت حاصل کرنے کی قوت اور اس سے نفع اٹھانے کی
استعداد نہیں ہوتی جب تک خدا نہ دے اسی لئے اے وہ لوگو جو اُس سے نفع
اٹھاؤ اور سیدھی راہ پر آجاؤ، خدا ہی کا شکر کرو کہ اُسی کی دی ہوئی قوت علم و
عمل سے تم یہاں تک پہونچے پس اپنے نیک عمل کو دیکھ کر اپنی قوت پر مغرور
اور نازاں نہ ہو کہ جو کچھ ہے اسی کا دیا ہوا ہے بلکہ اس سے ڈرتے رہو کہ
اسکی قدرت سلب بھی کر سکتی ہے اور اسکی رحمت کے امیدوار رہو کہ بخشش بھی اُسی کے قبضہ میں ہے

نومید مشو کہ رحمت حق عام ست ✦ بے خوف مشو کہ خاصگان بہ بیم اند

سورۂ قیامت

مکی ۴۰ آیتیں

گذشتہ سورت میں پیغمبر کو چند احکام دیے گئے تھے اور مخالفین کو دوزخ کی ہولناکیوں سے ڈرایا گیا تھا اور اس کی عظیم الشانی پر مناظر قدرت سے دلیل لائی گئی تھی اس سورت میں قیامت اور جزا سزا کو ضروری ہونے پر نفس انسانی کی شہادت پیش کی گئی ہے اور پھر زجر و تنبیہ کے پیرایہ میں خطاب کر کے خدا کی محیط قدرت کا ذکر کیا گیا ہے اس کے بعد اس دنیا کے فنا ہونے کے وقت کے چند عظیم الشان واقعات کو پیش کر کے بتایا گیا ہے کہ جو لوگ اس واقعہ کو غلط سمجھ کر بطور تمسخر اس کا وقت پوچھتے ہیں انہیں اس وقت اس کی حقیقت معلوم ہو جائیگی پھر پیغمبر کو قرآن کے متعلق چند احکام دئے گئے ہیں اور اس کے بعد بتایا گیا ہے کہ انسان کو جو جزا و سزا کی حقیقت سے انکار ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دنیا کی نظر فریب اور فانی لذتوں میں اس قدر منہمک ہے کہ زندگی کے اصل مقصد اور اس کے انجام سے بالکل غافل ہو گیا ہے پھر اس کے بعد اچھوں اور بروں کی جو حالت ہوگی اس کا خلاصہ بتایا گیا ہے اور انسان کو وہ آخری وقت یاد دلایا گیا ہے جبکہ اس دنیا سے اس کا کوچ ہوگا اور دنیا کی کوئی قوت موت کے زبردست قوت سے اس کو بچا سکے گی پھر کہا گیا ہے کہ اے وہ لوگو جن کی زندگی غلط راہ پر گذری جو زندگی کے دو اہم اور اصلی فرض سے غافل رہے تمہارے لئے بجز ہلاکتوں اور سختیوں کے آخرت میں اور کچھ نہیں، آخر میں ان

لوگوں کو جو حشر و نشر کے قائل نہیں ہیں زجر کے طور میں کہا گیا ہے
کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ مر کر معدوم ہو جائینگے اور ان کی زندگی یونہی بے نتیجہ
رہ جائیگی ضرور ان کو خدا پھر اٹھا کھڑا کریگا اس میں شک کرنا لغو و مہمل
خیال ہے جس خدا نے ایک قطرۂ ناچیز سے اتنا بڑا کامل انسان بنا دیا ہے
وہ یقیناً نہایت آسانی سے انسان کو دوبارہ پیدا کر سکتا ہے۔

قیامت کے ضروری ہونے پر نفس انسانی کی شہادت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱) لَآ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَۃِ (۲) وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ

نہیں ہیں قسم کھاتا ہوں روز قیامت کی اور نہیں میں قسم کھاتا ہوں ملامت کرنیوالے نفس کی

اے وہ لوگو جو روز قیامت کو نہیں مانتے جو جزا و سزا کے آنیوالے زمانہ کو تسلیم
نہیں کرتے ہو اس کی ہنسی اڑاتے اور اس سے انکار کرتے ہو تم ساری دنیا
سے قطع نظر کر کے خود اپنی طرف متوجہ ہو اور اپنی اس ہستی کی اندرونی
حالتوں پر نظر ڈالو جسے عالم صغیر کہا جاتا ہے یعنی خود اپنے نفس کو دیکھو
جو تمہارے اندر کاموں کی طرف رغبت اور نفرت پیدا کیا کرتا ہے اگر
تم اس کی سرشت اور اس کی فطرت پر غور کرو تو بہت واضح طریقہ سے تمہیں یہ
معلوم ہوگا کہ وہی نفس تمہارے ہر کام پر ہر بات پر یا تو تمہیں آفرین کہتا ہے
یا نفرین کرتا ہے دنیا میں کوئی بد اخلاق ایسا نہیں جو بد اخلاقی کرکے دلی
اطمینان اور راحت حاصل کرے یا کوئی نیک انسان ایسا نہیں جس کا
نفس نیکی کرنے پر اسے ملامت کرے یا اس پر لعنت بھیجے اگر ایسا کبھی
نہیں ہوا ہے کہ کوئی شخص کسی قابل رحم مظلوم پر رحم اور مہربانی کرکے

نادم اور پشیمان ہو تو ایسا بھی کبھی نہیں ہوا ہے کہ کسی نے جیتے ظلم اور سرکشی
معصیت و عدوان اور درندگی و بہیمیت کا ارتکاب کر کے اطمینان
اور سرور قلبی حاصل کیا ہو اور اس کے دل نے اس پر ہزاروں لعنتیں
نہ بھیجی ہوں تو پھر یہ کیا ہے کہ ایک کام جو بظاہر پر لطف اور لذت بخش ہے
اور گو اسے برا کہا جاتا ہے، پر اسے کوئی نہ دیکھنے والا ہے اور نہ اس پر کسی
انسان کی گرفت یا ملامت کا خوف ہے، اس کے ارتکاب کرنے والے پر اس کا
نفس نفریں بھیجتا ہے اور ایک ایسا کام جو صعوبتوں اور مشقتوں سے
بھرا ہوا ہے اور بظاہر نہ اس میں کوئی فوری نفع ہے، اور نہ کسی انسان
سے اس میں عوضِ نیک یا کم از کم زبانی تعریف ہی کی توقع کی جا سکتی ہے
اس لیے کیا جائے تو اس کا نفس شاباش کہتا ہے اور اس کے دل میں
اس کام کو کر لینے کے بعد خود بخود ایک سرور اور لطف کے جذبات پیدا ہوتے ہیں؟
کیا یہ حقیقت اپنے اندر ایک عبرت انگیز صدا نہیں رکھتی اور کیا نفس لوامہ
کی یہ ہستی اپنی خاموش آواز میں نہیں بتا رہی ہے کہ انسان کو فطرت نے
خود ایک ایسی قوت دے دی ہے جو اگر صحیح حالت میں ہو تو ہر کام کے اچھے
اور برے ہونے کا فیصلہ کر سکتی ہے، اور یہ قوت تمیز [illegible]
گئی ہے کہ انسان اس کے ذریعہ سے نیکی اور [illegible]
پس اس نفس کا یہ فیصلہ اور اچھے کام پر اس کو [illegible]
برے کام پر اس کا نفریں کرنا بتا رہا ہے کہ جزا اور سزا [illegible] کی حقیقت
ہے انسان کو کوئی اچھا اور برا کام [illegible] الٰہی اور [illegible]
نہیں تو یہ بھی ممکن نہیں کہ کوئی اچھا یا برا کام بے نتیجہ اور بے انجام
رہ جائے اگر نفس کے اس فیصلہ کے بعد بھی جزا و سزا کا عمل جاری نہ [illegible]

اگر اچھے اور برے کاموں کے اچھے اور برے ہونے کے باوجود بھی قصۂ جزا وسزا بے معنی حقیقت ہے تو پھر نفس کا یہ فیصلہ جو یقیناً صحیح ہے، غلط ہو جاتا ہے کہ ان کاموں کا اچھا اور برا ہونا ہی بے معنی ثابت ہوتا ہے کوئی حق نہیں کہ کوئی کسی درخت کو اچھا کہے اگر اس کا پھل شیریں نہیں یا کسی درخت کو برا کہے اگر اس کے پھل تلخ ہیں، پس آم کا مرغوب ہونا اور نیم کا قابل نفرت ہونا یعنی ایک کی تعریف اور دوسرے کی مذمت خود شہادت دیتی ہے کہ ایک کا پھل پر لطف اور دوسرے کا بدمزہ ہے، کیا اس کے بعد بھی جزا و سزا کے ضروری ہونے میں کوئی شک ہے یا کیا ایسا ہی روز قیامت کے آنے سے کوئی انکار کر سکتا ہے؟

خدا کی قدرت سے حشر و نشر کا ثبوت

(۳) اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ لَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ،،

کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں نہ اکٹھا کریں گے،،،

(۴) بَلٰی قٰدِرِیْنَ عَلٰٓی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَهٗ ،،،

کیوں نہیں! ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کے پور پور درست کر دیں

جب یہ ظاہر ہے کہ اس دنیا میں انسان کے مر جانے کے بعد بھی اس کے کاموں کے آثار باقی رہتے ہیں، اور ان اچھے یا برے کاموں کا سلسلہ کرنے والے کی موت کے بعد بھی دنیا میں جاری رہتا ہے، اور جبتک دنیا کا یہ دور موجود ہے، پوری جزا و سزا کا موقع ہے تو اگر نفس کے فیصلہ کے مطابق جزا و سزا ضروری ہے تو یہ بھی ضروری ہے کہ اس دنیا کی انتہا ہو، اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے بعد دنیا تمام انسان زندہ کر کے

اکٹھے کیے جائیں اور پھر اپنی زندگی کی کوششوں کے نتیجہ پائیں، تو اے لوگو! کیا اس دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرتے ہو، اور اس پر شبہات پیش کرتے ہو، کیا تم خدا کو مانتے ہوئے بھی اس حقیقت سے انکار کرنے کی جرأت کرتے ہو، اور اس کی محیط قدرت کو بھول جاتے ہو، اور یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے تمام دنیا کو زمین و آسمان کو سمندر اور پہاڑ کو اور ایسے عظیم الشان سیاروں کو کہ کچھ بھی نہ تھے پیدا کر دیا، جب ہم میں غیر متناہی قوت ہے تو کیا ہم اس مشتِ خاک ــــ اس انسان کی ہڈیوں کو گو وہ مٹی میں مل کر فنا ہو چکی ہوں، مجتمع کر کے پھر ہڈی نہیں بنا سکتے؟ ہم ضرور ایسا کر سکتے ہیں، بلکہ ہم کو قدرت ہے کہ پھر اس کے جوڑ جوڑ اور پور پور درست کر کے اسے ویسا ہی چلتا پھرتا انسان بنا کھڑا کریں، جیسا وہ پہلی زندگی میں تھا، جب ہمارا علم کامل ہے، تو گو اس کے اجزا کہیں منتشر ہو جائیں، ہمارے علم سے باہر نہیں اور جب ہمیں پوری قدرت ہے تو گو وہ بدل کر کچھ سے کچھ ہو جائیں ہم انہیں جیسا چاہیں جس وقت چاہیں پھر بنا سکتے ہیں،

(۵) بَلْ يُرِيدُ الْإِنْسَانُ لِيَفْجُرَ أَمَامَهُ (۶) يَسْأَلُ أَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ؟

بلکہ انسان چاہتا ہے کہ اپنے آگے بدکاری کرے، وہ پوچھتا ہے کہ روز قیامت کب ہو گا؟

اصل بات یہ ہے کہ انسان چونکہ انجام سے غافل ہے اور چونکہ وہ دنیا میں سرکشی اور درندگی کی زندگی بسر کرنی چاہتا ہے، اس لیے جزا و سزا اور قیامت کے آنے کا ذکر اس کے نزدیک قصہ اور کہانی سے زیادہ اثر نہیں رکھتا، چونکہ عذاب کا خیال اور دوزخ کا ڈر انہیں ان کی فانی اور ناجائز لذتوں سے روکتا ہے، اور ان کی اس قانون شکن زندگی میں

خلل انداز ہوتا ہے اس لئے ان کی طبیعت کبھی غور اور اطمینان کی قصۂ جزا و سزا سننے کی طرف مائل ہی نہیں ہوتی، اور یہی وجہ ہے کہ باوجود اس قدر صاف اور واضح امر ہونے کے اور باوجود اس قدر مدلل اور دلنشین طرز بیان کے یہ بات ان کے دلوں تک نہیں پہونچتی ہے۔

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک نہایت ظاہر کھلی اور بدیہی بات جسے ایک بچہ بھی نہایت آسانی سے سمجھتا اور مان لیتا ہے اسی بات کو ایک بڑا اور سمجھدار انسان محض نفرت اور غصہ سے اندھا ہو کر نہیں سمجھ سکتا، تو چونکہ انسان نے اپنی زندگی کے لئے کوئی صحیح راہ تجویز نہیں کی ہے اور اس لئے گو اپنی امیدوں اور اپنے خیالات کے پہاڑوں کو سر بفلک بنا رکھا ہے، پر اس نے اب تک اپنی زندگی کا کوئی اعلےٰ مقصد اور کوئی النصب العین مقرر نہیں کیا ہے، بلکہ عموماً سرکش لوگوں نے یہ طے کر رکھا ہے کہ دنیا میں درندے بن کر رہیں، اور انسانیت کے لازمی اور فطرتی قوانین کو توڑ کر ایک نہایت بیہودہ زندگی بسر کریں اسی لئے وہ اب تک مسئلہ جزا و سزا پر ٹھنڈے دل سے غور نہ کر سکے ہیں، اور اسی وجہ سے جب قیامت کا ذکر کیا جاتا ہے، اور انہیں اس کے ہولناک واقعات اور دردانگیز سختیوں سے ڈرایا جاتا ہے تو اپنے ان ہی بیہودہ خیالات میں سر اٹھا کر ہنستے ہوئے پوچھتے ہیں اچھا یہ تو فرمائیے وہ روز قیامت کب آئے گا، اور اس کیلئے کتنے دن باقی ہیں؟ اصل مقصد اس سوال سے اس واقعہ کا انکار کرنا اور اس کی ہنسی اڑانی ہے، اگر کام کی طرف ان کو توجہ ہوتی تو اس قسم کے لغو اور بے معنی سوالات نہ کرتے بلکہ اس خبر سے ڈر کر کانپ اٹھتے اور اپنی ان سرکشیوں سے بالکل باز آجاتے،

(۷) فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ (۸) وَخَسَفَ الْقَمَرُ (۹)

تو جب آنکھ خیرہ ہو جائے گی،، اور چاند میں گہن لگے گا،،،

وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ (۱۰) یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ

،، سورج چاند اکٹھے ہو جائینگے،، اس دن انسان کہے گا کہ بھاگنے

اَیْنَ الْمَفَرُّ ،،

کی جگہ کہاں ہے۔

جو لوگ آج قیامت کا وقت پوچھتے ہیں،، اور اس کی ہنسی اڑاتے ہیں، ان پر واضح ہے کہ جب اس دنیا کے فنا ہونے کا وقت آئے گا،، اور جب وہ گھڑی آ پہونچے گی جس میں انھیں شک ہے اس وقت ان کی آنکھیں خیرہ ہو جائینگی، تمام موجودہ انتظام توڑ دیا جائے گا اور چاند جو آج چمکدار نظر آتا ہے اس دن بالکل بے نور ہو جائیگا، تمام سیارات اپنے اپنے مدار سے ہٹ جائینگے، ان سیارات کی آپس کی کشش ایک دوسرے کو اپنے اندر جذب کرنا چاہیگی۔ اور اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ آفتاب اور چاند دونوں اکٹھا ہو جائینگے ان عظیم الشان اجسام کے آپس میں ٹکرانے سے تمام چیزیں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائینگی، زمین پھٹ جائیگی، پہاڑ اڑ جائینگے سمندر جو آج نو کروڑ میل کی دوری کے باوجود سورج کی گرمی سے متاثر ہو کر بخارات اوپر پھینکتا ہے اس دن جب آفتاب کی کشش اسے اپنے قریب کھینچ لے گی، یقیناً کھولکر آگ ہو جائیگا پھر وہ کچھ ہوگا جس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، اور دل دہل جاتا ہے، اور ہوش فنا ہونے لگتا ہے، پس اس وقت انسان کو اپنے اس سوال کا حقیقی جواب مل جائے گا،، اور اسے ساری حقیقت معلوم ہو جائیگی اور اس وقت وہ بد حواس ہو کر پکارے گا کہ ہائے کون سی جگہ ایسی ہے

جہاں بھاگ جاؤں،

(۱۱) کَلَّا لَا وَزَرَ (۱۲) إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ

ہرگز نہیں! کوئی جائے پناہ نہیں، اس دن تیرے خداوند کی طرف ٹھہرنا ہوگا،

(۱۳) يُنَبَّأُ الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ

اس دن انسان کو خبر دی جائیگی جو اس نے پہلے کیا ہے اور جو کچھ وہ پیچھے چھوڑ آیا

مگر یاد رہے کہ وہاں کوئی بھاگ نکلنے کی جگہ نہیں ہوگی، کوئی جائے پناہ نہیں ہوگی، وہ دن اسی لئے ہوگا کہ انسان اپنے خداوند کے جلال و جبروت کے دربار میں حاضر کیا جائے اور جو کچھ اس نے اس زندگی میں کمایا ہے جو کچھ اچھے یا برے کام اس نے کئے ہیں سب اس کو معلوم کرا دئے جائینگے اور اس کے تمام کارنامے اس کے پیش نظر ہونگے، اور جس آنے والے جزا و سزا سے وہ آج غافل ہے، وہ واقعہ اس کے سامنے آجائیگا، پھر اس دن اس کی یہ سرکشی اور غرور اس کے یہ مال و دولت اور اس کی یہ قوت و سطوت کچھ کام نہ آئیگی، اور وہاں سارے دنیاوی تعلقات بے سود ثابت ہونگے،

(۱۴) بَلِ الْإِنسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ (۱۵) وَلَوْ أَلْقَىٰ مَعَاذِيرَهُ

بلکہ انسان خود اپنے اوپر حجت ہوگا، گو وہ اپنے عذر پیش کرے،

اس دن سارے عذر بے کار ہونگے، انسان خود اپنے اوپر گواہ ہوگا، اسکے تمام اعمال و افعال، اس کی حرکت و سکون جو اس نے دنیا میں کئے ہیں، اس دن وہاں موجود ہونگے، کیونکہ جب انسان کی آواز موجود رہتی ہے، اور معدوم نہیں ہوجاتی، جب خود انسان کو اتنی قوت ہے کہ اپنی گذشتہ زمانے کی بولی ہوئی بات کو پھر اسی آواز سے سیکڑوں دفعہ سن سکتا ہے تو اس کے اعمال و افعال جو اس کی باتوں اور آوازوں سے زیادہ قوی اور

زیادہ اہم ہیں کس طرح معدوم ہو سکتی ہیں، یقیناً وہ سب اپنی جگہ پر موجود ہیں، اور خدا جب چاہے انسان کی زندگی کے تمام حرکات کو جو موجود ہیں اس کے سامنے لے آئے گا، پھر خود اس کے ہاتھ پاؤں، اس کی آنکھ اور اس کے تمام قول اور عمل خود شہادت دینگے کہ اس نے دنیا میں کیا کیا ہے، اسے معلوم رہنا چاہئے کہ جب خود اس کی ہستی، اس کے اعضاء اور اس کے وہ اعمال جو اس نے کئے ہیں، اس دن اسکے اوپر شہادت دینگے، تو کونسا عذر ہو سکتا ہے، جو وہ اپنی برات کے لئے پیش کر سکے گا،

(۱۶) لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ (۱۷) اِنَّ عَلَيْنَا

تو اپنی زبان اس کے ساتھ نہ ہلا کہ اس میں جلدی کرنے لگے، اس کا جمع کرنا

جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ (۱۸) فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ

اور اس کا پڑھنا ہمارے ذمہ ہے، تو جب ہم اسے پڑھیں تو تو اسکے پڑھنے کی

(۱۹) ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ،،

پیروی کرو پھر ہمارے ذمہ اس کا بیان کرنا ہے،

ان آیتوں میں پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جملہ معترضہ کے طریقہ پر ایک خاص حکم دیا گیا ہے، وہ یہ کہ آنحضرت قرآن نازل کئے جانے کے وقت اس خیال سے کہ وہ پوری طرح ذہن نشین ہو جائے، بیچ بیچ میں خود بھی پڑھنے لگتے، خدا نے اس سے منع فرمایا، نزول وحی کے بیچ میں انہیں پڑھتے جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ اس جلدی کی حاجت ہے، قرآن کا جمع کرنا لوگوں کی زبانوں سے اس کا پڑھوانا، اور پھر اس کے معنی اور مطالب کا بیان کرنا سب ہمارے ذمہ ہے، ہم خود بہترین انتظام اس کا کر دینگے، تم نزول وحی کے وقت نہایت اطمینان اور غور سے اسے سنا کرو

جب نزول وحی ختم ہو چکے، تو اس کو دہراؤ، اور اس طرف سے پوری طرح اطمینان رکھو، کہ قرآن کی اشاعت اور حفاظت اس کی جمع و ترتیب وغیرہ سب کا ہم وعدہ کرتے ہیں، یعنی یہ کہ ہم ان تمام امور کا پوری عمدگی کے ساتھ انتظام فرمائنگے، لہذا اس کو ذہن نشین کرنے کے لیے بیچ میں پڑھتے جانے کی کوئی ضرورت نہیں، جب ہم نے اسے نازل فرمایا ہے تو ہم تمہارے ذہن میں محفوظ بھی رکھ سکتے ہیں، یہ وعدہ مختصر لفظوں میں ایک اور جگہ بھی ذکر کیا گیا ہے،

بیشک ہمنے ذکر کو نازل فرمایا ہے اور بیشک ہم اسکی إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ حفاظت کرنے والے ہیں،

چنانچہ دنیا کی آنکھوں نے دیکھ لیا کہ جس طرح کی حفاظت اس روئے زمین پر اس قرآن کی کی گئی ہے، اور کوئی کتاب نہیں جو اس امر میں اس کی ہمسری کرنے کے لیے سر اٹھا سکے، آج ساری دنیا کو یہ خبر ماننا پڑتا ہے کہ اس قرآن کا ایک ایک جملہ ایک ایک لفظ بلکہ ایک ایک حرف وہی ہے۔ جو محمد نامی پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کیا گیا ہے

پھر اس کی حفاظت کا خدا نے صرف یہی انتظام نہیں کیا کہ ہر زمانے میں کثرت سے اس کے نسخوں کی اشاعت ہوتی رہی بلکہ اسکی حکمت بالغہ نے انسان کے صفحۂ دل کو قرطاس خدا ساز بنایا، اور شروع اسلام سے لیکر آج تک ہر زمانہ میں دنیائے اسلام کے ہر ہر گوشہ میں اس کثرت سے اس کو زبانی یاد رکھنے والے پیدا ہوتے گئے ہیں، کہ اگر آج خدانخواستہ قرآن کا کوئی مکتوب نسخہ دنیا کے پردے پر نہ ملے تو بھی اسکی اشاعت میں نہ کوئی کمی ہو سکتی ہے اور نہ کوئی اس موقعہ سے نفع اٹھا کر

اس میں ردو بدل کر سکتا ہے، کیونکہ وہ ہر وقت اتنے لاکھوں اور کروڑوں دلوں میں حرف بحرف نقطہ بہ نقطہ شوشہ بہ شوشہ موجود ہے جس کی نظیر دیکھنے سے دنیا کی آنکھ آجتک باوجود اسقدر معمر ہونے کے محروم ہے اور ساری عمر محروم رہے گی ۔ یہ ایک جملہ معترضہ تھا جو وقت کی ضرورت کیوجہ سے بیچ میں لایا گیا تھا اب پھر اصل مطلب شروع ہوتا ہے،

(۲۰) كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ،

ہرگز نہیں بلکہ تم جلدی کی چیز پسند کرتے ہو اور آخرت کو چھوڑ دیتے ہو،

جب انسان کے تمام حرکات و سکنات اپنی جگہ موجود ہیں اور اس بڑے دن سب کے سب انسان کے سامنے پیش کر دیے جائینگے، اور خود اس کے اعضا اس کے خلاف شہادت دینگے اور کوئی عذر یا کوئی حیلہ وہاں کارآمد ثابت ہوگا، تو پھر انسان کو غفلت کرنے کا کونسا موقعہ ہے، یا سرکشی اور تمرد پر اڑے رہنے کی اس کے دل میں کسطرح جرأت ہے، کیا کوئی سمجھدار یہ سنکر کہ فلاں جگہ شیر آیا ہوا ہے وہاں جانے کی جرأت کر سکتا ہے یا کیا سخت پیاس میں تڑپنے والے بیتاب پیاسے کو کسی نے دیکھا ہے کہ ٹھنڈے پانی سے بھاگا جا رہا ہو، جب ایسا نہیں ہے تو پھر یہ کیا ہے کہ تم عقل اور سمجھ رکھتے ہوئے مفید اور مضر کی حقیقت سمجھتے ہوئے اچھی باتوں سے گریز کرتے ہو اپنی آنیوالی دائمی زندگی کی راحت اور کامیابی کے طریقوں کو برتنے سے بھاگتے ہو، اور اس راہ پر نہایت خوشی اور اطمینان سے تیز جا رہے ہو جو یقیناً تمہیں ہلاکت اور تباہی، ذلت و ناکامی، درد و عذاب کے دائمی غار جہنم میں پہونچا نیوالی ہے، اصل بات یہ ہے کہ تم نے ضروری کو غیر ضروری اور غیر ضروری کو ضروری سمجھ لیا ہے، وسیلہ کو مقصد بنا لیا اور اصل مقصد کو تم نے پس پشت

ڈال رکھا ہے، فانی اور جلد ختم ہو جانے والی دنیاوی لذتیں کہ جو در اصل اسلئے
تھیں کہ تم اُن سے لطف و نفع اُٹھا کر اصلی اور دائمی کامیابی اور فلاح حاصل کرنے
کے کام کرو اور ان اسباب و ذرائع سے کام لیکر اپنی ہستی کو اس قابل بنائے رکھو
کہ جو تمہارا اصل کارِ زندگی ہو اُسے پوری طرح مکمل کر سکو، تم نے ان لذتوں میں
پڑکر اپنی ہستی کی حقیقت کو دل سے اس طرح بھلا دیا گیا کہ تمھیں اپنی ضرور آنیوالی
موت بھی پیش نظر نہ رہی اور آخرت کے خیال سے تمہارے دل اس قدر نا آشنا
ہو گئے کہ جب خدا کی طرف سے ایک یاد دلانے والا تمہارے پاس آیا تو تم
نے اس کے خیال کی اس طرح ہنسی اڑائی جیسی ایک نہایت ہی مہمل اور لغو
اور بیہودہ بات کی ہنسی اُڑائی جاتی ہے پس تم ان حقیقتوں کو دیکھو اور پھر
اپنے دردناک انجام کو سوچو اور اپنے حق میں خود فیصلہ کرو کہ تم آخرت میں کس
برتاؤ کے مستحق ہو،

(۲۱) وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ (۲۲) اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ،

کتنے ہی چہرے اُس دن تر و تازہ ہونگے، اپنے خدا کی طرف دیکھتے ہونگے،

(۲۳) وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۭ بَاسِرَةٌ (۲۴) تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ

اور کتنے ہی چہرے اس دن بُرے بنے ہوئے ہونگے، گمان کرتے ہونگے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ

پس جو لوگ آج اس دنیا میں اپنی حقیقت اور ہستی کو سمجھ کر اپنے فرائض کو
پورا کرینگے اور بُرے انجام سے ڈر کر اپنی کامیابی کا سامان کرینگے، وہ اس
دن اس آرام میں اور آسائش اور فرحت و مسرت میں ہونگے جو نہ کسی
آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی دل کی قوت متخیلہ کی
بلند پروازی اُس تک پہنچ سکتی ہے، وہ اپنے خداوند خدائے رحمان و رحیم
کے لطف دیدار سے بہرہ اندوز ہونگے، جو ایک انسان کی کامیابی کی معراج

اور جنھوں نے یہاں غلطیاں کیں، اور اس پر اڑے رہے اور ساری زندگی
خدا کی نافرمانی اور اپنے فرائض سے غفلت میں گذاری، وہ اس دن بری
حال میں ہونگے ان کے چہرے بگڑے ہوئے ہونگے اور دردناک عذاب انھیں
ملنے والا ہوگا اُس کا تصور کر کے ان کا رنگ فق ہو رہا ہوگا کیونکہ جب ان کی
زندگی بری گذری تو وہاں برے انجام اور درد و دکھ کے سوا ان کے لیئے
اور کچھ نہیں، کیونکہ ان کو عقل اور سمجھ دی گئی آنکھیں دی گئیں اور پھر ان
سب کے بعد خود انھیں بروقت نصیحت بھی کی گئی سمجھایا بھی گیا، برے کاموں کی
سزا سے ڈرایا بھی گیا، اب بھی وہ نہ باز آئے تو وہ بتائیں کہ وہ سزا کے کیوں مستحق نہیں

(۲۵) کَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِیَ (۲۶) وَقِیْلَ مَنْ

نہیں، جبکہ وہ (روح) ہنسلی تک پہونچے گی، اور کہا جائیگا کہ کون

رَاقٍ (۲۷) وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ (۲۸) وَالْتَفَّتِ

جھاڑ پھونک کرنے والا ہے، اور وہ سمجھ لے کہ اب جدائی ہے، اور پنڈلی سے پنڈلی چمٹ

السَّاقُ بِالسَّاقِ (۲۹) اِلٰی رَبِّكَ یَوْمَئِذِنِ الْمَسَاقُ

جائے، اس دن تیرے خداوند ہی کی طرف چلنا ہو گا،،

جو دنیاوی لذتوں میں یہاں کی جلد فنا ہو جانے والی لذتوں میں منہمک ہو کر
آخرت سے، اُسکے عذاب سے، اور دوزخ کی دردناک تکلیفوں سے یعنی
اپنے بُرے انجام سے بے فکر ہو گئے ہیں، وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ دنیا اور
اُس کے لطف و مزے ہمیشہ کے لئے اُن کا ساتھ دینے والے ہیں یا وہ
ہمیشہ ان مزوں سے لطف اندوز ہونگے، ہرگز نہیں اکیا روزانہ سیکڑوں
واقعات ان کی آنکھوں کے سامنے ایسے نہیں ہوتے جن سے انھیں عبرت
حاصل ہو، کیا انھوں نے کبھی کسی کو مرتے ہوئے نہ دیکھا، یہ سمجھیں کہ وہ

خود بھی مرنے والے نہیں ہیں، یا کیا انھوں نے کسی انسان کو اس موت کے زبردست پنجہ سے چھوٹتا ہوا بھی دیکھا ہے جو انھیں اپنے متعلق اطمینان ہے؟ جب روزانہ سیکڑوں آدمی مرتے رہتے ہیں، اور خود انہیں بھی اس موت سے سابقہ پڑیگا، اور ایک وقت آئےگا، جبکہ ان کی جان حلق میں آپہونچیگی، اور لوگ ہر طرف سے دوا سے ناامید ہو کر پکار اٹھینگے کہ ہائے کوئی ایسا عامل ہے، جو جھاڑ پھونک کر اسے اچھا کر سکے، اور وہ خود سمجھ لینگے کہ بس اب روانگی کا وقت آگیا، اور تمام اعضا لیے حس و حرکت ہو جائینگے، تو اس دن اسی خدا کی طرف واپسی ہوگی جس سے زندگی بھر منھ موڑے رہے اور جس کے امر و نہی پر انھوں نے سر نہ رکھا، واقعی اگر انسان صرف اسی موت پر غور کرے تو یہی ایک تازیانہ ہے جو اس کو غفلت کی نیند سے بیدار کر دینے کے لیے اور یہی ایک ناصح ہے جو اس کو دنیا کی ہستی اور اس زندگی کی فانی اور ناپائدار لذتوں کی حقیقت سمجھا دینے کے لئے کافی ہے،

(۳۰) فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى (۳۱) وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى

تو نہ اس نے سچ مانا اور نہ نماز پڑھی، بلکہ اس نے جھٹلایا اور منہ پھیر لیا

(۳۲) ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى (۳۳) اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى

پھر وہ اکڑتا ہوا اپنے گھر چل دیا، تو تجھ پر وائے ہے پھر وائے ہے

(۳۴) ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى

پھر تجھ پر وائے ہے پھر وائے ہے،

مگر انسان کی سرکشی دیکھو کہ موت کی اس صدائے ہولناک سے بھی اسکے لئے کوئی نصیحت نہیں ہوتی اور دوسرے ان صدماتِ و اقعات سے بھی اسکے سخت دل کے لئے کوئی عبرت نہیں ہوتی اور باوجود اسکے کہ وہ اپنی آنکھوں سے

روزانہ اپنے ہی جیسے لوگوں کو دنیا سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہوتے ہوئے
دیکھتا ہے پر اپنی موت کی بیکسی کا منظر اس کے پیش نظر نہیں ہوتا اور نہ اس
پیغام نجات قرآن اور خدا کے بھیجے ہوئے اس خیرخواہ ناصح کو اپنے سر و
اور آنکھوں پر نہیں بٹھاتا اور اس خدا کی تسبیح و تقدیس نہیں کرتا جس نے
اسے انسان بنایا ہے اور اسکے آگے سجدے میں سر نہیں رکھدیتا جو اس کی
زندگی کی تمام چھوٹی اور بڑی ضرورتوں کو اس کی نافرمانیوں اور سرکشیوں کے
باوجود محض اپنی رحمت سے ہر وقت پورا کرتا رہتا ہے بلکہ وہ خدا کی تعلیم کو
جھٹلاتا ہے اور پیغمبر کی نصیحتوں سے بھاگتا ہے، اور اپنے اس ابلیسانہ عمل
پر خوش ہو کر اکڑتا ہوا اکڑ چل دیتا ہے گویا کہ موت سے اس نے صلح کرلی ہے
یا گویا فرشتۂ اجل نے اسے اطمینان دلا دیا ہے، اور گویا دنیا اس کی دائمی
رفاقت کے لیے ہے، تو اے سرکش اور اے خدا کی کبریا و جبروت سے باغی
انسان تیری سمجھ پر دائے ہے اور تیرے ہوش و خرد پر افسوس، اور تیری عقل پر
لعنت کہ تو اپنے لیے خود تباہی کا سامان کر رہا ہے اور خود اپنے کو جہنم کی
بھڑکتی ہوئی آگ کی طرف گھسیٹ رہا ہے۔

(۵-۳) اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى

کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ وہ بے کار چھوڑ دیا جائے گا،

اے وہ انسان جسے اپنی زندگی کے چند باقی ماندہ دنوں پر اس قدر گھمنڈ
اور اطمینان ہے کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ دست تقدیر تجھے چھوڑ دیگی یا کیا تو یہ سمجھتا ہے
کہ مر کر خدا کے قبضۂ قدرت سے باہر ہو جاوے گا یا کیا تیرا خیال ہے کہ تیری اتنی
بڑی اہم زندگی چند سال کی مدت ختم کر کے ہمیشہ کے لیے بالکل معدوم اور
نیست و نابود ہو جائیگی نیکی اور بدی اپنے انجام کے لحاظ سے کوئی امتیاز نہ ہوگا

اگر نیکی اور بدی، نیکی اور بدی ہے اور یقیناً ہے اگر اچھے کام اچھے اور برے کام برے ہیں، اور ضرور ہیں، تو یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ انسان مر کر معدوم ہوجائے اور اسکے نیک و بدعمل کا ممتاز نتیجہ نہ نکلے

(۳۷) اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى (۳۸) ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً

کیا وہ منی کا ایک قطرہ نہیں تھا جو ٹپکا دیا جاتا ہے، پھر وہ خون بستہ بنا پھر

فَخَلَقَ فَسَوّٰى (۳۹) فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ

اسنے پیدا کیا پھر درست بنایا، پھر اس سے مرد عورت جوڑا بنایا ،،،،،

وَالْاُنْثٰى (۴۰) اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى

،،،،،،،،،،، کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ مردہ کو زندہ کرے ،،

انسان جو اپنی دوبارہ پیدائش کو بعید سمجھتا ہے، کیا وہ اپنی پہلی پیدائش پر غور نہیں کرتا کیا وہ ایک ناچیز قطرہ نہ تھا جو ایک جگہ ڈال دیا گیا، پھر وہ خون بنا پھر وہ گوشت اور ہڈیوں کا مجموعہ بننے کے بعد انسانی صورت میں ڈھال دیا گیا پھر نظام عالم کی ضرورت کے مطابق اس کو مرد یا عورت بنایا گیا، تو کیا جو خدا ایسے قادر و توانا ایک ناچیز قطرہ کو اس حیثیت سے بڑھا کر اشرف المخلوقات کی حیثیت تک پہونچا سکتا ہے، وہ پھر اسی انسان کے منتشر ذرات کو اکٹھا کر کے پھر انسان نہیں بنا سکتا؟ اور پھر اس میں روح ڈالکر اسے زندہ نہیں کر سکتا؟ ضرور اور یقیناً نہایت آسانی سے جب چاہے ایسا کر سکتا ہے،

سورۂ دہر

مکی - ۳۱ - آیتیں

پہلی سورۂ میں قیامت کے چند ہولناک واقعات بیان کئے گئے تھے
اس پر دلیلیں دی گئی تھیں اچھوں اور بروں کی اس دن جو حالت
ہوگی اس کا مختصر تذکرہ تھا پھر آخر میں خدا کی قدرت سے یہ ثابت کیا
گیا تھا کہ انسان کو وہ ضرور دوبارہ پیدا کر سکتا ہے اب اس سورت میں
انسان کی ہستی کی حقیقت دکھائی گئی ہے اور اس ضمن میں خدا کی قدرت
اور اس کے احسان کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اس نے ایک بے مقدار
ذرہ کو جامہ انسانیت پہنا کر اسے سننے اور دیکھنے کی قوت دی ایسا سننا
اور دیکھنا نہیں جیسا حیوانات میں ہے بلکہ وہ دیکھنا اور سننا جس نے
اس کو تمام جاندار اور بے جان مخلوق پر افضلیت اور اشرفیت کا امتیاز
بخشا اور چونکہ انسان کے مکلف ہونے کی علت یہی بصیرت یا عقل ہے
اس لئے وہیں بتا دیا ہے کہ ہم نے اسے یہ قوتیں اسی لئے دی ہیں کہ اس کا
امتحان لیں کہ وہ ان قوتوں سے کس طرح کام لیتا ہے پر چونکہ صرف عقل کافی
نہیں دنیا کے بیرونی مؤثرات اور خارجی موانع عقل پر اثر ڈال کر اس کو
صحیح فیصلہ کرنے سے روک دیتے ہیں اور صحیح راہ اس کی نظروں سے
بالکل مخفی کر دیتے ہیں اور وہ اس تاریکی میں پڑ کر نہیں طے کر سکتی کہ سیدھی
راہ کدھر ہے اس لئے ضرورت ہے کہ خدا اسے کوئی روشنی بھی عطا
فرمائے وہ روشنی ایسی ہو کہ قدم قدم پر اُسے سیدھی راہ چلنے
میں مدد دے، اسی لئے تیسری آیت میں یہ بتایا گیا ہے جب ہم نے

اسے قوتیں دیں اور آزمائش چاہی تو اسے ہم نے سیدھی راہ بتا دی جس میں چل کر اسے کامیابی کی منزل تک پہونچ جانا چاہیے یہ ہدایت خدا کی وحی ہے جو وہ اپنے برگزیدہ بندوں کے ہاتھ انسان کے پاس بھیجتا رہا ہے اس کے بعد بتایا گیا ہے کہ اب جو کوئی اچھا یا برا عمل کریگا اسے جزا یا سزا بھگتنی پڑیگی کیونکہ اب کوئی عذر قابل سماعت نہیں رہا اس کے بعد کچھ اچھے لوگوں کے ان کاموں کا تذکرہ ہے جن سے وہ کامیاب ہوئے اور کچھ تفصیل کے ساتھ ان کے عمدہ انجام کی تصویر دکھائی گئی ہے جب اس طرح انسان کو اس کی ہستی کی حقیقت دکھا کر یہ محسوس کرا دیا گیا ہے کہ اس خدائی امتحان میں کامیابی نہیں ہو سکتی جب تک تم اسکی بھیجی ہوئی ہدایت پر نہ چلو اور تم عمدہ انجام نہیں حاصل کر سکتے جب تک اپنے دیکھنے اور سننے کی قوت سے وہ کام نہ لو جس کے لئے یہ قوتیں دی گئی ہیں،

تو آخر میں قرآن مجید کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ یہی وہ آسمانی روشنی ہے جو تمہیں اور تمہاری عقل کو سیدھی راہ دکھا سکتی ہے یہی وہ مکمل اور آخری نصیحت ہے جو دنیا کی تاریکی میں ایک روشنی ہے جو عقل کے لئے ایک صحیح راہ نما اور قوائے عملیہ کے لئے ایک صحیح راہ بتانے والی ہے، اور جو انسان اپنے خدا تک کامیابی سے پہونچ جانا چاہے، اس کے بتائے ہوئے طریقہ پر چل کر پہونچ سکتا ہے، اور پیغمبر کو حکم دیا گیا ہے کہ تم جو خدا کے مکمل اور آخری پیغام کے حامل ہو، اپنے خدا کے احکام کی طاعت ان کی تبلیغ، ان کی اشاعت و حمایت، ان کی نشر و دعوت میں صبر کئے رہو ثابت قدمی دکھاؤ بہتیرے بدمعاش، بدکار اس کی مخالفت کرینگے ان تمام رکاوٹوں اور ان تمام موانع سے بہادرانہ مقابلہ کرو اور اپنے مقصد سے منہ موڑ و اپنا کام کسی

حال میں نہ چھوڑو، اور اس کے بعد حکم ہے کہ انسانی زندگی کے اعلیٰ ترین مقصد یاد خدا سے غافل نہ ہو صبح شام اسی میں لگے رہو، خصوصاً رات میں جب تم اپنے دن کے اہم فرائض سے فارغ ہو تو اپنے خداوندی یاد میں رات کا اکثر حصہ گذارو، پھر کہا گیا ہے کہ لوگ غافل ہیں، آخرت پر دنیا کو ترجیح دیتے ہیں، ہم سے، ہماری قدرت سے، اپنی ہستی سے ناواقف ہیں تم قرآن لے کر ان کو آدمی بناؤ، سمجھاؤ، ابھی وقت ہے کہ وہ راہ پر آجائیں ورنہ جب ہم دیکھیں گے کہ پیمانہ لبریز ہو گیا تو ہمیں اس کی قدرت ہے کہ ان کو دنیا سے نیست و نابود کر دیں اور ایک دوسری قوم کو زمین میں اٹھا کھڑا کریں، آخر میں پھر یاد دلایا گیا ہے کہ یہ قرآن محض ایک نصیحت ہے، اور ایک یاددہانی ہے جو شخص اپنے خداوندی صحیح راہ اختیار کرنا چاہے اس کے لئے اس سے زیادہ مفید اور کوئی تعلیم اس زمین کے اوپر موجود نہیں،

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

انسان کی ہستی کی حقیقت اور اس کی غرض

انسان کے مکلف ہونے کی وجہ

(۱) هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ

کیا انسان پر زمانے کا کوئی ایسا وقت بھی آیا ہے کہ وہ کوئی

لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا (۲) اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ

قابل ذکر چیز نہ تھا، بے شک ہم نے انسان کو ملے ہوئے

مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا،

نطفہ سے پیدا کیا ہے کہ ہم اسے آزمائیں پس ہم نے سننے والا دیکھنے والا بنایا،

اے انسان! اے وہ جو دنیا میں اپنے کو کسی چیز سے نیچا نہیں سمجھتا

اے انسان وہ جو بسا اوقات سرکشی سے خدا کے آگے بھی تکبر اور غرور کرنے کی جرأت کرنے لگتا ہے، تو جانتا ہے کہ تیری ابتداء کیا ہے، تیری ہستی کیا حقیقت رکھتی ہے؟ تو اپنی اصل بنیاد کے لحاظ سے کیا چیز ہے؟ کیا ایک طویل زمانہ گیا ایک غیر محدود وقت تجھ پر نہیں گذرا جس میں تو معدوم تھا جس میں تیری ہستی اور تیری حقیقت ایک لفظ بے معنی تھی؟ اگر تو کچھ تھا تو وہ تھا جو قابل ذکر نہیں اگر تو تھا تو وہ تھا جو تو نہیں کہلایا جا سکتا تھا تجھ پر ایک زمانہ اس حال میں گذرا کہ تو مٹی کے چند ذرات تھا تجھ پر ایک طویل زمانہ ایسا گزرا ہے کہ تو کسی نباتات کی صورت میں درخت یا پھل یا پھول تھا پھر تو ترقی کرتے کرتے ایک انسان کی غذا بنا اور پھر تو اس سے اس کا جزو بدن بنکر اس میں فنا ہو گیا تیری غیر قابل ذکر زندگی کا ایک بڑا حصہ یہ تھا جس میں تو خدا کی قدرت اور اس کے غیر متناہی فضل و کرم سے ایک ادنیٰ جمادی حیثیت سے بڑھکر ایک انسان کا جزو بدن بن گیا۔

پھر تیری موجودہ زندگی کے دور کی ابتدا ہوئی اور تو ایک ذلیل اور ناپاک قطرے کی صورت میں دو مختلف انسان کی بدن سے نکل کر ایک خاص جگہ میں ایک خاص مدت تک کے لئے ٹھہرایا گیا وہاں تجھے کیا غذا ملتی رہی کس چیز سے تیری پرورش ہوئی غور کر کے سمجھ لے وہ منزل دراصل دنیا میں آنے کی تمہید تھی جس میں تو ایک قطرہ سے لوتھڑا گوشت پوست ہڈیوں کا مجموعہ بنا اور رفتہ رفتہ انسانی اعضا، انسانی قوی، حس و حرکت، وغیرہ تجھے دی گئی اور تو ایک مدت پوری کر کے اس عالم میں آموجود ہوا۔

یہ تیری ہستی کے ابتدائی دو مرحلے ہیں جن پر تجھے غور کر کے چند باتوں کا فیصلہ کرنا چاہیے۔

(۱) جس خدا نے تجھے اپنی اس حکمت و تدبیر سے مٹی کے چند ذرات سے بڑھا کر انسان ہونے کا تجھے شرف بخشا وہ کتنا زبردست علم رکھنے والا ہے اس کی قدرت کس طرح دنیا کو احاطہ کئے ہوئے ہے اس کی رحمت اور اس کا فضل و کرم تمام دنیا پر اور خصوصاً انسان پر کتنا غیر متناہی اور غیر محدود ہے

(۲) جو مخلوق اس حکمت و تدبیر سے پیدا کی گئی ہو اور اس کو اس قدر فضیلت دی گئی ہو کہ دنیا کی تمام مخلوقات اس کے لیے بطور خدام دست بستہ اس کی ہر قسم کی چھوٹی اور بڑی خدمت کے لیے ہر وقت کمربستہ ہوں کیا یہ کوئی عقل مان سکتی ہے کہ اتنی بڑی اہم مخلوق کی زندگی کا کوئی اہم مقصد نہ ہو یا یہ کہ جو انسان دنیا کی مخلوقات میں اس قدر اہمیت رکھتا ہے کیا اس کے متعلق کوئی سمجھدار انسان یہ ماننے کے لئے تیار ہے کہ وہ چند سال کی زندگی ختم کرنے کے بعد بالکل فنا اور ہمیشہ کے لئے معدوم ہو جائے اور اس کی اس فضیلت اور اہمیت کی کل عمر ہی چند سال ہوں ؟ حالانکہ اور معمولی ہستیاں اس سے ہزاروں برس قبل سے ہوں اور ہزاروں برس بعد تک رہیں ،

(۳) جب اس نے تجھے مٹی کے ذرات سے نا چیز قطرات سے پیدا کر کے دنیا کی ساری مخلوقات سے جسمانی صورت اور شکل میں، قوائے علمیہ اور قوائے عملیہ میں بڑھ کر ممتاز اور افضل بنایا تو ضرور یہ اعلیٰ ترین مخلوق کوئی اعلیٰ مقصد رکھتی ہوگی جب اسے دیکھنے کی آنکھ اور سننے کے کان دئے گئے ہیں تو ضرور وہ اسی لئے ہونگے کہ وہ دیکھے اور جو

خود نہ دیکھ سکے دوسرے دیکھنے والوں سے سنے پر ظاہر ہے کہ دیکھنا اور سننا اصل مقصود نہیں بلکہ وہ اس لئے ہے کہ کسی بات کو دیکھکر یا سنکر اگر وہ اچھی ہو مفید ہو پر لطف ہو تو اسے حاصل کرنے کی کوشش کیجائے اور اگر وہ بری ہو بے لطف ہو تکلیف دہ اور نقصان پہونچانے والی ہو تو اس سے پرہیز کیا جائے پس دیکھنے اور سننے وغیرہ کی قوتیں جو خدا نے انسان کو دی ہیں ان کی ضرورتوں اور ان کے کاموں پر گہری نظر ڈال کر سمجھنا چاہئے کہ ان کا کیا مقصد ہے ان قوتوں سے کیا کام لینے چاہئیں ان قوتوں کو کس موقعہ پر کس طرح صرف کرنا چاہئے ان قوتوں کے صحیح استعمال کرنے کا نام انسانیت ہے اور انہیں بیجا یا الٹی اور غلط طریقہ سے استعمال کرکے انسان ناکام اور خائب و خاسر ہوتا ہے ان قوتوں کو صحیح استعمال کرنا ہی اس کی زندگی کا بڑا فرض ہے اور اس راہ میں جو رکاوٹ اور جو جو مانع سد راہ ہوں ان سے ثابت قدمی کے ساتھ مقابلہ کرکے اپنے مقصد کو پورا کرلینا ہی بڑا امیدان امتحان ہے جس میں کامیاب ہونے والا انسان ہمیشہ کے لئے کامیاب ہے اور ان رکاوٹوں میں پھنس کر رہجانا مقصد زندگی اور خدا کی دی ہوئی قوتوں کے فرائض سے غافل ہو کر غیر مقصود امور میں پڑ جانا اور کسی وجہ سے متاثر ہو کر غلط راہ پر چلنا ہی ناکامیابی ہے،

تو چونکہ خدا کو یہ مدنظر تھا کہ انسان کو پیدا کرکے اس کو دنیا کے میدان میں بھیجا جائے اور جو وہاں رہکر اپنی قوتوں کے اصل مقصد سے غافل ہو جائے اسے سزا دی جائے اور جو اپنی ہستی سے غافل نہو اپنے فرائض کو باوجود بیرونی رکاوٹوں کے پس پشت نہ ڈالے

اس پر انعام فرمایا جائے اس لیے اس نے ان قوتوں سے کام لینے کے لئے سننے اور دیکھنے کی قوتیں بخشیں جن سے انسان دیکھ کر راہ چلے اور جو نہ دیکھ سکے دیکھنے والوں سے سنکر قدم رکھے،
مگر یہاں چیزیں مختلف ہیں بعض وہ ہیں جو ظاہر میں اچھی نظر آتی ہیں اور درحقیقت مفید بھی ہیں یا بری نظر آتی ہیں اور درحقیقت مضر بھی ہیں تو بعض ایسی چیزیں بھی ہیں جو ظاہر میں نظر فریب اور دلکش لیکن مگر دراصل سخت مضر ظاہر میں بد نما بے لطف مگر انجام اور نتیجہ کے لحاظ سے نہایت مفید ہیں اس لئے اس آنکھ اور کان کے علاوہ جن کا کام صرف ظاہری عمدگی اور خارجی حسن و خوبی کو دریافت کرنا ہے اور بس ایک ایسی اعلیٰ قوت کی بھی ضرورت تھی جو آنکھ اور کان کے دریافت کئے ہوئے پر سمجھ سے فیصلہ دے اور کسی چیز کی اصلی اور حقیقی خوبی تک پہونچ سکے تاکہ جو چیزیں ظاہر میں خوش نظر دل فریب پر درحقیقت مضر اور مہلک ہیں انسان محض کان اور آنکھ کی وجہ سے دھوکہ میں آکر گرنہ پڑے بلکہ اپنی اس اعلیٰ قوت سے اس پر پوری طرح غور کر کے اس کی اصل حقیقت سمجھ کر اس کے متعلق فیصلہ کرے اور اس پر کاربند ہو یا کسی ظاہری بد نما یا تکلیف دہ اور بے لطف چیز کو محض اس ظاہری آنکھ اور کان کے فیصلہ کی وجہ سے متنفر ہوکر چھوڑ نہ دے بلکہ اس اعلیٰ قوت سے اس کی تہہ تک پہونچ جائے، تو یہی وہ دل کی بینائی اور شنوائی ہے جسے **عقل** کہا جاتا ہے اور دراصل بینا وہی ہے جس کے دل میں یہ بینائی موجود ہو اور اندھا وہی ہے جو اس، دل کی بینائی سے محروم ہو قرآن نے ایک جگہ کہا ہے،

آنکھیں اندھی نہیں ہوا کرتیں وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں کے اندر ہیں	فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ

دوا سخت بدمزا اور بے لطف ہوتی ہے اور ظاہری قوت ذائقہ کا فیصلہ اس کے حق میں نفرت اور غصہ کا پہلو لئے ہوئے ہے یا ایک ضعیف اور مریض معدے والے کے لیے لذیذ مقوی روغن دار غذا جو خوشنما رغبت کی آنکھوں سے دیکھے جانے کی وجہ سے مریض کی آنکھوں میں بھی نہایت خوشگوار نظر آتی ہے اور اس کی قوت ذائقہ دل سے اس کا خیر مقدم کرنے کے لئے تیار ہے اگر سوچو کہ دونوں صورتوں میں ظاہری قوتوں کے فیصلے انجام اور حقیقت کے لحاظ سے کسقدر برے اور مہلک ہیں اور ان دونوں موقعوں میں ظاہری قوت حساس کے فیصلہ کا خلاف کرنا یعنی پہلی صورت میں بے لطف تلخ اور بدمزہ دواؤں کا استعمال کر لینا اور دوسری صورت میں ان مزیدار پرلطف اور مقوی غذاؤں کو سامنے دیکھکر چھوڑ دینا صرف اس اندرونی قوت یعنی عقل کا فیصلہ ہے جس کا یہی کام ہے کہ ہر موقع پر انسان کو صحیح رائے دے اور انسان ظاہری قوت بینائی اور شنوائی کے دھوکہ میں نہ آجائے بلکہ ہر کام میں اس کے نتیجہ اور انجام پر غور کر کے اسی انجام کے لحاظ سے اس کام کے اچھے اور برے ہونے کا فیصلہ کرے،

پس یہی قوت عقلی ہے جس کی وجہ سے انسان کو مکلف بنایا گیا ہے اور اس کے اعمال اچھے ہوں یا برے ضرور نتیجے اور انجام رکھتے ہیں اور اسی لیئے اس کی باز پرس ہوگی،

وحی اور رسالت

(اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا)

ہم نے اُسے راہ دکھادی ہے، خواہ وہ شکر کرنے والا ہو یا ناشکرا ہو

مگر یہاں دنیا کے گرم سرد آب و ہوا، مختلف زمانہ اور مختلف ملکوں کے مخصوص حالات، مختلف خیالات اور مزاجوں کا تصادم، اور غیر محدود خارجی موثرات ہیں جو انسان پر اپنا اثر ڈال دیتے ہیں، مختلف جماعتوں اور مختلف مجلسوں کی صحبتیں انسان کے دل پر مختلف کیفیتیں پیدا کر دیتی ہیں اور بسا اوقات ایسا ہوتا کہ عقل ان مختلف خیالات اور گرد وپیش کے مختلف حالات کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ نہیں کرسکتی، اور ڈر کر غلط فیصلہ کر لیتی ہے۔ بسا اوقات، اکثر کا موقع فوری ہیں نتیجہ یا ضرر کا مشاہدہ اس کی قوت فیصلہ پر اس قدر گہرا اثر ڈالتا ہے کہ اسکی آنکھیں صحیح راہ دیکھنے سے معذور ہو جاتی ہیں اور یہ مختلف اثرات اس کے لئے گھٹا توپ تاریکیوں کا مجموعہ بن جاتے ہیں جو اس کے سیدھے راستے کو بالکل تاریک بنا دیتے ہیں اور وہ حیران رہجاتی ہے کہ کیا کرے، بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہ اس کشمکش میں پڑ کر غلط فیصلہ کر بیٹھتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج تم دنیا میں عوام کی عقلوں کو تو کون پوچھتا ہے، بڑے بڑے فلاسفر اور سائنسدان لوگوں کے خیالات کا مطالعہ کرو تم حیرت میں آجاؤ گے جب دیکھو گے کہ ایک کی عقل ایک چیز کے متعلق زمین ہونے کا فیصلہ کرتی ہے تو دوسرے کی عقل اسی کے آسمان ہونے کا فیصلہ اور پھر دونوں اپنے اپنے خیالات پر دلیلوں اور حجتوں کے ایسے ایسے انبار رکھتے ہیں جو بجائے خود ایک

کتبخانہ کہلائے جانے کے مستحق ہیں یونان کے فلاسفروں سے لیکر متمدن اور چشمۂ علم وعقل یورپ اور امریکہ کے فلاسفروں کی تصنیفات کو اٹھا کر دیکھو اور ان کے خیالات اور رایوں میں جو اصولی تصادم ہیں ان پر نظر ڈالو تو تمہاری عقل متحیر ہو جاویگی اور یقیناً ان کے دعوے اور ان کے دلیلوں کو دیکھکر تم ہرگز ان اختلافی اصول کے متعلق کوئی ایسا فیصلہ نہ کر سکوگے جس کے خلاف خود ان ہی کی تصنیفوں میں سیکڑوں دلیلیں نہ موجود ہوں انہیں دیکھکر تم نہایت آسانی سے فیصلہ کر سکوگے کہ گو عقل اسی لئے ہے کہ کسی حقیقت کے متعلق صحیح فیصلہ کرے مگر دنیا میں بیرونی اثرات بسا اوقات اس کام میں اسے ناکام رکھتے ہیں اور یقیناً ضرورت پڑتی ہے کہ اس کے لئے کوئی اور روشنی ہو جس سے وہ صحیح راہ اچھی طرح دیکھ سکے کوئی تنبیہ کرنیوالا ہو کہ جوں ہی وہ غلط فیصلہ دینے کو ہو وہ اسے متنبہ کر دے ایک مشعل راہ ہو جس کو لیکر بیخوف وخطر سیدھے راستے پر چلی جا سکے خصوصاً خیالات اور اعمال کے صحیح اصول تجویز کرنے میں ضرور کوئی ایسا مشیر اس کے پاس ہو جس کے مشورہ اور جس کے فیصلہ کا غلط ہونا اسی طرح محال ہو جس طرح دن کا رات ہونا،

پھر وہ روشنی کیا ہو، وہ تنبیہ کرنے والا کون ہو اور وہ مشعل راہ کہاں سے آئے اور ایسا مشیر کہاں سے آئے جس کی رائے کا غلط ہونا دن کے رات ہو جانے کے مساوی ہو وہ روشنی اگر کوئی ممکن ہے تو اس کی یہی صورت ہے کہ انسانی قوتوں سے بالاتر قوت یعنی خدا اپنے بندوں کے لئے اس کا کوئی خاص انتظام کرے وہ مشیر اگر کوئی ہو سکتا ہے تو صرف وہ انسان جس کی فطرت اور جس کی قوت عقلی کو

خدا کسی غیر معمولی مقدس قوت سے ہر وقت مدد پہنچاتا ہو غور کرو تو یہ امر بالکل یقینی ہے کیونکہ جس خدا نے انسان کو پیدا کیا اور اس کے پیدا ہوتے ہی اسکی زندگی کی تمام ضروریات کو اس انتہائی انتظام اور تدبیر سے موجود کر دیا جس نے اسے دیکھنے اور سننے کی قوت عطا فرمائی اور اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ اس کی نگرانی اور ہدایت کے لیے ایک بیش بہا نعمت عقل عنایت فرمائی کیونکر ممکن ہے کہ اسکی یہ غیر متناہی رحمت اور اسکی شان پروردگاری اب انسان کو سا تھ چھوڑ دے اور عقل کو دنیا کی، دنیا کے اندرونی سینکڑوں مختلف خیالات اور جذبات کی اور دنیا کے مختلف آب و ہوا اور مختلف زمانہ کے مختلف اثرات کی، کشمکش میں چھوڑ دے اور اسکے لیے اپنے پاس سے کوئی روشنی کوئی مشعل راہ کوئی تنبیہ کرنیوالا اور کوئی مشیر مقرر نہ فرمائے کیونکر ممکن ہے کہ وہ انسان کو عقل اور علم کی قوت دیکر اسکے اندر انتہائی عروج اور تقرب الی اللہ کے جذبات عنایت فرما کر عقل کے لیے ایک صحیح راہ ہدایت اور قوت علمیہ کے لیے صحیح علوم بہم پہنچانیکا سامان نہ فرمائے یا وہ اعلیٰ مقدس جذبات جن کی سرحد حیوانوں کی طرح صرف جسمانی ضروریات اور جسمانی راحت اور آرام کی انتہائی آرزو تک نہیں ختم ہو جاتی بلکہ وہ انسان کے دل میں کسی اعلیٰ اور اہم مقصد کی طرف ایک تلاش اور جستجو پیدا کر دیتے ہیں اور صرف جسمانی ضروریات کے پورے ہو جانے پر اس کے دل کو مطمئن نہیں ہونے دیتے ان جذبات کو انسان کے اندر پیدا کرکے اسے ان کے پورے کرنے کی راہ میں حیران اور پریشان چھوڑ دے اور اس کے لیے کوئی

خاص انتظام نہ کرے اس روحانی پیاس کے لئے کوئی روحانی بارش نہ برسائے اس حقیقی بھوک کے لئے کوئی روحانی غذا نہ پیدا کرے جبکہ دنیا میں اس نے چلنے پھرنے کے لئے راستے نکالے ہیں اور جب کہ اس نے جسمانی بھوک اور پیاس کے لئے غذا اور پانی کا انتظام کیا ہے تو ضرور ہے کہ اس اعلیٰ اور ارفع ضرورت کا بھی انتظام کیا ہوگا،

اس کی شان پروردگاری اس کی رحمت غیر متناہی اور یہ کہ وہ اپنے بندوں کی تمام ضروریات سے تمام حاجات سے اور تمام ان حالتوں سے جو انہیں پیش آتی رہتی ہیں یا پیش آنیوالی ہیں پوری طرح دیکھتا رہتا ہے سنتا رہتا ہے اس لئے ضرور ہے کہ اس نے اس ضرورت کا جس کی اہمیت جسمانی ضروریات سے بہت زیادہ ہے جسکی عظیم الشانی مادی حاجات سے زیادہ اعلیٰ اور ارفع ہے بہترین انتظام کیا ہوگا چنانچہ خود فرماتا ہے،

وَالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ مِنَ الْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ،	اور جو کچھ ہم نے تجھے وحی بھیجی ہے حق ہے جو اس کے سامنے اسکی تصدیق کرنیوالی ہے، کیونکہ اللہ اپنے بندوں سے خبردار ہے، دیکھنے والا

فرمایا کہ اپنے بندوں سے ان کی حالتوں سے اور ان کی ضرورتوں سے ہم آگاہ ہیں، اور واقفیت رکھنے والے ہیں، اور ان کی تمام باتیں، تمام کیفیتیں اور ان کے گرد و پیش کے تمام معاملات میری نظروں کے سامنے ہیں اس لئے یقین کرو کہ ہم ہی نے تمہاری طرف کتاب بھیجی ہے، کس طرح میری رحمت گوارا کر سکتی ہے کہ ہم اس کی جسمانی ضرورتوں کو جانیں اور اسکی روحانی حاجتوں کو دیکھیں اور دونوں کا انتظام نہ کریں،

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ

یہ قرآن ایسا نہیں کہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے گھڑ کر بیان کیا جائے بلکہ تصدیق کیلئے ہے جو اس کے سامنے ہے اور کتاب کی تفصیل کیلئے ہے اس میں کوئی شک نہیں تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے ہے

فرمایا کہ ہم سارے جہان کے پروردگار ہیں اس لئے جو کچھ تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے اس کو ہماری طرف سے یقین کرو، کہ ہماری شان پروردگاری اسی کی مقتضی ہے جس طرح ہم نے اپنے بندوں کی جسمانی پرورش کیلئے اس عالم میں یہ نظم و نسق قایم کر رکھا ہے اسی طرح اس کی روح اور عقل کی پرورش کے لئے بھی ہم نے خاص انتظام کیا ہے اور اپنے اس برگزیدہ بندے کی معرفت یہ کتاب نازل فرمائی ہے،

ابراہیم خلیل (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے علیحدہ ہوتے وقت فرمایا

اَلَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ

جس نے مجھے پیدا کیا ہے وہی مجھے ہدایت دیگا

یعنی جس خالق نے مجھے پیدا کیا مجھے ایک ذرۂ بے مقدار سے اشرف المخلوقات ہونے کا شرف بخشا اور جس کی رحمت و کرم نے مجھے پیدا کرکے میری ساری ضروریات کو میرے لئے ایک اعلیٰ انتظام کے ساتھ مہیا کر دیا اور مہیا کر رہا ہے، وہ کبھی مجھے گمراہ نہ رہنے دیگا، وہ مجھے تباہ و ہلاک ہونے کے لئے نہ چھوڑ دے گا بلکہ وہ ضرور مجھے میرا سیدھا راستہ دکھائے گا اور ضرور میری اس روحانی پیاس کو بجھانے کے لئے کسی روحانی بارش کا انتظام فرمائے گا،

اسی لئے خدا اس آیت میں فرماتا ہے کہ ہم نے اس کی عقل کی ہدایت کیلئے سیدھی راہ بتا دی ہے، اپنے برگزیدہ اور مقدس بندوں

کی معرفت صحیح تعلیم ان تک پہنچ دی ہے اور ان کی عقلوں کو ان کے اہم مقاصد اور اعلیٰ فرائض بتا دیئے ہیں اب وہ خود صحیح راہ عمل پر آجائیں اور خدا کا شکر کریں یعنی جو قوتیں اس نے دی ہیں ان کو اسی کے بتائے ہوئے صحیح طریقوں میں استعمال کریں یا باوجود حق واضح ہو جانے کے بھی وہ اپنی غلطیوں پر اڑے رہیں اور اپنے اصل مقاصد سے منہ موڑے ہوئے اپنی انسانیت کو تباہ اور برباد کر ڈالیں اور خدا کے ناشکرے بنے رہیں

(۳) جزا و سزا

(۴) اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۟ وَاَغْلٰلًا

بے شک ہم نے کافروں کے لیے زنجیر اور طوق اور

وَّسَعِيْرًا (۵) اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ

دہکتی آگ تیار کر رکھی ہے بیشک نیک لوگ ایسے جام سے پئیں گے

كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا (۶) عَيْنًا يَّشْرَبُ

جس میں کافور کی ملاوٹ ہوگی، ایک چشمہ ہے جس

بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا

سے اللہ کے بندے پئیں گے، اُسے بہا لے جائیں گے،

جب ہم نے (خدا نے) اسے قوت عمل دی اور اس سے صحیح کام لینے کے لیے عقل بھی عنایت فرمائی اور پھر عقل کی کمزوری کی وجہ سے خاص اہتمام کے ساتھ ہم نے اپنے پاس سے ایک روشنی، ایک مشعل راہ، ایک ناشر، اور ایک تنبیہ کرنے والا بھی ان کے پاس بھیجا جو انہیں صحیح راہ عمل تجویز کرنے میں غلطی سے محفوظ رکھے آگے بڑھے

تب مدد دے غلط قدم پڑنے لگے تو متنبہ کر دے اور تمام اصول اعمال
و افعال و عقائد میں ان کے لیے ایک فیصلہ کن رائے اور ایک حق تجویز
پیش کر دے تو اب ان کے لئے کوئی عذر نہیں جو وہ اپنے غلط راہ چلنے
کے لیے پیش کر سکیں ایک ممتحن کا فرض ہے کہ قبل امتحان وہ کتابیں
لڑکوں کو پڑھا دی جائیں جن میں امتحان لینا ہے اور ایک وقت بھی
دے جس میں وہ یاد کر سکیں پھر اس کے بعد بھی وہ ناکام رہیں تو ممتحن
کا اس میں کوئی ظلم نہیں بلکہ محض امتحان دینے والوں کا قصور ہے
کیا جو پڑھا دیے جانے اور سمجھا دیے جانے کے انھوں نے محنت نہیں
کی اور باوجود کافی وقت ملنے کے انھوں نے اپنے اسباق یاد نہیں کیے
یہی حال اس خدائی امتحان کا سمجھو۔ جب قوت عمل دیدی قوت فیصلہ
قوت فیصلہ کو صحیح راہ دکھانے کے لئے آسمانی ضمیر اور خداوندی مشعل
راہ عنایت فرما جا چکے اس پر بھی اگر کوئی انسان صحیح راہ نہ چلے اور
اپنے فرائض کو نہ سمجھے تو ضرور اس کی زندگی ناکام رہے گی، ضرور وہ
گھاٹے میں رہ جائیگا اور چونکہ انسانی اعمال بے نتیجہ نہیں ہیں اس سے
یقیناً اسے اپنی بداعمالیوں کے برے انجام بھگتنے ہونگے اور آئندہ زندگی
میں جب قیامت قائم ہوگی اور انسان کے اعمال کا جائزہ لیا جائے گا
اسے معلوم ہو جائے گا کہ اب اس کے لئے بجز دائمی تکلیف و مصیبت
دائمی رنج و الم اور دائمی عذاب کے اور کچھ بھی نہیں۔

پر وہ جنھوں نے اپنی ہستی اور اس کے مقاصد پر غور کیا، اپنی
قوت عمل کو بے نتیجہ اور بے غرض اور لغو اور عبث نہیں سمجھا، اور
خدا کے بتلائے ہوئے راستے پر چلے اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے

کے لئے انہوں نے خدا کی دی ہوئی قوتوں کو اُسی کے فرمان کے
مطابق صرف کیا وہ نیک ہیں، وہ خدا کے مقرب اور مقبول بارگاہ
ہیں، وہ کامیاب لوگ ہیں جن کے لئے تمام ممکن راحت و آرام کے
ساز و سامان آئندہ زندگی میں مہیا ہیں اور ان کے لئے اُن کے خداوند
کے پاس وہ وہ انعامات ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے
سنا ہے اور نہ اُنھیں کسی دل نے سمجھا ہے، نہریں وہاں چلتی ہونگی اور
اُن کا کام وہاں اس کے سوا اور کچھ نہ ہوگا کہ وہ وہاں ہر طرح کا لطف
اٹھائیں، باغ میں رہیں، نہر پہ بیٹھیں اور ایسی پر لطف چیزیں کھائیں
پئیں جس کے لطف کا اندازہ اس قوت متخیلہ کی سرحد سے کہیں آگے
ہے اور یہ نہیں کہ اُنھیں ان ہی پُر لطف چیزوں کے لئے کسی خاص
جگہ میں آنا پڑے گا نہر کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ ایک محدود جگہ میں ہوگی
جس کے پاس آئے بغیر اس کا لطف نہ حاصل کیا جا سکے بلکہ جنت
آنجا کہ آزارے نہ باشد، وہ جہاں چاہیں گے وہ نہر ان کے پاس ہوگی
گویا یوں سمجھو کہ وہ جب، جہاں چاہیں گے کہ اس نہر کا لطف اٹھائیں
فوراً ایک نہر اُس سے پھوٹ کر اُن تک آ پہونچے گی،

ایک نکتہ

جنت کا جہاں کہیں ذکر قرآن میں ہے اور جہاں جہاں اسکی
نعمتوں کو بیان کیا گیا ہے وہاں یہ تصریح کر دی گئی ہے کہ اُن نعمتوں کو
حاصل کرنے میں کوئی تکلیف نہ ہوگی، مثلاً جہاں ذکر ہے کہ وہاں میوہ دار
درخت ہونگے وہاں کہہ دیا ہے کہ خوشے قریب ہی ہونگے تاکہ کوئی

کہ یہاں کی طرح وہاں بھی اس درخت پر چڑھنے کی زحمت اٹھانی پڑیگی یا کسی لکڑی کو جھکا کر توڑنا پڑیگا شراب کا ذکر آیا تو کہدیا ہے کہ نہ تو اس سے خمار اور درد سر اور اعضا شکنی ہوگی اور نہ اس سے دماغ مختل ہوگا کہ انسان بلک بلک کرے، تاکہ کوئی شراب کے لفظ سے یہ شبہ نہ کرسکے اس میں یہاں کی طرح لغویات ہونگے وہاں کی عورتوں کا ذکر کیا تو فوراً فرمادیا کہ وہ عورتیں پاکیزہ ہونگی تاکہ کوئی یہ نہ شبہ کرے کہ یہاں کی طرح وہاں بھی ان کے لیے ناپاکی کا ایک زمانہ ہوگا اور جن چیزوں سے دوزخ والے جس تپ سے صرف تکلیف ہی تکلیف ہو تو اب جہاں ذکر آیا ہے کہ تھوہڑ کا درخت انہیں کھانے کو ملیگا تو فوراً یہ بھی کہہ دیا ہے کہ نہ اس سے بدن موٹا ہوگا اور نہ پیٹ بھرے گا تاکہ کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ گو وہ بے مزہ تکلیف دہ ہوگا مگر پیٹ تو بھر دیگا بھوک سے تو انسان بچیگا اس لیے فرمادیا کہ وہاں یہ نفع بھی نہ ہوگا قرآن میں جہاں جہاں دوزخ کی تکلیف دہ چیزیں یا جنت کی نعمتیں ذکر کی گئی ہیں اور اس قسم کے کسی شبہ کا پہلو وہاں نکل سکتا ہو جس سے جنت میں کسی تکلیف یا دوزخ میں کسی نفع کا احتمال ہو فوراً وہاں اس کی تردید کردی گئی ہے اس موقع پر آیت نصب بھی اسی قسم کے شبہات کو دفع کرنے کے لیے ہے،

نیکوں کے اعمال

(۷) يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ

وہ لوگ اپنی نذریں پوری کرتے ہیں اور اس دن کا خوف کرتے ہیں

شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا (۸) وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ

کہ مصیبت بھی پھیلی ہوئی ہوگی، اور اسکی محبت پر مسکین اور یتیم اور

عَلٰی حُبِّہٖ مِسۡکِیۡنًا وَّیَتِیۡمًا وَّاَسِیۡرًا
قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں، ،،،،،،

(۹) اِنَّمَا نُطۡعِمُکُمۡ لِوَجۡہِ اللّٰہِ لَا نُرِیۡدُ
ہم تو تمہیں محض اللہ کے لئے کھلاتے ہیں، نہ ہم تم سے

مِنۡکُمۡ جَزَآءً وَّ لَا شُکُوۡرًا (۱۰) اِنَّا نَخَافُ
بدلہ چاہتے ہیں، اور نہ شکرگذاری، ہم تو اپنے خداوند سے اس

مِنۡ رَّبِّنَا یَوۡمًا عَبُوۡسًا قَمۡطَرِیۡرًا
منہ بنانے والے اور تیوری چڑھانے والے دن کا خوف کرتے ہیں،

ان آیتوں میں وہ کام بتلائے گئے ہیں جن کے کرنے والے نیک کہلاتے ہیں اور جن کی زندگی کامیاب ہے،

(۱) نذر کو پورا کرنا یعنی خدا سے جو عہد کیا جائے اُسکو پورا کرنا،

(۲) اس دن سے ڈرنا جو بدوں کے لئے نہایت تکلیف دہ ہوگا،

(۳) محتاج اور یتیم اور قیدیوں کو کھانا کھلانا،

(۴) یہ خدمت بیغرض اور بے طمع کرنا بدلا لینے کی نیت نہ ہو بلکہ لوجہ اللہ ہو، اور محض اپنی ذمہ واری محسوس کرنے کی وجہ سے ہو اور ان کاموں کے نکرنے کے بُرے انجام سے ڈرکر،

ان چاروں امور میں سے دو اعمال سے تعلق رکھتے ہیں اور دو اعتقاد سے پہلے اور تیسرے کام کا خلاصہ وہی ہے جو اکثر مکی سورتوں میں بیان کیا گیا ہے یعنی خالق اور مخلوق سے عمدہ تعلقات پیدا کرنا، انسانیت جو عہد خداوندی تم پر ڈالتی ہے، اس کو محسوس کرو اور پورا کرو جو عہد اپنی زبان اور اپنے دل سے تم خدا کے ساتھ [illegible]

اس کو پورا کرو، چونکہ تم اس خدا کے بندے ہو اور وہ تمہارا آقا ہے چونکہ
تم اس کی طرف محتاج ہو اور وہ تم سے بے نیاز ہے اور چونکہ تم اپنی زندگی کی
کسی حرکت اور کسی سکون میں اس کی قدرت کاملہ اور اس کے علم محیط
کی غیر متناہی سرحد سے باہر نہیں ہو اور نہ ہو سکتے ہو اس لیے تم سمجھو کہ انہیں
اس سے کیسے تعلقات رکھنے پڑینگے جس طرح تمہاری زبانی نذروں کو پورا
کرنا تمہارا فرض ہے اسی طرح یہ تعلقات جو ایک بندے کو خدا سے رکھنے چاہییں
ان کی بھی فطری عہد اور میثاق ہیں جو اس سے لیے جا چکے ہیں تیسرا کام
محتاج اور یتیم کو کھلانا اور اس کے ساتھ ہی قیدیوں کو بھی نظر رحمت سے
دیکھنا جو لوگ لڑائیوں میں گرفتار ہو کر آئیں ایسا نہ ہو کہ دشمنوں کے افراد
ہونے کی وجہ سے بالکل نظر انداز کر دو جب وہ تمہارے قبضہ میں ہیں
جب ان کی قسمت کا فیصلہ تمہارے ہاتھوں میں دے دیا گیا ہے تو دیکھو
اس کی انسانی ضرورتوں میں غفلت نہ کرو ایک وہ قیدی ہے جو
قرض کی ہتھکڑیوں میں جکڑا ہوا ہے اس کے سوا اور بھی بہت طرح کے قیدی
ہیں جن کے ساتھ اچھی طرح پیش آنا اور ان کی بیکسی اور بے بسی کی حالت
پر رحم کرنا اور حتی الامکان ان سے بہترین سلوک کرنا تمہارا فرض ہے
یتیم اور مسکین کی تمام ضروریات کا خاص طریقہ سے انتظام کرو تاکہ
قوم کے ضرورت مند افراد اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے کہیں
اپنی انسانیت کے قوانین اور اصول توڑنے پر آمادہ نہ ہو جائیں،
اور تمہاری قوم کے اندر بداخلاقیوں کے جراثیم پیدا کر کے تمہارے
زوال اور تنزل کا باعث نہ ہوں تم ہمیشہ ایسے حاجتمند لوگوں کی ضرورتوں
کو پورا کرنے کے لیے عمدہ انتظام رکھو کہ جس طرح تم آدمی ہو وہ بھی آدمی ہیں

پھر شایان شان ہے کہ تم اپنی ساری ضرورتیں بےفکری سے پوری کرو اور اپنے ہی جیسے بندے دوسرے انسان کو فقر و فاقہ سے زمین کی پیٹھ پر لوٹتے ہوئے دیکھو اور تمہارے دل اس سے سخت ہو جائیں کہ ان دردانگیز نظاروں سے کچھ بھی متاثر ہوں پس تمہارا فرض ہے کہ ان قابل رحم انسانوں سے اپنی مقدرت کے موافق رحم اور مہربانی کا برتاؤ کرو۔

دوسرا کام جو اس عقیدہ سے ہوتا ہے وہ یہ ہے جو تمام اعمال حسنہ کے پیدا ہونے کے لئے بطور ایک بیج کے ہے اور جو تمام برے کاموں سے روکنے کیلئے ایک بڑی طاقت ہے وہ یہ ہے کہ اپنے اعمال کی ذمہ داری تسلیم کرنا اور یقین کرنا کہ انسان کا کوئی عمل نیک ہو یا بد ضائع اور بےنتیجہ نہیں اور یہ اللہ نے ایک عظیم الشان دن مقرر فرمایا ہے جس میں وہ تمام انسان کے اعمال کا فیصلہ کریگا۔ یہ خیال تمام اعمال حسنہ کی بنیاد ہے جس سے دل میں اپنے فرض کو پورا کرنے کا خیال پیدا ہوتا ہے اور برائیوں سے نفرت ہو جاتی ہے چوتھا کام بھی خیالات سے تعلق رکھتا ہے اور پہلے خیال کے بعد پیدا ہوتا ہے جب انسان سمجھ لیتا ہے کہ اس کے تمام نتیجہ کرنے ہیں تو وہ اپنا فرض پورا کرنے کیلئے کام کی طرف متوجہ ہوتا ہے کیونکہ وہ اچھے کام میں جزا کی امید رکھتا ہے اور برے کام میں سزا سے ڈرتا ہے اس لئے اس اعمال کا محور وہی جزا و سزا کے خیالات ہوتے ہیں نہ کہ کسی مخلوق کی خدمت یا احسان یا اور کسی نیک عمل پر شکریہ یا بدلہ کی لالچ آمادہ کرتی ہے اور نہ وہ صرف دنیا والوں کے خوف سے برے عمل سے نفرت کرتا ہے اس خیال کے پیدا ہو جانے کے بعد انسان پہلے اور تیسرے کام کی طرف

منسوب ہوتے ہیں، تو یہ چاروں امور جو اس جگہ ذکر کیے گئے ہیں
مگر در اصل آپس میں باہم سبب مسبب کا تعلق رکھتے ہیں اور صحیح عقائد
اور اعمال حسنہ کے جتنے فروع ہیں سب انہی چاروں میں دخل

عمدہ جزا کی تفصیل

(۱۱) فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ

تو اللہ نے انھیں اس دن کی مصیبت سے بچا لیا اور ان کو تازگی

نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا (۱۲) وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا

اور خوشی سے ملایا، اور انہوں نے صبر کیا تھا اس کے بدلے انہیں

جَنَّةً وَّحَرِيْرًا (۱۳) مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ

جنت دی اور ریشمی پوشاک۔ انہیں وہ تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہونگے،

لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا (۱۴) وَدَانِيَةً

نہ اس میں دھوپ دیکھینگے اور نہ شدت سردی، اور اس کے سائے ان پر

عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا (۱۵)

جھکے پڑتے ہونگے اور ان کی شاخیں تلاج کر دی جائینگی،،،،،،

وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ

اور ان پر چاندی کے برتنوں کا دور چلایا جائے گا اور آبخوروں کا جو شیشے

قَوَارِيْرَا۠ (۱۶) قَوَارِيْرَا۠ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا

ہونگے، چاندی کے شیشے جنھیں انہوں نے اندازے سے بنایا ہوگا،،

(۱۷) وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا

اور وہ اس میں ایسا جام پلائے جائینگے جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی

(۱۸) عَیْنًا فِیْھَا تُسَمّٰی سَلْسَبِیْلًا (۱۹) وَیَطُوْفُ

ایک چشمہ ہوگا جس کا نام سلسبیل ہوگا، اور ان پر ہمیشہ

عَلَیْھِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ اِذَا رَاَیْتَھُمْ

رہنے والے لڑکے آتے جاتے رہیں گے جب تو انہیں دیکھے

حَسِبْتَھُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا (۲۰) وَاِذَا رَاَیْتَ

تو انہیں بکھرے ہوئے موتی سمجھے،، اور جب تو وہاں دیکھے گا تو

ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّمُلْکًا کَبِیْرًا (۲۱) عٰلِیَھُمْ

اور بڑی سلطنت دیکھے گا،، ان پر سبز باریک

ثِیَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ وَّحُلُّوْا

ریشمی کپڑے ہونگے اور دبیز ریشمی کپڑے، اور انہیں چاندی کے

اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ وَسَقٰھُمْ رَبُّھُمْ شَرَابًا طَھُوْرًا

کنگن پہنائے جائینگے، اور ان کا خداوند انہیں پاکیزہ شراب پلائے گا،

(۲۱) اِنَّ ھٰذَا کَانَ لَکُمْ جَزَاءً وَّکَانَ سَعْیُکُمْ مَّشْکُوْرًا،

بیشک تمہارے لئے جزا ہے اور تمہاری کوشش مقبول ہوئی ہے

یہ ہے ان نیک لوگوں کے عمدہ انعامات کی مکمل فہرست جنھوں نے دنیا کے میدان امتحان میں کامیابی کیساتھ زندگی گذاری، انکے لیے وہاں خوشی ورود راحت اور سرور اور لطف اور آرام اس انتہائی درجہ کا ہوگا جہانتک کہ ممکن ہے اور در اصل وہاں کے آرام اور وہاں کی راحت و سرور کی اصل حقیقت یہاں کی عقل اور سمجھ کے لحاظ سے بہت بلند ہے باغ میوے، عمدہ لباس اور تمام لذتیں جو اس دنیا میں انسان کیلیے ہیں اس جنت کے باغ و میوے اور وہاں کی لذتوں کے مقابلہ میں اتنی بھی حقیقت نہیں رکھتیں جتنی ایک قطرہ کی سمندر کے مقابلہ میں

فیصلہ نہیں کیا جائیگا کہ یہ تمہاری اس کامیابی کی جزا ہے جو تم نے اس خدا کی امتحان میں حاصل کی اور بیشک تمنے جو کچھ کیا وہ قابل قدر ہے ورنہ خدا کے عدل اور رحم کا تقاضا یہی تھا کہ تم نے جو دنیا میں رہ کر اپنی پوری زندگی خدا کے مقرر کردہ قوانین پر بسر کی گذاری اسکے لیے کوئی ایسا زمانہ بھی آئے جس میں تم اپنی ان کوششوں کا پھل پاؤ پس آج وہی دن ہے اور یہ دن ہمیشہ کے لیے ہے۔

(۲۳) اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا (۲۴) فَاصْبِرْ

بیشک ہمنے تجھپر قرآن نازل فرمایا ہے، تو تو اپنے خداوند کے حکم کیلیے

لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا (۲۵) وَاذْكُرِ اسْمَ

صبر کیئے رہ اور تو ان میں سے کسی بدکار یا ناشکرے کی بات نہ مان کا اور صبح اور

رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (۲۶) وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ

شام اپنے خداوند کا نام یاد کیا کر، اور رات میں اس کے لیے سجدہ کیا کر

وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ،،

اور بڑی رات تک اس کی تسبیح کیا کر،،

جب انسان کی زندگی کا فرض معلوم ہو چکا اور یہ ظاہر ہو چکا کہ صحیح راہ پر چلنے کے لیے خداوندی ہدایت کی ضرورت ہے جسکی پابندی سے انسان بہترین اعمال اور اخلاق حاصل کر سکتا ہے اور پھر آئندہ زندگی میں کامیاب ہو سکتا ہے تو اے پیغمبر یہی وجہ ہے کہ ہم نے تمہارے اوپر یہ قرآن نازل فرمایا ہے یہ وہی خدائی روشنی ہے جو انسان کی عقل کو اور اس کی قوت بینائی اور شنوائی کو صحیح راہ اختیار کرنے میں مدد دیگی، اور یہ وہی مشیر ہے جو ہر موقعہ پر تمہیں بہترین مشورہ بتلائے گا، تو جو لوگ اپنے انجام کا خیال رکھتے ہیں جنہیں اپنی زندگی کو کامیاب بنانا ہے انھیں تم کہدو کہ ان کے لئے روئے زمین پر اس سے بہترین

دستور العمل اور کوئی نہیں، اور جو لوگ باوجود اسقدر حق ظاہر ہو جانے کے بھی اپنی سرکشی اور بد خلقی پر اڑے رہیں اور خدا کی ناشکری سے توبہ کرنے پر آمادہ نہ ہوں تو نہیں تم ان کے حال پہ چھوڑ دو بہر حال تم یہ چند کام کئے جاؤ،

(۱) قرآن جس طرح ہم آہستہ آہستہ اتارتے جاتے ہیں تم اس کی تبلیغ کرتے جاؤ ہم اسے رفتہ رفتہ اسی لئے بھیج رہے ہیں کہ لوگوں کو اس کی تعلیم سے مستفید ہونے میں آسانی ہو اور رفتہ رفتہ ان کے دل اس اعلےٰ روحانی تعلیم کو پوری طرح جذب کر سکیں،

(۲) بد اخلاق اور ناشکر گذار لوگوں کی طرف سے تمہیں ایذائیں پہونچینگی، وہ تمہاری راہ میں رکاوٹیں پیدا کرینگے اور ہر طرح سے تمہارے مقصد کی مخالفت میں سرگرمی دکھائینگے پر تم کبھی ان کی کوئی بات نہ سنو اور نہ ان کی مخالفتوں کی کچھ پرواہ کرو بلکہ اپنے خدا کے حکم پر نہایت صبر و استقلال سے ثابت قدم رہو اور انتہائی ہمت اور اولوالعزمی کیساتھ خدا کے حکم کی پابندی اور اس کی حمایت و اشاعت پر جمے رہو،

(۳) اور تمام اعمال و افعال کی روح، شریعت کے تمام اصول و فروع کا مغز یعنی اپنے خداوند کی یاد میں صبح شام مشغول رہو کسی وقت، کسی ساعت، کسی آن اور کسی لمحہ اس سے غافل نہ خصوصاً رات کے وقت جبکہ تمام تبلیغ اور اشاعت تعلیم اور ارشاد کے کاموں سے فراغت ہوتی ہے پوری طرح

اس کے لئے سجدہ کرنے اور اس کی تسبیح و تقدیس میں وقت صرف کرو
یہی انسان کی انسانیت کا بھی جوہر کمال ہے یہی تمہاری زندگی اور
تمام انسان کی زندگی کا مقصد عظیم ہے، تمام شرائع اور قوانین کا
خلاصہ ہے یہی تمام عبادات کی روح ہے اور یہی وہ عظیم الشان
اور گرانبار امانت الٰہی ہے جسکو اٹھانے سے دنیا کے تمام سر بفلک
پہاڑ اور عظیم الشان آسمان و زمین اور اس عالم کی تمام
چھوٹی اور بڑی ہستیاں عاجز ہیں اور انسان نے اسے قبول کیا

انسان کی غفلت

(۲۷) إِنَّ هَٰؤُلَاءِ يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَ

بیشک یہ لوگ جلدی کی چیز سے محبت کرتے ہیں

يَذَرُونَ وَرَاءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا

اور ایک بھاری دن کو اپنے پس پشت ڈال دیتے ہیں

ان لوگوں کی یہ حالت ہے کہ دنیا کی نظر فریب چیزوں کو
دیکھ کر اصل انجام اور اس آنے والے عظیم الشان دن کو بھول
بیٹھے ہیں دنیا کی چیزیں اور یہاں کی تمام نعمتیں صرف
اس لیے تھیں کہ انسان انھیں استعمال کر کے اپنی زندگی قائم رکھے
اور اپنے اصل مقصد زندگی کو پورا کرے لیکن ان چیزوں کو
اس نے حاصل کر کے پھر اس نے اپنی بیوقوفی اور اپنی حماقت و جہالت
سے ان ہی اسباب اور ذرائع کو اور ان ہی کے حاصل
کرنے میں اپنی ساری عمر صرف کر دینے کو زندگی کا اصل مقصد

زندگی بنالیا پس اس کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ اصل مقصد کو پس پشت ڈالدیا اور انجام کیطرف سے بالکل ہی غافل ہو بیٹھا سے سمجھنا چاہئے تھا کہ جب اس کو راحت اور آسائش پہونچانے کے لئے خدا نے ساری دنیا اور مافیہا پیدا کردی ہے تو اس کی زندگی کسقدر اہم ہوگی اس کے فرائض کسقدر عظیم الشان ہونگے پر افسوس اس نے اپنی اتنی بڑی زندگی کو صرف اس لئے سمجھا کہ روپیہ کمائے اور کھائے اور مر جائے تو یہ ساری خرابی اسی لئے پیدا ہوئی کہ اس نے ذریعہ اور اسباب کو اصل مقصد سمجھ لیا اور جو واقعی اصل مقصد تھا اس کو پس پشت ڈال دیا اور ظاہر ہے کہ جو شخص منزل مقصود تک پہنچانیوالی راہ پر سیر و تماشا میں مشغول ہو جائے اور راہ ہی کو اپنے سفر کا مقصد سمجھ بیٹھے تو یقیناً وہ منزل مقصود تک نہ پہونچ سکیگا سڑکوں پر جو درخت لگائے جاتے ہیں، وہ بیشک اسی لئے ہیں کہ چلنے والے اس سے آرام اٹھائیں لیکن وہ شخص کسقدر بیوقوف ہے، جو ان درختوں کے سایہ اور ان کی ٹھنڈی ہوا کے لطف میں اسقدر محو ہو جائے کہ وہیں رہ پڑے اور اپنے سفر کے خیال سے بالکل غافل ہو جائے پس یہی حال ان لوگوں کا ہے جنہوں نے اس عالم فانی کو جو محض ایک عالم امتحان ہے اصلی گھر بنالیا ہے اور اصلی آنیوالے گھر کو دل سے اس طرح بھلا دیا ہے کہ بھول کر کبھی بھی اس کا خیال نہیں آتا،

غفلت کا برا انجام

(۲۸) نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ

ہم نے انھیں پیدا کیا ہے اور ان کے جوڑ بند مضبوط

وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا

کیے ہیں اور ہم جب چاہیں گے ان کے بدلے ان ہی جیسے اور آدمی

ان لوگوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ ان کا ایک عظیم الشان قدرت والا خدا ابھی موجود ہے جس نے انھیں ذرۂ بے مقدار سے پیدا کیا ہے اور جس نے انھیں ایک قطرۂ ناچیز سے بڑھا کر پورا انسان بنایا ہے انھیں قوتیں دی ہیں انھیں ہر طرح کی طاقتیں بخشی ہیں ان کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ وہ کسی حال میں اس کی غیر متناہی قوت اور غیر محدود قدرت کے احاطے سے باہر نہیں ہیں اور ان کی کیا ہستی ہے جبکہ دنیا کے بڑے بڑے پہاڑ یہ عظیم الشان لہراتے ہوئے سمندر اور یہ زمین و آسمان سب کے سب اسی کی عظمت جلال اور اسی کی کبریائی و جبروت کے دربار میں اس کے ہر امر و نہی پر سر تسلیم خم کیے ہوئے ہیں پس ان پر واضح رہنا چاہیے کہ اگر وہ اپنی غفلت سے باز نہ آئیں گے اپنی بد اخلاقیوں اور سرکشیوں کو چھوڑ کر خدا کے بتائے ہوئے قوانین کی پابندی نہ کریں گے تو وہ خدائے قادر جو ہمیشہ بد اخلاق قوموں کو صفحۂ دنیا سے معدوم اور تباہ اور ہلاک کرتا رہا ہے انھیں انھیں بھی پردۂ ہستی سے بالکل نابود کر دیگا اور جس طرح اس نے عاد و ثمود کو جس طرح اس نے قوم فرعون کو اور جس طرح اس نے اس دنیا کی ہزاروں حکومت اور دبدبہ والی قوموں کو ان کے ظلم و عدوان ان کی درندگی اور بہیمیت کی وجہ سے ہلاک کر ڈالا ہے انھیں بھی دفعتاً اس طرح تباہ کر دیگا کہ اس زمین پر ان کا کوئی نام و نشان

بھی نہ باقی رہیگا اور ایک دوسری قوم کو تمہاری جگہ دے دیگا۔

آخری نصیحت

(۲۹) اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى

بیشک ایک نصیحت ہے تو جو کوئی چاہے اپنے رب کی طرف

رَبِّهٖ سَبِيْلًا (۳۰) وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ

راہ اختیار کرے، اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ چاہے کیونکہ

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (۳۱) يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ

اللہ علم والا حکمت والا ہے، جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل

رَحْمَتِهٖ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا۔

فرماتا ہے، اور ظالموں کے لئے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے

یہ ایک آخری نصیحت اور یاد دہانی ہے جو تم لوگوں کو کی جاتی ہے کہ جو کچھ تم لوگ کر رہے ہو اور جن بداخلاقیوں میں تم لوگ مبتلا ہو اگر خدا ابھی اس کا مواخذہ کرے تو از روئے عدل وانصاف تمہارے پاس اس کے عذاب سے بچنے کے لئے کوئی عذر نہیں، پر اس کی غیر متناہی رحمت یہ نہیں چاہتی، اس لئے وہ بار بار تمھیں نصیحت فرماتا ہے اور تمہیں متنبہ کرتا ہے تاکہ تم اب بھی باز آجاؤ اور اس راستہ کو اختیار کرلو جو تمہاری زندگی کو کامیاب کرے اب بھی تم لوگوں کے لئے اصلاح کا کافی موقعہ ہے، مگر ہاں خدا تمہیں اگر اس کی توفیق دے اور تم راہ آجاؤ تو بھی اپنے اوپر نازاں نہ ہو تاکہ یہ فضل بھی محض خدائے رحیم ہی کی رحمت کا ایک کرشمہ ہے کہ اس نے تمہارے دلوں میں حق کی طرف توجہ پیدا کی اور جو اس آخری یاد دہانی پر بھی نہ سمجھیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

سورۂ مرسلات

مکی - ۵۰ آیتیں

پیغمبر جب کسی قوم میں آتا ہے، تو شروع شروع میں جزوی احکام پر زور نہیں دیتا، کیونکہ جب تک ایک جماعت نہیں بن جائے اپنے خیالات کے ایک ایک جزو پر اس سے عمل کرانا مشکل ہے، اسی لئے شروع میں وہ اصول تعلیم کی طرف لوگوں کو توجہ کرتا ہے کہ اگر وہ اصول کو مان لینگے تو فروع میں نہ زیادہ جھگڑے کی ضرورت ہوگی، نہ بحث و مباحث کی، چونکہ پیغمبر دنیا کے بڑے مصلح کا نام ہے جو کسی قوم کی، اخلاقی، تمدنی، معاشرتی اور ساتھ ہی اس کے روحانی غرض یہ کہ ہر طرح کی اصلاح کے لئے آتا ہے اسی لئے ابتدائے دعوت میں وہ جن چیزوں کی طرف متوجہ کرتا ہے وہ یہ ہیں،

(۱) جزا اور سزا کے دن کو یاد دلا کر ڈرانا، تاکہ برے اعمال کی برائی دل میں بیٹھے اور ان سے الگ رہنے کی طرف توجہ ہو، اور جزا کی حقیقت سمجھ لینے کے بعد قرآن کی حقانیت اور صداقت بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے کہ جن حقیقتوں کو اس نے مفصل اور طرح طرح کی اور دلیل دے کر واضح اور روشن کر دیا ہے، ان میں کی ایک یہ بھی ہے کہ دنیا کا فیصلہ عدل و انصاف پر ہونا ضروری ہے، اور اعمال کی جزا و سزا ایک ضروری اور لازمی امر ہے

اور اسی لئے قرآن نے جا بجا اس عظیم الشان دن سے ڈرایا ہے جو جزا و سزا کے لئے مقرر ہے اور جس کا نام روز **قیامت** ہے،

(۲) انسانی زندگی کا اعلیٰ ترین مقصد پورا کرنا یعنی خدا کے آگے اپنی بندگی کی حیثیت ملحوظ رکھ کر اس سے صحیح تعلق پیدا کرنا، توحید اور نماز اور ساری بدنی عبادتیں اس مقصد کو پورا کرنے کی عمدہ صورتیں ہیں،

(۳) خدا کی مخلوق کے ساتھ ہر ایک کی حیثیت اور حق کے موافق برتاؤ کرنا تہذیب و تمدن اور معاشرت کے اصول ہی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے ہیں گذشتہ سورت میں بھی (۱) **جزا و سزا** (۲) **قرآن** (۳) **نماز** تین چیزوں کا ذکر تھا اور یہاں بھی ان تینوں کا ذکر ہے لیکن گذشتہ سورت میں روز جزا پر مختصر دلیل دی گئی ہے، اور وہاں کی نعمتوں کی تفصیل کے ساتھ ترغیب کا پہلو زیادہ اختیار کیا گیا ہے، اور یہاں دلیل بھی زیادہ تفصیل سے ہے اور وہاں کے عذاب کو بیان کر کے ترہیب (ڈرانے) کا پہلو زیادہ اختیار کیا گیا ہے۔ کیونکہ تبلیغ کا زریں اصول یہی ہے،

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قیامت پر مناظرِ قدرت کی شہادت

(۱) وَالۡمُرۡسَلٰتِ عُرۡفًا (۲) فَالۡعٰصِفٰتِ عَصۡفًا

قسم ہے ان (ہواؤں) کی جو معمولی طور سے چلائی جاتی ہیں پھر تند ہو کر چلنے لگتی ہیں

(۳) وَّالنّٰشِرٰتِ نَشۡرًا (۴) فَالۡفٰرِقٰتِ فَرۡقًا

اور پھیلا دیتی ہیں، پھر جدا جدا کر دیتی ہیں

(۵) فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا (۶) عُذْرًا اَوْ نُذْرًا،

پھر ڈالتی ہیں نصیحت، عذر کے لئے یا ڈرانے کے لئے

اس قسم میں ہواؤں کی پانچ حالتیں بیان کی گئی ہیں، (۱) معمولی طور سے چلنا (۲) پھر تیز چلنا (۳) ابر و نباتات و حیوانات کو منتشر اور نشر کر دینا (۴) اپنے نتیجہ میں فرق اور امتیاز کر دینا یعنی کسی کو نفع پہنچانا اور کسی کو نقصان (۵) بھلا لوگوں کے لیے نصیحت اور عبرت پیدا کرنا غافلوں کو اپنے برے آثار سے ڈرانا

یہ پانچ صفتیں ہوا کی بیان کی گئی ہیں، اور دکھایا گیا ہے کہ خدا جب ہوا چلاتا ہے، اور وہ شدید آندھی کی صورت اختیار کر لیتی ہے، پھر وہ بادل کو پھیلا کر بارش ہونے کا سبب بنتی ہے، پھر بارش اور آندھی کے ذریعے سے بعض ملک اور بعض لوگوں کو نفع پہونچتا ہے اور بعض کو نقصان پہونچتا ہے۔ بعض ملک کے لوگ آندھی کی شدت اور زیادتی سے تباہ اور برباد ہو جاتے ہیں جس سے عقل رکھنے والے عبرت پکڑتے ہیں اور غافل لوگ ایسے لوگوں کے اس برے انجام سے متنبہ ہو کر اپنی عملی حالت درست کرتے ہیں،

ان باتوں سے صاف ظاہر ہے کہ خدا اپنی قوت اور اپنے اختیار اور ارادہ اور خواہش سے ہواؤں کو چلاتا ہے کسی قوم کو اس سے نفع پہونچاتا ہے اور ان کے لئے باعث خوشی و مسرت بناتا ہے، کسی ظالم قوم کو اس سے ہلاک اور تباہ اور برباد کر دیتا ہے، کبھی اسکو روک لیتا ہے، اور کبھی چلاتا ہے اس طرح ہواؤں کی یہ حالتیں قیامت کے واقع ہونے پر صاف اور ظاہر طریقہ سے شہادت

دیتی ہیں، کیونکہ ہواؤں کی ان حالتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا رحمت اور غضب یعنی مخلوق کے نفع اور ضرر یا جزا اور سزا دینے کے لیے دنیا کے اندر ہواؤں سے بھی کام لیتا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ

(۱) وہ اعلیٰ درجہ کا پروردگار ہے کہ ہمیشہ ظالموں اور مظلوموں کی نگہبانی کرتا ہے اور مظلوم اور نیک لوگوں کو ان کے اچھے اعمال کا پھل اور ظالموں اور برے لوگوں کو ہمیشہ سزائیں دیتا رہتا ہے

(۲) نیز یہ کہ اس کے اندر انتہائی **قدرت** اور **قوت** موجود ہے کہ جس وقت، جس چیز سے، جس طرح چاہتا ہے کام لیتا ہے، دنیا کا کوئی ذرہ اس کی قدرت کے احاطہ سے باہر نہیں،

(۳) نیز یہ کہ وہ اعلیٰ درجہ کا صاحب **حکمت** اور صاحب **تدبیر** ہے، دنیا کے مخلوقات کو اس نے اس حکمت اور تدبیر سے پیدا کیا ہے کہ اسکی حد تک عقل کی رسائی نہیں ہو سکتی، صرف یہی ایک ہوا اور اسکی مختلف حالتیں، مختلف کیفیتیں، ایک ہی آندھی کے مختلف آثار اور مختلف نتیجے اس کے پیدا کرنے والے اور اس سے کام لینے والے کی انتہائی حکمت اور تدبیر پر باوازبلند شہادت دیتے ہیں، تو پھر دنیا کی ساری چھوٹی اور بڑی چیزوں کے باہمی تعلقات کو دیکھو اور ان تعلقات کے آثار و نتائج پر غور کرو تو حیران رہ جاؤ گے کہ جن مخلوقات کے اندر اس قدر مصلحتیں اور حکمتیں پائی جاتی ہیں کہ انھیں ہم پوری طرح سمجھ بھی نہیں سکتے ہیں تو پھر ان مخلوقات کا خالق کس قدر اعلیٰ درجہ کا **حکیم** اور انتہائی درجہ کا **مدبر** ہوگا۔

تو جب خدا پروردگار ہے اور دنیا کے اندر ظالموں، مظلوموں، نیکوں بدوں کی خبرگیری کرتا رہتا ہے انھیں انعام اور سزا دیتا رہتا ہے تو ضرور ہے کہ ساری دنیا کے مجموعی آخری فیصلہ اور انتہائی جزا و سزا کے لیئے ایک دن مقرر کرے، جس میں دنیا کے ہر شخص کو ذرہ ذرہ کا ثواب اور عذاب دیا جائے گا

جب وہ قادر مطلق دنیا کے ہر چھوٹی بڑی مخلوقات سے اپنے ارادہ اور خواہش کے مطابق جب چاہتا ہے جس طرح چاہتا ہے کام لیتا ہے تو اسکے لیئے آسان ہے کہ ایک دن ایک بڑی مصلحت اور حکمت پوری کرنے کے لیئے وہ نہایت آسانی کے ساتھ عالم کے موجودہ انتظام کو بدل دے اور دنیا کے تمام گذشتہ اور موجودہ اور آئندہ انسان کو جو مرکر معدوم اور نیست نہیں ہو گئے اکٹھا کھڑا کرے، کیونکہ ان کے ذرات کو اکٹھا کرنا اور پہلی صورت میں بدل دینا اس کے لیئے کوئی مشکل نہیں جس کے پاس انتہائی **علم** اور **قدرت** موجود ہے، اور اس کی مثال بعینہ بیج کی سی ہے، جس سے ایک تناور درخت پیدا ہو جاتا ہے،

جب وہ اعلیٰ درجہ کا **حکیم** اور مدبر ہے کہ صرف ایک ہوا کو چلانے میں سینکڑوں حکمتیں پائی جاتی ہیں، اس سے ابر میں حرکت ہوتی ہے، ابر اکٹھا ہوتے ہیں، بارش ہوتی ہے نباتات پر اسکا اثر پڑتا ہے، بعض لوگوں کو اس سے راحت ملتی ہے بعض کو اس سے نفع پہونچتا ہے، تو جب اسکی ایک ادنی مخلوق میں اسقدر حکمتیں پائی جاتی ہیں، جب ایک ایک ذرہ ہزاروں

مصلحتوں سے پر ہے، تو کس طرح ممکن ہے کہ اس بڑی دنیا کا مجموعی انتظام بغیر کسی مصلحت اور حکمت کے ہو، یا اسکا کوئی عالیشان نتیجہ اور عظیم الشان انجام نہ نکلے، کام جسقدر اہم اور بڑا ہوتا ہے، نتیجہ بھی اسی کی حیثیت کا ہوتا ہے، تو یہ انسانی ہستیاں جنھیں دنیا کے اندر محض محنت اور کام اور جانفشانی اور امتحان کے لئے پیدا کیا گیا ہے کس طرح مر کر بالکل نیست اور نابود ہو سکتی ہیں جبکہ دنیا کی ساری مخلوقات میں ان کی ہستی خاص اہمیت اور عظمت رکھتی ہے،

(۷) اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ،،،،،،،،

جس کی تم کو دھمکی دی جاتی ہے بےشک ضرور ہونیوالا ہے

خدا کی پروردگاری اس کی قدرت اس کی اعلیٰ حکمت و تدبیر، دنیا کے اندر اچھوں اور بروں کو جزا و سزا دینا اس بات پر صاف گواہ ہے کہ قیامت جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے، اور جسکی تم کو دھمکی دی جاتی ہے، بالکل ٹھیک اور واقعی ہے، اس میں کوئی شک نہیں، ضرور وہ دن آئے گا، یہ ہے قیامت کا دعوی جس پر شروع میں ہواؤں کی شہادت پیش کی گئی ہے،

(۸) فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ (۹) وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ

تو جب ستارے ماند کر دئے جائینگے، اور جب آسمان پھاڑ دیا جائیگا

(۱۰) وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ،

اور جب پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے اڑا دیے جاویں

گذشتہ آیتوں میں جس طرح ہواؤں کے افعال و آثار سے قیامت

اور جزا و سزا کے ضروری ہونے پر دلیل دی گئی ہے، اسی طرح ان آیتوں میں قیامت کے وہ واقعات پیش کئے گئے ہیں، جو ہوا اور آندھی کے افعال و آثار سے مشابہ ہیں، تاکہ اس سے وہ شبہ بھی دفع ہو جائے جو بعض لوگوں کو قیامت کے ہولناک واقعات کے متعلق پیش آتا ہے اور وہ سمجھ لیں کہ قیامت میں جن واقعات کے پیش آنے کی خبر دی جاتی ہے، اس قسم کے واقعات خود یہاں ہواؤں کے ذریعہ سے پیش آتے رہتے ہیں، فرق ہے تو یہ کہ یہاں کے واقعات چھوٹے پیمانہ پر ہیں کسی خاص ملک اور زمین کے کسی خاص حصہ پر آتے ہیں، اور وہ نہایت اعلیٰ اور انتہائی پیمانہ پر ہوگا اور نہ صرف اس زمین میں بلکہ سارے عالم کو واقع ہوگا،

یہاں تین باتیں بیان کی گئی ہیں (۱) ستاروں کا مٹ جانا، (۲) آسمان کا پھٹ جانا (۳) پہاڑوں کا ریزہ ریزہ ہو جانا، یعنی موجودہ نظام کو توڑ دیا جائیگا، جس کی وجہ سے دنیا کے ساری چھوٹے بڑے اجسام ستارے اور زمین وغیرہ وغیرہ آپس میں ٹکرا جائینگے، اور اس عظیم الشان تصادم کا یہ اثر ہوگا کہ سارے بڑے بڑے اجسام ریزہ ریزہ اور پارہ پارہ ہو جائینگے، جسطرح ہوا کی شدت بڑی بڑی سربفلک عمارتوں کو منہدم کر دیتی ہے، بادلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے عظیم الشان اور تناور درختوں کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیتی ہے۔ تو جو شخص ہواؤں اور آندھیوں کے ان آثار اور ان نتیجوں کو دیکھتا ہے اور تسلیم کرتا ہے، وہ بخوبی سمجھ سکتا ہے، کہ اس طرح کے واقعات ممکن ہیں، اور جس قادر مطلق میں یہ قدرت ہے کہ

رہی مخلوق سے اس قسم کے کام لیتا ہے، وہ ایک دفعہ یہ بھی کر سکتا ہے کہ ستاروں کو ماند کردے، سیارات کو آپس میں ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے کردے، پہاڑوں کو ٹکرا کر ذرہ ذرہ اور پارہ پارہ کردے، تو ہواؤں کے یہ کارنامے اور آندھیوں کے یہ کرشمے قیامت کے ان مذکورہ بالا واقعات کے ممکن ہونے پر پوری طرح شہادت دیتے ہیں

(۱۱) وَإِذَا الرُّسُلُ أُقِّتَتْ (۱۲) لِأَيِّ يَوْمٍ

اور جب پیغمبر مقررہ وقت پر لائے جائینگے (کس دن کے

أُجِّلَتْ ؟ (۱۳) لِيَوْمِ الْفَصْلِ (۱۴)

لیے یہ مہلت دئے گئے تھے؟) فیصلہ کے دن کے لیئے ،،

وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ؟ (۱۵)

اور تجھے کیا خبر کہ فیصلہ کا دن کیا ہے ،،

وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ

اس دن جھٹلانے والوں کے لیئے بلا کی ہے ،،

اس دن تمام قوموں کے پیغمبروں کو حاضر کیا جائے گا، اور ان سے انکی امتوں کے حالات پوچھے جائینگے، جانتے ہو وہ پیغمبر کس دن کے لیے اس مہلت میں تھے؟ فیصلہ کے دن کے لیئے ،، اور اے مخاطب! تو کچھ جانتا ہے کہ وہ فیصلہ کا دن کیا چیز ہے؟ وہ، وہ دن ہے کہ جو لوگ اپنے پیغمبروں کو، پیغمبروں کی تعلیم کو، جزا و سزا کو، روز قیامت کو جھٹلاتے ہیں، ایسے لوگوں کے لیئے وہ نہایت بلا کی اور تباہی کا دن ہے،

چونکہ لوگوں کے دلوں میں قیامت کی طرف شبہ تھا اسلئے یہ بھی

ظاہر کر دیا کہ وہ فیصلہ کا دن ہے، اور اسے موخر اس لئے کیا گیا اور لوگوں کو اتنی مہلت اس لئے دی گئی ہے کہ خدا رحیم ہے، وہ چاہتا ہے کہ لوگوں کو پیغمبروں کے ذریعے سے آگاہ اور متنبہ کر دے، ان کو انکی ذمہ داری بتادے، ان کے فرائض اور ان کی زندگی کے اصلی مقاصد سے انھیں مطلع کر دے، ان پر یہ بالکل واضح کر دے کہ جو کام وہ کرتے ہیں، ان کاموں کی جزا اور سزا انھیں ضرور ملے گی، اور خدا کے مقرر کردہ قوانین کے مطابق ہر کام کا اس کے موافق اچھا اور برا نتیجہ انھیں ملنا ضروری ہے، اس نصیحت اور یاد دھانی اور تنبیہ سے اگر لوگ آگاہ ہوگئے تو ان کے لئے بہتر ہے، ان کی زندگی کامیاب ہے اور اگر اسپر بھی انھوں نے سرکشی کی اور اپنی بہیمیت نہ چھوڑی تو اسی زندگی سے سزا ملنی شروع ہو جاتی ہے، جسکی تکمیل اور جسکا آخری اور پورا فیصلہ اس دن ہوگا، جب دنیا کا یہ موجودہ دور اور یہ سلسلہ ختم کر دیا جائیگا، اور دوسرا سلسلہ شروع ہو جائے گا جسے روز قیامت کہا گیا ہے،

(۳) جزا سزا پر تاریخی شہادت

(۱۶) اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ؕ (۱۷) ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ

کیا ہم نے پہلے لوگوں کو نہیں ہلاک کیا؟ پھر ان کے پیچھے ہی پچھلوں کو،

الْاٰخِرِيْنَ (۱۸) كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ،

مجرموں کے ساتھ ہم ایسا ہی کیا کرتے ہیں،،،

(۱۹) وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ،،،

جھٹلانے والوں کے لئے اس دن ہلاکی ہے

قسم کے اندر ہواؤں کے کاموں اور اس کے اثرات اور نتیجوں کو ذکر کر کے خدا کی **قدرت** اور **حکمت** اور **ربوبیت** (صفت پروردگاری) کے کرشمہ دکھائے گئے ہیں، اور بتایا گیا ہے، کہ مختلف لوگوں کو خدا اسکے مفید اور مضر نتیجوں کے ذریعے سے جزا و سزا دیتا ہے جس سے بداخلاق لوگوں پر حجت پوری ہوتی ہے اور غافلوں کے لئے ایک تازیانۂ عبرت ہوتا ہے، جو انھیں جزا و سزا کی ظاہر اور روشن حقیقت کی طرف متوجہ کرتا ہے،

وہ تو قدرتی مناظر کی ایک شہادت تھی جو جزا و سزا کے ضروری اور واقعی ہونے پر باآواز بلند شہادت دے رہی تھی، اس کے بعد قیامت کے ان چند واقعات کا ذکر کیا گیا جو آندھی کے افعال اور اس کے نتیجوں کے مشابہ ہونگے، تاکہ جو لوگ ان واقعات کو نہایت بعید از وقوع اور بعید از امکان سمجھتے ہیں، اپنی آنکھوں کے آگے واقع ہونے والے شب و روز کے واقعات، اور ابھی طوفان وغیرہ کو دیکھکر سمجھ لیں کہ اسی قسم کے واقعات اس سے زیادہ اعلیٰ پیمانہ پر واقع ہونے ممکن ہیں، اس کے بعد اب یہ دوسری دلیل ہے جو تاریخی واقعات سے دی گئی ہے،

اے وہ لوگو جنھیں جزا اور سزا کے ضروری ہونے میں کلام ہے! ایسی ضروری اور باآواز بلند شہادت دینے والی دلیلوں کے ہوتے ہوئے بھی تمہاری سمجھ میں نہ آئے تو گذشتہ زمانہ کی تاریخ دیکھو اگلی قوموں کے حالات پر نظر کرو، قوم **عاد** کا کیا انجام ہوا، **ثمود** کو کس طرح سزا دی گئی، قوم **فرعون** کو کس طرح ہلاک کیا گیا،

ان قوموں کی ترقی کے حالات دیکھو، قومی اور ملکی حیثیت سے دنیا کی اندر جو جاہ وحشم، جو مال ودولت، جو عزت وشوکت، انھیں حاصل تھی تاریخ کے اوراق میں، عرب کی قومی روایات میں، شاعروں کے کلاموں میں، موجود ہیں، اگر تم خود ان مقامات اور اُن ملکوں میں جاتے ہو جہاں ان کے بقیہ آثار، پرانے کھنڈر اور ویران شدہ محلوں کی شکل میں ان کے بدانجام اور ان کی تباہی اور بربادی پر زبانِ حال سے رو رہے ہیں، اور دیکھنے والوں کے لئے ان کی خاموش صدا میں ایک عظیم الشان نصیحت ہے اور یہ آثار خود ایک مجسم عبرت ہیں جنھیں ایک چشم بصیرت رکھنے والا، دیکھکر سبق حاصل کر سکتا ہے،

یہ تو پرانی قومیں تھیں، اب تمھارے گردوپیش جو پچھلی قومیں گذری ہیں ان کے حالات پر نظر ڈالو، رومۃ الکبریٰ کا کیا حشر ہوا اور کس طرح تباہ ہوئے تمھارے سامنے ہی مشرق کی ایک عظیم الشان سلطنت ایران کا کس طرح خاتمہ ہوا، اہل رومہ کی تاریخ پڑھکر ان کی ان بداخلاقیوں کا حال دیکھو، جس سے ان کی اس سطوت و جبروت کی سلطنت کو زیروزبر کر دیا، ایران کے آخری تاجدار پرویز کی سوانح عمری پڑھکر معلوم کرو کہ اس نے دنیا کے امن کو اپنی درندگی اور سبعیت سے کس کس طرح صدمہ پہونچایا اور بالآخر اس کا کیا عبرت خیز انجام ہوا،

یہ ہماری ایک مستمر عادت اور ایک دائمی طریقہ ہے کہ مجرموں کو اس طرح سزا دیتے ہیں، یہ ہو نہیں سکتا کہ کوئی قوم بداخلاق بن جائے اور وہ اپنے برے اعمال کے بدانجام سے محفوظ رہے،

مگر جزا و سزا اسی دنیا میں ختم نہیں ہوتی، بہت سے کام ایسے ہیں جن کا اچھا یا برا اثر کرنے والے کے بعد بھی دنیا میں باقی رہتا ہے جب تک اس دنیا کی انتہا نہ ہو، ساری دنیا کو مجموعی طریقے سے جزا و سزا کس طرح مل سکتی ہے؟ اسی لئے ایک عظیم الشان دن کا آنا ضروری ہے، جو روز قیامت ہے۔ اس دن ان لوگوں کے لئے سخت تباہی اور ہلاکی ہے، جو آج خدا کی باتوں کو، جزا و سزا کو، روز قیامت کو جھٹلاتے ہیں، اور انجام کی طرف سے بے خوف ہو کر بداعمالیوں میں غرق ہیں،

(۳) انسان کے دوبارہ پیدا ہونے پر انسان کی شہادت

(۲۰) اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ (۲۱)

کیا ہم نے تم کو حقیر پانی سے نہیں پیدا کیا،،،،،؟

فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ (۲۲) اِلٰى قَدَرٍ

پھر اسے ہم نے ایک محفوظ جگہ میں رکھا۔ مقرر وقت

مَّعْلُوْمٍ (۲۳) فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ

تک کے لئے، تو ہم قادر ہوئے، تو ہم کیا ہی قدرت والے ہیں

(۲۴) وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ

جھٹلانے والوں کے لئے اس دن ہلاکی ہے،،،،

اگر تم کو یہ شبہ ہو کہ انسان جب مر جائیگا، اور اس کے سارے اجزا منتشر اور علیحدہ ہو جائینگے، اور وہ مٹی میں بالکل مل کر نا پید ہو جائیگا، تو پھر کس طرح زندہ ہو سکیگا، تو تم کو چاہئے کہ سب سے پہلے اپنی پیدائش پر غور کرو، اور دیکھو کہ تم سب سے پہلے کیا تھے، پھر کیا ہو گئے

اور پھر کیا ہوتے ہوتے کیا ہو گئے کیا تم سب سے پہلے ایک قلیل اور پانی کا
بے مقدار ذرہ نہیں تھے؟ جسے ہم نے اپنے مقرر کردہ قانون فطرت کی
مطابق ایک مقررہ مدت تک ایک خاص اور محفوظ جگہ میں رکھا
پھر اس کے بعد تم کو انسانی صورت عطا کر کے دنیا میں بھیجا تو ایک
قطرہ سے بڑھا کر انسان تک پہونچا دینے پر غور کرو! تو سمجھ لو کہ ہم
سب کچھ قدرت رکھتے ہیں، اور ہم نہایت اعلیٰ درجہ کے قادر مطلق ہیں
کیا جب ہم مٹی کو اناج، اور اناج کو خون، خون کو قطرۂ منی، بنا سکتے
ہیں، اور کیا جب ہم اس ایک ناچیز قطرہ کو تمہارے ہی جسم میں ایک
خاص جگہ رکھکر اسکو خون پھر گوشت، پھر ہڈی کا مجموعہ بنا سکتے ہیں،
اور کیا جب ہم اس گوشت اور ہڈی کے مجموعہ کو جان عطا کر کے ایک
مکمل انسان بنا کر تمہیں اس صورت میں پیدا کر سکتے ہیں تو ہم پھر
تمہارے ان ہی منتشر اور بکھرے ہوئے اجزا کو دوبارہ اکٹھا کر کے پھر
خون اور گوشت اور ہڈی کی صورت دیکر جاندار نہیں بنا سکتے؟ جب
میری قدرت اور میرا علم غیر متناہی ہے اور جب میری قدرت اور
علم کا احاطہ تمہاری محدود عقلی اور علمی قوت کی دسترس سے بالاتر
ہے تو تم کو پھر دوبارہ پیدائش میں کیا شبہ ہے؟ اور کیوں شبہ ہے
کیا جو کام تم خود ایک دفعہ کر سکتے ہو بلکہ روزانہ کرتے رہتے ہو، وہ
دوبارہ ہم نہیں کر سکتے؟ تم پر افسوس ہے کہ تم کس قدر برا
فیصلہ کرتے ہو، اور تمہاری عقل پر تعجب ہے کہ وہ ہماری غیر متناہی،
صفات کے متعلق بے سمجھے بوجھے اپنا فیصلہ ظاہر کرتی ہے، مگر انسان
کی پہلی پیدائش پر غور کر کے دوبارہ پیدائش کے ممکن ہونے کا فیصلہ نہیں کر سکتی،

جو لوگ آج انسان کے دوبارہ پیدا ہونے کو نہیں مانتے، اور ایسی خبر
دینے والے کو جھٹلا دیتے ہیں، ان کے لئے وہ دن بڑی تباہی اور
ہلاکی کا ہوگا جب انسان اپنے اپنے عمل کی جزا و سزا بھگتنے کے لئے دوبارہ
پیدا کیا جائے گا، اسی دن کا نام روز قیامت ہے۔

(۴) جزا سزا پر خدا کی حکمت و تدبیر کی شہادت

(۲۵) اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا (۲۶) اَحْيَاءً وَّاَمْوَاتًا

کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنایا زندوں کو اور مردوں کو

(۲۷) وَجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ

اور ہم نے اس میں مضبوط میخیں بنائیں، اور ہم نے تم کو

مَّاءً فُرَاتًا (۲۸) وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ،

میٹھا پانی پلایا، اس دن جھٹلانے والوں کے لئے تباہی ہے،

اے وہ لوگو! جنھیں روز قیامت کے واقع ہونے میں شبہ ہے کیا
تم خدا کی مخلوقات پر غور نہیں کرتے؟ اس عالم کے اندر جو حکمتیں
نظر آتی ہیں انھیں دیکھ کر یہ نہیں سمجھتے کہ خدا نے جو کام کئے ہیں محض
حکمت اور مصلحت سے کئے ہیں، پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ یہ ساری
دنیا جو اس اعلیٰ انتظام کے ساتھ چل رہی ہے، اس کا کوئی انجام
نہ نکلے؟ کیا ہم نے تمھارے زندے اور مردے دونوں کے رہنے کے
لئے زمین نہیں بنائی؟ کیا ہم نے زلزلے سے محفوظ رکھنے، اور بارش
کے لئے ابر مہیا کرنے اور ایسے ایسے ہزاروں فائدوں کے لئے
پہاڑ نہیں بنائے؟ کیا ہم نے تمھیں شیریں پانی پلانے کا عمدہ
انتظام زمین میں نہیں کیا؟ ان تینوں باتوں پر غور کرکے، ہماری

قدرت و رحمت اور ہماری حکمت و تدبیر کو سمجھو، کہ ہم جس مخلوق کو
جس طرح اور جس وقت، اور جو کام چاہتے ہیں لیتے ہیں۔ تمہاری
زندگی کے لئے زمین، پانی اور ہوا تینوں کی ضرورت تھی، اور تینوں کی
جگہ الگ الگ ہے، زمین کی جگہ پانی کے اندر ہے، اور پانی کی جگہ ہوا
سے نیچے ہے، اور ہوا ان دونوں سے اوپر ہے، تم پانی کے اندر زمین
پر نہیں رہ سکتے تھے، کیونکہ ہوا کے بغیر ایک لمحہ تمہاری زندگی محال تھی، اور
تم پانی کے سطح پر بھی نہیں رہ سکتے تھے، کیونکہ تمہارا بوجھ تمہیں وہاں
رہنے نہیں دے سکتا تھا، ضرورت تھی کہ تمہارے لئے ایسی جگہ بنائی
جائے جہاں زمین اس طرح ہو کہ پانی سے اوپر ہو تاکہ تم ہوا سے سانس
لے سکو، اور پھر پانی کا بھی وہاں انتظام ہو، اس اہم ضرورت کو پورا
کرنے کے لئے ہم نے یہ عملی انتظام کیا کہ زمین کو مختلف جانب سے
پانی کی سطح سے اونچا کر دیا، اور پانی بہم پہونچانے کے لئے سورج
کی گرمی سمندر پہ ڈال کر وہاں سے بخارات کو اڑا کر ٹھنڈے ہوا کے
طبقہ میں پہونچایا، اور اسے ابر بنا کر شیریں پانی کی صورت میں
تمہارے لئے زمین میں برسایا، زراعت وغیرہ کے لئے انہیں بخارات
کو برف کی صورت میں پہاڑوں پر گرایا جو گرمیوں میں پگھل کر پانی بنے
اور دریا کی صورت اختیار کر کے سینکڑوں اور ہزاروں میلوں تک
ملک کو اس چشمے سے لے کر اس چشمے تک سیراب کرتا چلا جائے
اور اس کے بہاؤ کے لئے زمین میں ایسا نشیب و فراز رکھا کہ طغیانی
ملک کو غرق نہ کر دے بلکہ چلتے چلتے ملک کو سیراب کرے اور ضرورت
سے جو زیادہ ہو وہ جا کر پھر اسی سمندر میں گر جائے، یہ جتنے دریا

تمہیں ملکوں کی زراعتوں کو آباد کرنے والے نظر آتے ہیں، ان ہی پہاڑوں کی وجہ سے ہیں، جو خاموش اور دست بستہ تمہارے ملکوں میں جابجا تمہاری خدمت کے لیئے کھڑے ہیں، ان پہاڑوں کا فائدہ صرف یہی نہیں کہ ان کی وجہ سے دریا پیدا ہوتے ہیں بلکہ زمین کے اندرونی حصہ میں جو آتشین مادے بھڑکتے رہتے ہیں اور باہر نکلنے کے لیئے زور کرتے ہیں ان کے مہلک نتیجوں سے بھی تمہیں یہی پہاڑ بچاتے ہیں، کیونکہ عموماً وہ آتشین مادے پہاڑوں میں ہو کر نکل جاتے ہیں، اور آبادی اس خطرے سے بچ جاتی ہے، اور بسا اوقات عظیم الشان زلزلہ ان آتشین مادوں کی حرکت کی وجہ سے پیدا ہو جاتا ہے جس کے خطرناک انجام کا بچاؤ بہت کچھ یہی پہاڑ کرتے ہیں، جو بطور میخ کے زمین کے مختلف مقامات میں گڑے ہوئے معلوم ہوتے ہیں، تو تمہارے رہنے کے لئے دنیا کے اندر ہم نے جو انتظام کیا ہے کیا تم اس بات پر غور کر کے یہ نہیں سمجھتے کہ ہمارے اندر اعلیٰ درجہ کی تدبیر اور حکمت موجود ہے، ہمارے سب کام حکمت اور تدبیر اور مصلحت سے پر ہیں، ہماری رحمت کیا شان رکھتی ہے ہماری قدرت کس انتہائی پیمانہ پر رہتی ہے،

تو وہ دنیا جس کے انتظامی اسرار حقائق سے انسانی ترقی یافتہ عقلیں بھی باوجود ہزارہا سال کی عملی اور دماغی کوششوں کے اب تک ناواقف ہیں کیا اس قدر حکمتوں اور مصلحتوں کا مجموعہ دنیا بے نتیجہ اور بے انجام رہ کر ہمیشہ کے لیئے اسی طرح چلی جائے گی، اور مہمل اور لغو کاموں کی طرح اس کا کوئی عمدہ اور بڑا اور عظیم الشان

نتیجہ نکلیگا؟ کیا کوئی سمجھدار اور سلیم الفطرت انسان ہماری (خدا کی) اتنی بڑی عظیم الشان مخلوق (دنیا) کو لغو اور مہمل اور بے نتیجہ قرار دینے کی جرأت کر سکتا ہے؟

جو شخص ایسا کہے، وہ ہرگز عقل اور انصاف سے فیصلہ نہیں کرتا، ہماری رحمت یہ گوارا نہیں کر سکتی کہ ہم ظالم اور مظلوم دونوں کو مر جانے کے بعد یکساں فنا کر دیں اور انھیں آئندہ ان کی مظلومیت اور ظالمیت کا بدلہ نہ دیں۔ ہماری حکمت و تدبیر یہ گوارا نہیں کر سکتی کہ اتنی بڑی دنیا کو اور انسان جیسی عظیم الشان مخلوق کو دنیا کے اندر محض محنت و عمل کی زندگی میں رکھکر فنا کر دیں، اور آئندہ انھیں پھر کسی دنیا میں ان کے اچھے اور [illegible] عمل [illegible] نتیجے [illegible] کا موقع نہ دیں۔ ہماری عظیم الشان قدرت سے اس دنیا کے [illegible] انتظام کو بدل دینا اور انسان کو دوبارہ پیدا کر دینا کوئی مشکل نہیں، لہذا ضرور ایک زمانہ آئیگا جس میں اس دنیا کے اور انسان کی اس زندگی کے نتائج نکلینگے، جس دن یہ بڑا فیصلہ ہوگا وہی دن روز قیامت کہلاتا ہے۔

تو جو لوگ اس دن کو جھٹلاتے ہیں، اور خدا کی تعلیم اور پیغمبروں کی نصیحتوں کو نہیں مانتے، اس دن ایسے لوگوں کیلئے تباہی اور ہلاکی ہے۔

(۲۹) اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ (۳۰) اِنْطَلِقُوْٓا

جس چیز کو تم جھٹلاتے تھے اسی کی طرف جاؤ، تین شاخوں

اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ (۳۱) لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ

والے سایے کی طرف جاؤ، جو نہ سایہ دار ہے

مِنَ اللَّهَبِ (۳۲) اِنَّهَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ،

اور نہ شعلہ سے بچاتا ہے، وہ محل کے اتنے اونچے شرارے پھینکتا ہے

(۳۳) كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ (۳۴) وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

جیسے کہ گویا وہ زرد اونٹ ہیں، اس دن جھٹلانے والوں

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ

کے لئے ہلاکی اور تباہی ہے،

جزا و سزا اور روز قیامت کے ضروری ہونے پر سب سے پہلے تو مناظر فطرت کی شہادت دی گئی، اس کے بعد ایک تاریخی شہادت جزا و سزا کے ضروری ہونے پر دی گئی، اس کے بعد انسان کی دوبارہ پیدائش کے ممکن ہونے پر خود نفس انسانی کی شہادت ہوگئی، پھر ان تینوں کے بعد خدا کی قدرت کاملہ، حکمت عالیہ اور رحمت غیر متناہیہ کے چند کرشمے پیش کر کے قیامت کے آنے اور اس نظام دنیا کے ختم ہونے پر دلیل پیش کی گئی، اور ہر دلیل کے بعد اس بات پر تنبیہ کر دیا گیا کہ جو لوگ ان صحیح اور ضروری واقعات کو تسلیم نہیں کرتے، اُن کے لئے اس دن نہایت ہلاکی اور تباہی ہے،

اب ان آیتوں میں اس ہلاکی اور تباہی کی تصویر دکھائی گئی ہے جو ایسے بد اخلاق لوگوں کو وہاں اس دن پیش آئے گی،

اس دن خدا ان سے کہے گا، کہ جس سزا اور جس دوزخ کو تم غلط سمجھ کر جھٹلایا کرتے تھے آج وہیں جاؤ، اور دیکھو کہ وہ دوزخ غلط ہے یا صحیح ہے، وہاں جو سایہ تمہیں نظر آتا ہے وہ در اصل [illegible] دوزخ کی آگ کی گرمی اور اس کی لو اور لپٹ

بچا سکے کیونکہ دوزخ وہ جگہ ہے جہاں کوئی چیز کسی حیثیت سے فائدہ نہیں پہونچا سکتی، اس جہنم سے بڑے بڑے اونچے محلوں کی طرح بڑی بڑی چنگاریاں اڑینگی، جو اپنے زرد رنگ کیوجہ سے زرد اونٹ کی طرح نظر آئینگی، خلاصہ یہ کہ وہ ایسی بری جگہ ہوگی جس سے زیادہ تکلیف دہ کوئی جگہ ممکن نہیں، جو لوگ اس جزا سزا اور اُس دوزخ کو آج نہیں مانتے، ان کے لئے اُس دن سخت تباہی اور ہلاکی ہے،

(۳۵) هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ (۳۶) وَلَا

یہ وہ دن ہے کہ وہ بات تک نہ کر سکینگے ،، اور نہ انھیں

يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ (۳۷) وَيْلٌ

اجازت ہوگی کہ عذر پیش کریں ، اس دن جھٹلانے

يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ

والوں کے لئے تباہی ہے ،،،

لوگ یہ سمجھیں کہ وہاں اپنی زبان کی طراری یا اپنی تقریر کی قوت سے کام نکال لینگے اور جس طرح دنیا کے اندر دنیاوی حکام کے آگے جھوٹی اور بالکل غیر واقعی بحث کرکے بالکل غلط اور جھوٹے دعووں پر اپنی زبان کی تیزی اور قوت فصاحت و بلاغت سے بازی لیجاتے ہیں، وہاں ان طریقوں سے کچھ کام نہ چلیگا وہاں عام لوگوں کا تو ذکر ہی کیا، مقربین بارگاہ خداوندی یعنی پیغمبر اور ملائکہ مقربین بھی اس دن بغیر خدا کے حکم اور اسکی اجازت کے لب تک نہ ہلا سکیں گے، اور نہ وہاں عذر پیش کرنے کی اجازت ملیگی، جو فیصلہ

وہاں ہوگا محض اعمال کی اچھائی اور برائی پر ہوگا۔" اعمال اچھے ہیں تو یقیناً عمدہ جزا ملیگی اور اس کیلئے کسی درخواست یا التجا کی ضرورت نہ ہوگی اگر اعمال برے ہیں تو یقیناً سخت سزا ملیگی اور کوئی عذر نہ سنا جائیگا، نہ قبول کیا جائیگا۔ جو لوگ آج ان باتوں کو جھوٹ سمجھتے ہیں، اور خدا کے بھیجے ہوئے مصلح کو جھٹلاتے ہیں، ان کے لئے وہ دن نہایت تباہی اور ہلاکی کا دن ہوگا،

(۳۸) هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ

آج فیصلہ کا دن ہے، ہمنے تمکو اور پہلے لوگونکو اکٹھا کیا ہے،

وَالْاَوَّلِيْنَ (۳۹) فَاِنْ كَانَ لَكُمْ

اگر تمہارے پاس کوئی چال ہو تو مجھ سے

كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ (۴۰) وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ

چال کر دیکھو، اس دن جھٹلانے والوں کے لئے ہلاکی ہے،

آج کا دن صرف اس لئے ہے کہ انسان کا فیصلہ ہو، اسی لئے ہم نے تمکو اور تم سے پہلے جتنے انسان دنیا میں ہو گذرے ہیں سب کو آج اکٹھا کیا ہے، تاکہ ان کی زندگی کے اچھے اور برے کاموں کے موافق آخری فیصلہ سنا کر انھیں ہمیشہ کیلئے جزا اور سزا بھگتنے کی جگہ بھیج دیا جائے، اے لوگو، اگر تمھیں کچھ ہمت ہے اور ہم سے کچھ چال چل سکتے ہو تو چل کر دیکھ لو، جو کوئی صورت تمھیں اپنے بچنے کی نظر آسکتی ہو کر گذرو، تم یا درکھو کہ کچھ نہیں کر سکتے اور ہمیں کسی قسم کا فریب تم دے سکتے ہو، اور نہ ہم سے کوئی چال چل سکتے ہو، یہ کوئی دنیاوی دربار نہیں، جہاں بہتیرے مجرم، رشوت، خوشامد، سفارش یا

محض ہر باتیں یا فریب و دھوکے سے چھوٹ جاتے ہیں، اور بہتیرے پاک و صاف بے گناہ محض کسی کی مخالفت اور دشمنی یا ظلم و سرکشی کی بنا پر ماخوذ و سزایاب ہو جاتے ہیں، یہاں وہ عظیم الشان دربار ہے جس کا حاکم اعلیٰ درجہ کا انصاف ور ہے، اور جسے دنیا کے ہر ہر ذرہ اور اہل دنیا کے تمام حرکات و سکنات کے متعلق مفصل اور پورا علم ہے، اور جس کی قدرت کاملہ کے احاطہ سے سارے عالم کی کوئی واحد ہستی بھی باہر نہیں، پس اس کا فیصلہ بالکل اٹل ہوگا، اور جو کچھ ہوگا محض واقعات اور انصاف پر مبنی ہوگا، نہ وہاں کسی کی زبان کو قدرت ہے کہ حرکت کر سکے، نہ کسی کو اتنی جرأت کہ اس کے آگے چون و چرا کر سکے، وہ دن ان لوگوں کے لئے سخت تباہی اور ہلاکی کا دن ہے جو آج ان باتوں کو جھٹلاتے ہیں۔

(۴۱) إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي ظِلَالٍ وَعُيُونٍ،

بے شک پرہیزگار سایوں اور چشموں اور ان میووں

(۴۲) وَفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُونَ (۴۳)

میں ہونگے جنہیں وہ چاہینگے، جو کچھ تم کرتے تھے

كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ،

اسکے بدلہ میں مزے سے کھاؤ اور پیو۔

(۴۴) إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ.

بے شک ہم اچھے کام کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔

(۴۵) وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ.

جھٹلانے والوں کے لئے اس دن تباہی ہے۔

ہاں جو لوگ یہاں پرہیزگار ہیں، بد اخلاقیوں سے الگ رہ کر اپنے اپنے فرائض اور انسانیت کے اعلیٰ اصول کے پابند ہیں، ان کے لئے وہاں کامیابی ہی کامیابی ہے، انھیں برے انجام والوں کی دردناک سزاؤں سے بالکل امن ہے، وہ سایئے میں رہینگے، ان کے لئے نہریں ہونگی، طرح طرح کے میووں کے باغ ہونگے، جس طرح کا پھل وہ چاہینگے، ان کے لئے موجود ہوگا، اے اچھے لوگو! دنیا میں جو تم عمدہ کام کرتے تھے، اور ہمارے مقرر کردہ فرائض پورے کرتے تھے، ان کے بدلے میں اب تم یہاں چین سے مزہ اڑاؤ اور خوب کھاؤ پیو، اچھے لوگوں کو ہم ایسا ہی عمدہ بدلہ دیتے ہیں، اچھوں کیلئے اس دن نہایت کامیابی اور خوشی ہے، جو لوگ ان باتوں کو جھٹلاتے ہیں، ان کے لئے اس دن تباہی اور ہلاکی ہے،

(۴۶) كُلُوا وَتَمَتَّعُوا قَلِيلًا إِنَّكُم مُّجْرِمُونَ

کھاؤ اور تھوڑا سا لطف اٹھاؤ، تم تو مجرم ہو،

(۴۷) وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ

اس دن جھٹلانے والوں کے لئے تباہی ہے،

اے برے لوگو! اور بد اخلاقیوں میں منہمک ہوکر اپنے فرض کو پس پشت ڈال دینے والو! بس یہ لطف و مزے جو دنیاوی نعمتوں سے اٹھا رہے ہو، عنقریب ختم اور فنا ہوجانے والے ہیں، جب تمہاری یہ زندگی ختم ہوگی تو تمہیں اپنی اس بری اور بد اخلاق اور قانون شکن زندگی کا برا نتیجہ آ گھیرے گا، اس وقت تمہیں نظر آئے گا کہ وہ دنیاوی عیش و راحت اور وہ لطف اور مزے

جن میں منہمک ہوکر تم نے اپنے فرائض کو، اور اخلاق کو پس پشت ڈال دیا تھا محض چند روزہ تھے، جو خواب و خیال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے، جو لوگ آج سچے اور خیرخواہ معلم کو، اس کی عمدہ اور اعلیٰ اخلاقی تعلیم کو، اور ان یقینی حقیقتوں کو جھٹلاتے ہیں، جن کی خبر وہ تمہیں خدا کی وحی سے دیتا ہے، ایسے محسن کش اور ناشکرے اور بداخلاق انسان کے لئے اس دن ہلاکی اور تباہی ہے،

(۴۸) وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ارْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ،

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جھکو تو نہیں جھکتے ہیں،

(۴۹) وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ،

جھٹلانے والوں کے لئے اس دن ہلاکی ہے، ""

آج انھیں خدا کا بھیجا ہوا پیغمبر سمجھاتا ہے تو نہیں مانتے، خدا کی طرف انھیں متوجہ کرتا ہے، تو نہیں سنتے، انکے پیدا کرنے والے، پرورش دینے والے، پیدائش سے لیکر مرنے تک کے سارے ضروریات کو مہیا کرنے والے آقا کی بڑائی اور برتری اور قدرت کے آگے اپنے عجز اور احتیاج، اور اپنی بندگی کی حیثیت پر نظر کرکے جھک جانے اور سر رکھ دینے کی نصیحت کرتا ہے تو اعراض کرتے ہیں، حالانکہ وہ انسان جسے حیوانات سے بلند مرتبہ پر رکھا گیا ہے، اور جسے حیوانات سے زیادہ ایک خاص نعمت یعنی عقل دی گئی ہے، اس کی زندگی کا اگر کوئی بڑے سے بڑا اور اہم سے اہم ترین فرض ہے تو صرف یہی کہ وہ اپنے خالق سے صحیح تعلق پیدا کرے، اپنی بندگی کا احساس کرکے اس کی عبادت کرے، اس کی تسبیح و تقدیس کرے،

جس کی ایک عمدہ اور باضابطہ صورت نماز ہے کہ اس میں دل اور زبان اور اعضا تینوں سے اپنی بندگی اور عجز و احتیاج اور خدا کی کبریائی و جبروت و جلال کا اقرار ہوتا ہے،

(۵۰) فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ،

تو اس (قرآن) کے بعد پھر یہ وہ کس بات کو مانینگے؟

وہ قرآن جو انسان کی زندگی کے کاموں کی جزا و سزا اور قیامت کے واقع ہونے پر اس قسم کی مضبوط اور معقول دلیلیں پیش کرتا ہے وہ قرآن جو انسان کو اس کی زندگی کا صحیح مقصد، اور اس کی کامیابی اور ابدی فلاح کا صحیح راستہ دلیل اور حجت کے ساتھ پیش کرتا ہے اور خلاصہ یہ کہ قرآن جو نہایت عمدہ خیالات، عمدہ اخلاق، عمدہ اصول تمدن و معاشرت کی نہایت معقول اور مدلل پیرایہ میں تعلیم دیتا ہے یہ لوگ اگر اس کو نہیں مانتے تو اس کے بعد پھر اور کون عمدہ اور معقول کتاب ہو سکتی ہے، جسے وہ مانینگے۔

تمت